READER BURAQ

دیکھ دنیا میری نظر سے

کچھ مہینے پہلے

ثمینہ ہارون اٹلی جانے کے لیئے پیکنگ میں اسکی ہیلپ کروا رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اسے جہانگیر کی پسند و ناپسند بھی بتا رہی تھی۔

بڑے لاڈ و پیار سے پالا ہے ہم نے اسے۔۔وہ تمہیں بڑی محبت سے رکھے گا۔۔تمہارے لاڈ اٹھائے گا۔۔بالکل اپنے ڈید کی طرح۔۔"

وہ ذرا الجائی سے مسکرا دیں تو جینی کو بھی ہنسی آ گئی۔ "جانی سے میں نے کہا ہے وہ شام میں جلدی آ جائے گا۔۔ پھر تم اپنے گھر والوں سے بھی مل آنا۔۔"

انکی بات پہ اسکے چہرے کی مسکان اداسی میں تبدیل ہوئی۔

"کیا ہوا؟؟" انہوں نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔

"نہیں۔۔ کچھ نہیں۔۔" اس نے نفی میں گردن ہلائی اور نیم انداز میں مسکرا دی۔

"اچھا تم اداس ہو یہاں سے جانے پہ۔۔" ان کے خود سے لگائے گئے اندازے پہ اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"ایسا ہونا تو ایک فطری بات ہی ہے۔۔ جانتی ہو جب میں انکے ساتھ اٹلی گئی تھی تو پورا پورا دن روتی رہتی تھی۔۔ گھر والوں کی بہت یاد آتی تھی۔۔ انکی لاڈلی جو تھی۔۔" وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئیں مگر پھر خود ہی مسکرا دیں۔

"لیکن اِنہوں نے مجھے کبھی ان سب کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔۔ بے فکر رہو۔۔ جانو بھی اپنے ڈیڈ کی ہی طرح تھا۔۔" انکی طرف سے دی جانے والی تسلی پہ وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"آپ دونوں کیوں نہیں چلتے ہمارے ساتھ ؟؟" اس نے بیگ میں پرفیوم اور میک اپ کی چیزوں کو بالترتیب رکھتے ہوئے سوال کیا۔

اسکی طرف سے کیے جانے والے سوال پہ وہ بے اختیار ہنس دیں، جیسے اس نے کوئی مذاحیہ بات کی ہو یا لطیفہ سنایا ہو۔ وہ ذرا کنفیوز ہوئی۔

"یہ بھی رکھو۔۔" انہوں نے ڈریسنگ سے ڈیئوڈرنٹ اٹھا کر اسے دی اور پھر مزید بولیں۔

"ہم عید کے بعد آئیں گے۔ انشاء اللہ۔۔۔ بھلا ہم کباب میں ہڈی کیوں بنیں ؟؟" وہ اپنی ہی بات پہ کھکھلا کر ہنس دیں۔

اب اسے سمجھ آئی کہ وہ کیوں ہنس رہی تھیں۔

"نہیں۔۔ امی جی۔۔ ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ ؟؟ آپ ساتھ ہونگی تو ہمیں اچھا لگے گا۔۔" اسکے اندازِ محبت پہ وہ پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"البتہ جانو کو اچھا نہیں لگے گا۔۔" وہ پھر سے بے اختیار ہنس پڑیں۔

جنت کو وہ اپنی ساس کم، اپنی یونیورسٹی کی کوئی دوست زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ جو اس سے بے تکلف ہو رہی تھی۔

"خیر۔۔رادھا دیدی ہیں وہاں۔۔ ہمارے ساتھ ہی گھر ہے انکا۔۔۔وہ تمہارا خیال رکھیں گی۔"

پیکنگ مکمل ہوئی تو وہ اسکے ساتھ کچھ دیر کے لیئے گپ شپ کرنے کے لیئے بیٹھ گئیں۔

☆☆☆☆☆

دورانِ سفر تو وہ خاموش رہی۔ لیکن جوں ہی اس نے گاڑی اسکے گھر کے پاس پارک کی تو اسکے دل میں ہلچل سی مچ گئی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں ان سے ملنے جانا چاہیئے۔۔" آخر اس کے منہ سے کچھ نکلا۔

"بے فکر رہو۔۔ بغیر بتائے نہیں جارہے ہم۔۔ شماز کو بتایا ہے میں نے کہ ہم آرہے ہیں۔۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں بولا لیکن اسکی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"لیکن۔۔ میں کیسے؟؟؟" وہ الجھن کا شکار ہوئی۔

جہانگیر نے جیسے اسکی بات کو ان سنا کر دیا تھا۔ اس نے گاڑی کی چابی کو اپنی جیب میں رکھا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر آیا۔

"سنیں۔۔" وہ بھی گاڑی سے باہر آئی۔

اس سے پہلے وہ آگے بڑھتا۔ اس نے اس سے گزارش کی۔ "واپس چلتے ہیں پلیز۔۔۔"

"واپس جانے کے لیئے نہیں لایا ہوں تمہیں۔۔ آئے ہیں تو مل کر جائیں گے۔۔" جہانگیر اسکے قریب آیا اور اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اندر لے گیا۔

جوں ہی دونوں لان سے لاؤنج میں داخل ہوئے تو جہانگیر کو بہت اچھے سے خوش آمدید کہا گیا۔ لیکن جنت کے ساتھ سب ہی تقریباً کھچے کھچے سے تھے۔ سوائے علینہ اور شماز کے۔

بزرگوں میں صرف ندیم ماموں ہی تھے جنہوں نے شفقت بھرا ہاتھ اسکے سر پہ پھیرا۔ سامعیہ ممانی نے ندیم صاحب کو اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے دیکھا تو وہ بھی آگے کو بڑھیں اور اسکو گلے سے لگانے کے بعد اسکا ماتھا چومنے لگیں۔

سرخ جوڑے اور ہلکی پھلکی جیولری کے ساتھ وہ کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔ جبکہ جہانگیر سفید لباس میں خاصا ڈیسنٹ معلوم ہو رہا تھا۔

"آپ سب کو بہت یاد کر رہی تھی جنت۔۔ سوچا آپ سے ملوانے لے آؤں۔۔" جہانگیر کی بات پہ کمرے میں چھائی گہری خاموشی ٹوٹی۔ اسکے بات کرنے کا انداز اسکی شخصیت کو مزید نکھار رہا تھا۔

"اسکا اپنا گھر ہے۔۔ جب مرضی آئے۔۔" آخر نعیم ماموں کا دل پسیجا تو انکے منہ سے بے حد محبت سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

زیبا نے حقارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا جو جہانگیر کو عجیب لگا۔ لیکن اس نے اگنور کرنا ہی زیادہ مناسب سمجھا۔

اس نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔ اسکے چہرے پہ پریشانی کے آثار دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیوں چاروطرف بے قراری سے دیکھ رہی ہے۔

"اماں بی کہاں ہیں؟؟ انہیں بلوا دیں۔۔" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

اسکی بات پہ سبھی خاموش ہو کر رہ گئے۔

اس نے چاہا کہ وہ ان سے ابھی اور اسی وقت انکے رویے کے متعلق باز پرس کرے مگر وہ جنت کو دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جاؤ آپ مہر سے مل آؤ۔۔" اس نے جنت سے کہا تو زیبا ممانی نے اسے روکنا چاہا لیکن نعیم صاحب نے اسے جب گھور کر دیکھا تو اسکی جراٴت نہ ہوئی کہ کچھ کہہ سکے۔

اس نے ماموں کی طرف دیکھا تو انہوں نے اسے اشارةَ اسکے پاس جانے کی اجازت دیدی۔

وہ وہاں سے گئی تو جہانگیر نے بات شروع کی۔

"دیکھیں ماموں جان۔۔ میں نے پوری عزت اور محبت سے اپنایا ہے جنت کو۔۔ سب کچھ جاننے کے باوجود۔۔ اصولاَ تو مجھے اسکے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیئے۔۔ جو آپ سب اس سے کر رہے ہیں۔۔" ابھی اسکی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ندیم صاحب فوراَ بولے۔

"نہیں۔۔ بیٹا ایسی بات تو نہیں ہے۔۔ جنت آج بھی ہمیں اتنی ہی عزیز ہے جتنی پہلے تھی۔۔"

انکی بات سن کر وہ نیم انداز سے مسکرایا۔

"بھابھی۔۔اماں بی سے کہیں کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔۔"علینہ ڈرائنگ روم میں اسکے لیئے چائے لے کر آئی تو جہانگیر اس سے بولا۔

علینہ نے شماز کو دیکھا تو شماز نے اشارۃََ اسے اماں بی کو بلانے کے لیئے کہا۔

دوسری طرف جینی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔کہاں وہ چہکتے ہوئے پورے گھر میں گھوما کرتی تھی اور آج۔۔آج اسے یہ گھر بیگانہ بیگانہ سا لگ رہا تھا۔

بیٹیاں جب رخصت ہو جائیں تو اگلے روز ہی اسے اپنا میکا پرایا پرایا سا لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ایسا اسے بھی محسوس ہو رہا تھا۔

جو کچھ پچھلے دنوں بیتا تھا وہ سب اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہا تھا۔وہ اپنے ہی سایے سے یکدم گھبرا سی گئی۔ماتھے پہ پریشانی کے مارے پسینہ بہنا شروع ہو چکا تھا۔اس نے ریلنگ پہ ہاتھ رکھا اور اپنا سانس بحال کرتے ہوئے بمشکل ہی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آئی۔

حسبِ معمول دروازہ کھلا تھا۔مہر لیپ ٹاپ پہ اپنی پریذنٹیشن کی تیاری میں مصروف تھی۔

جنت اندر داخل ہوئی۔اس نے اپنا پسینہ صاف کیا اور اپنا موڈ خوشگوار کیا۔

"یار ایمل بعد میں آنا۔۔ ابھی میں بہت بزی ہوں۔۔" دروازے کی آواز اسے جب محسوس ہوئی تو وہ بولی۔

"صبح پریذنٹیشن۔۔" اسکی بات ادھوری رہ گئی جب اس نے اسے دیکھا۔

"تم یہاں؟؟" وہ کرسی پر سے فوراََ اُٹھی۔

"تم بزی ہو تو میں جاؤں یہاں سے؟؟" جنت نے شرارتی انداز میں کہا۔

"خبر دار۔۔ تم جا کر دکھاؤ تو۔۔" مہر نے بھی اسی کے انداز میں اسے کہا۔

"دھمکی۔۔۔" جنت نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں بالکل۔۔" مہر اسکے گلے جا لگی۔

"جانتی ہو کتنا مِس کیا میں نے تمہیں۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ میں کبھی تمہیں مل ہی نہیں پاؤں گی شاید۔۔۔" اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

جنت اس سے الگ ہوئی اور اسکے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا۔۔ لیکن دیکھو۔۔ آگئی ہوں نا۔۔۔" وہ خوشی سے مسکرائی تو مہر کا چہرہ بھی خوشی سے جھلملا اٹھا۔

"شاہ ویز کہیں نظر نہیں آیا مجھے؟؟" اسکے ذکر پہ مہر کا جی کھٹا ہو گیا۔

"چھوڑو اسے۔۔ دفع کرو۔۔ وہ آیا ہی یہاں فساد پھیلانے کے لیئے تھا۔۔ چلا گیا واپس فیصل آباد۔۔"

اس نے اسے بیڈ پہ بیٹھنے کے لیئے اشارۃََ کہا۔

"مہر۔۔ اس نے جہانگیر کو نجانے کیا کیا کہا ہے؟" وہ رونے والے انداز میں بولی۔

"ڈونٹ ووری۔۔ جانتی ہوں میں۔۔ اور یہ سب ابھی کی بات نہیں ہے۔۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں اس سے کہا۔

"خیر۔۔ اچھی لگ رہی ہو تم۔۔ بال کس نے بنائے؟؟" مہر اسکے بالوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔

"امی جی نے۔۔" اس نے بے حد محبت سے کہا۔

اسکے لہجے سے ثمینہ کے لیئے شیرینی ٹپکتے دیکھ کر مہر کو بے حد خوشی ہوئی۔

"اور بتاؤ۔۔ جہانگیر بھائی تمہارا خیال تو رکھتے ہیں نا؟؟؟ تم خوش تو ہو نا؟؟؟"

"ہاں۔۔ بہت خوش ہوں میں۔۔ بہت خیال رکھتے ہیں وہ میرا۔۔ لیکن۔۔" اسکے ہنستے مسکراتے چہرے پہ اداسی سی پھیل گئی۔

"لیکن؟؟" مہر کا دل بیٹھ سا گیا۔

"لیکن کیا؟؟ سب ٹھیک تو ہے؟؟"

"سب ٹھیک ہے۔۔ لیکن میں بہت کنفیوز ہوں جہانگیر کو لے کر۔۔ وہ میرا ہر سچ جانتے ہیں لیکن انہیں اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ میرے ماضی سے انہیں کوئی غرض ہی نہیں۔۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟؟"

اسکی بات سن کر مہر نے ایک لمحے کے لیئے اسے بغور دیکھا اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد سوالیہ بولی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟؟؟ ایسا کیوں ہو گا؟؟"

"مجھے اٹلی لے جا کر شاید نوکرانی نہ بنا لیں۔۔ مجھ سے میرے ماضی کا اس سے اچھا بدلہ لینے کے علاوہ اور کوئی وجہ۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتی مہر چڑ کر بولی۔

"تم اور تمہارے گمان۔۔ اللہ کا واسطہ ہے جنت۔۔۔" اس نے اسکے سامنے ہاتھ جوڑے۔

"مجھے تو ہنسی آ رہی ہے اس بات پہ۔۔ وہ شخص تمہاری خاطر پوری دنیا سے لڑ گیا۔۔ لیکن تم ہو کہ۔۔" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"خیر۔۔ کبھی بھولے سے بھی یہ بات جہانگیر بھائی سے نہ کہہ دینا سمجھی۔۔۔"

☆☆☆☆☆

"ماموں جان۔۔ ہم دونوں کل اٹلی جارہے ہیں۔۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم اپنی زندگی کا آغاز اماں بی کی دعاؤں کے بغیر کریں۔۔" ابھی وہ ان سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اماں بی ڈرائنگ روم میں اپنی لاٹھی کا سہارا لیے ہوئے داخل ہوئیں۔

انکی آمد پہ سبھی یکبارگی میں کھڑے ہوئے۔

"میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں۔" وہ اس کے سامنے موجود صوفے پہ آکر براجمان ہوئیں۔

انکے بیٹھتے ہی سبھی باری باری بیٹھے۔

"اماں بی۔۔ گستاخی معاف۔۔ کیا آپ جنت کو معاف نہیں کرسکتیں؟؟ آپ سب اسکے اپنے ہیں۔۔ لیکن آج آپ سب۔۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے۔۔" اسکے الفاظ انکی بات کرنے پہ ادھورے رہ گئے۔

"دیکھو بیٹا۔۔ ہم نے اسکی شادی تم سے کردی۔۔ یہی کافی ہے اسکے لیئے۔۔ وگرنہ یہ بات تو وہ بھی اچھے سے جانتی ہے کہ۔۔ جو غلطی اس نے کی ہے اسکی سزا ہمارے ہاں کیا ہوتی ہے۔۔" وہ بارعب انداز میں بولیں۔

"آپ کے ہاں اسکی محبت غلطی تھی۔۔ لیکن میرے لیئے اسکی محبت اسکا بچپنا۔۔"

انکی مردانہ وجاہت کے باعث ہر کوئی ان سے بحث و تکرار سے گریز ہی کرتا تھا۔ لیکن یہ جہانگیر تھا۔۔ جہانگیر ہارون احمد۔۔ جو کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے ہوئے کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہاں تو بات اسکی بیوی کی تھی۔

"آپ سب کیوں ایک ہی زاویے سے سوچتے ہیں؟ کیا اسکی غلطی اتنی بڑی ہے؟؟" اسکی بحث و تکرار پہ ندیم اور نعیم صاحب حیران رہ گئے۔ اور اس سے بھی زیادہ اماں بی۔ انہوں نے چاہا کہ وہ اسے ابھی اور اسی وقت چلتا کریں لیکن اسکا ان سے داماد کا رشتہ تھا۔ وہ کسی صورت اسکے ساتھ ویسے پیش نہ آ سکیں جیسے وہ سب سے پیش آتی تھیں۔

"بے ادبی کے لیئے معذرت اماں بی۔۔ لیکن پلیز۔۔ خدا کے لیئے۔۔ خدا کے لیئے۔۔ اس پہ ترس کھائیے۔۔ ایک بار اس سے مل لیجیئے۔۔" اب کے وہ انکے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

علینہ باہر کھڑی سب سن رہی تھی۔ وہ رشکیہ انداز میں مسکرائی۔

"ایک وہ تھا جو اسے بے آبرو کر کے چلتا بنا۔۔ اور ایک یہ ہے کہ اسکی آبرو کے لیئے ہاتھ جوڑ رہا ہے۔۔"

اسی اثناء میں وہ دونوں اسکے قریب آ کھڑی ہوئیں۔ اندر کا منظر ان سب کو صاف نظر آ رہا تھا۔

وہ اماں بی کے سامنے اسکی معافی کے لیئے التجا کر رہا تھا۔ مہر نے معنی خیز نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔ جیسے کہنا چاہتی ہو کہ "دیکھو۔۔ کوئی نوکرانی کے لیئے یہ سب کرتا ہے؟؟" جواباً جنت اس سے نظریں چراتے ہوئے رہ گئی۔

"اسکا گناہ اتنا بڑا تو نہیں کہ آپ سب اس سے نظریں پھیر لیں۔۔ ایک دفعہ اسکو دیکھیں۔۔ کیا آپ کو اس پہ ترس نہیں آتا؟؟" وہ مکرر بولا تو اماں بی کی آنکھیں تو بھر آئیں مگر وہ ضبط کیے ہوئے تھیں۔

"کیا اسے ہم سب پہ ترس نہیں آیا؟؟ گھر کی دہلیز پار کرتے ہوئے اسے ایک لمحے کے لیئے بھی ہمارا خیال نہ آیا؟؟" انکی آواز لرز رہی تھی۔

"دہلیز پار؟؟" انکی بات پہ اسکا دماغ سٹپٹا سا گیا۔

اب کے اسکی سمجھ میں سارا معاملہ آنے لگا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ واپس آتی ہی کیوں؟؟ مجھ سے شادی کرتی ہی کیوں؟؟"

"اماں بی چھوڑیں نا۔۔ اب یہ داماد ہے اس گھر کا۔۔ اور جب یہ ہماری بیٹی پہ اتنا بھروسہ رکھ سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں؟؟" شماز انکے قریب آکر بولا تو انہوں نے اسے گھور کر دیکھا۔ بلاشبہ وہ اپنے فیصلے لینے کی خود عادی تھیں۔ کسی کا مشورہ یا نصیحت انہیں کسی صورت بھی روا نہیں تھا۔

"اماں بی۔۔ پلیز۔۔ اپنی روایات کو چھوڑ دیں نا پلیز۔۔۔" علینہ تھوڑی سی ہمت کرتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہوئی۔

"آپ کی پسند سے ہی تو اس نے شادی کی ہے۔۔ اب آپ۔۔"

"جی۔۔ بہو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے اماں بی۔۔" ندیم صاحب کی حمایت پہ علینہ اور شماز کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑی۔

اماں بی کی آنکھوں سے آنسو بارش کی صورت بہنے لگے تھے۔ وہ چاہ کر بھی خود کو قابو نہ کر سکیں۔

جنت کی برداشت سے یہ سب اب باہر تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں تیزی سے داخل ہوئی۔

"کوئی انہیں مجبور نہیں کرے گا۔۔ آپ نہیں چاہتیں مجھ سے بات کرنا۔۔ نہ کریں۔۔ نہیں معاف کر سکتیں تو نہ کریں۔۔ لیکن پلیز۔۔ آپ ایسے روئیں تو نہیں۔۔" وہ انکے قدموں میں آکر بیٹھی۔

وہاں موجود تقریباً سبھی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو چکی تھیں۔ زیبا جو اس سے شدید نفرت کرنے لگی تھی، اسکا دل بھی پسیج گیا۔

مہر نے آگے بڑھ کر اسے پکڑنا چاہا لیکن جہانگیر کے منع کرنے پہ وہ وہیں رک گئی۔

"مجھے لگتا ہے ہمیں یہاں سے چلنا چاہیئے۔۔"

وہ وہاں سے باہر آیا اور اسکے ساتھ ساتھ وہاں موجود سبھی لوگ اسکے پیچھے پیچھے باہر آئے۔ اب ڈرائنگ روم میں صرف اماں بی اور جنت تھی۔

"آپ اتنی سنگدل کیسے ہو سکتی ہیں؟ مجھ سے تو بہت محبت کرتی تھیں نا آپ؟؟ کیسے مجھے چھوڑ سکتی ہیں آپ؟؟" وہ انکے سامنے پھوٹ کر رو پڑی۔

"میرے بناء تو آپ کھانا نہیں کھاتی تھیں۔۔ مجھے دیکھے بناء آپ کو چین نہیں آتا تھا۔۔ اور اب؟ میں مانتی ہوں مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے۔۔ لیکن میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا، جس کی وجہ سے آپ کو۔۔" اس سے پہلے وہ مزید بول پاتی، اماں بی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میرا دل تھی تم۔۔ میرا یقین، میرا بھروسہ۔۔ میرا مان تھا تم پہ۔۔ لیکن تم نے۔۔" وہ کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ بولیں اور بے ضبط رو دیں۔

"مجھے معاف کر دیں۔۔ مجھے معاف کر دیں۔۔" وہ انکے قریب کھڑی ہو کر بولی۔

"میں یہاں سے جا رہی ہوں۔۔ پھر نجانے کب ملوں۔۔ ہو سکتا ہے ملوں ہی نا۔۔ "

اسکی بات پہ انہوں نے تڑپ کر اسے دیکھا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ جہاں وہ اسکی شکل دیکھنے کی روادار نہیں تھیں، اب وہ اسے اپنے سینے سے لگائے زاروقطار رو رہی تھیں۔

"میری شاہینہ کی نشانی ہو تم۔۔ تم سے تو میں ہوں۔۔"

باہر موجود سب لوگ یہ منظر دیکھ کر روتے روتے ہنس پڑے۔ جہانگیر کے چہرے پہ طمانیت کی لہر دوڑی۔ وہ پرسکون ہو کر فاتحانہ انداز میں مسکرایا اور ساتھ ہی ساتھ شماز اور علینہ کا شکر ادا کیا جنہوں نے اسکا ساتھ دیا۔ وہ خوش تھا کہ اب وہ اٹلی پرسکون ہو کر جا سکتا ہے۔ اماں بی کا اسے معاف کرنا جہانگیر ہی کی مرہونِ منت تھا کیونکہ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ جہانگیر کچھ چاہے اور وہ نہ ہو۔ اور اسکی ایک خاص وجہ اسکا پرخلوص ہونا تھا۔

مہر اسکے قریب آئی اور تشکر یہ انداز میں اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اور آہستگی سے اسے کچھ کہا تو وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ چاہتی تھی کہ تابینہ خالہ سے اسکی ایک مرتبہ ملاقات ہو جائے لیکن سجیل کے وہاں ہوتے ہوئے وہ جہانگیر کے ساتھ وہاں نہیں جانا چاہتی تھی۔ گزشتہ روز جو کچھ بھی ہوا۔ اسکا ذمہ دار وہ راحت اور تابینہ کو کسی حد تک سمجھتی تھی۔ لیکن بعد ازاں اسے سمجھ آگیا کہ وہ دونوں آخر کیا کر سکتے تھے جب سجیل ہی نہیں کچھ چاہتا تھا۔

اپنے گھر والوں سے ملنے کے بعد واپسی پہ وہ خود کو بے حد پر سکون محسوس کر رہی تھی۔ وہ جہانگیر کو تشکرانہ انداز سے دیکھتے ہوئے نیم انداز میں مسکرا رہی تھی جبکہ وہ ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ اسکا دھیان اپنی جانب پا کر وہ شرارتی انداز سے بولا۔

" نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟؟؟ "

اس کی بات پہ وہ آہستگی سے مسکرائی۔

"شکریہ آپکا۔۔سچ میں اماں بی سے مل کر دل کو سکون سا مل گیا ہے۔۔بہت شکریہ کہ آپ مجھے یہاں۔۔ان سے ملوانے لے آئے۔۔"

"کوئی بات نہیں۔۔"

اس کے ذہن میں مہر کی بات آئی۔

"ہو سکے تو تابینہ پوپھو سے بھی ملوانے لے جایئے گا۔۔پوپھو بہت یاد کر رہی ہیں اسے۔۔۔"

"کیا ہوا؟؟" اسکے بلانے پہ اس نے اپنے خیال کو جھٹکا۔

"کچھ نہیں۔۔کسی اور سے ملنا ہو تو کہو؟؟ "

جنت نے حیران کن مگر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟؟اس میں حیرانگی کی کیا بات ہے؟؟تمہاری خالہ ہیں نا؟؟انکی طرف جانا ہے تو کہو؟؟" اس نے تو دی پوائنٹ بات کی۔

وہ ابھی تک اسکی طرف حیران کن نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟؟مسز؟؟کیوں مجھے نظر لگانے کا ارادہ ہے؟؟" وہ شرارتی انداز میں مسکرایا۔

"گاڑی چلانے دیں۔ مسز۔۔ کہیں ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے۔۔" اسکی طرف سے ایک اور قہقہہ بلند ہوا۔

اس وقت جنت کو اسکی ہنسی زہر لگ رہی تھی۔ اسکا جی چاہا کہ وہ ابھی اور اسی وقت اسکی ساتھ والی سیٹ پر سے اٹھ جائے۔

"آپ واقعی اتنے اچھے ہیں یا اچھا بننے کی ایکٹینگ کرتے ہیں؟؟" آخر اسکے صبر کا پیمانہ لبریز ہو ہی گیا تھا۔

اسکی بات پہ اس نے گاڑی کی اسپیڈ ذرا آہستہ کی اور اسکی طرف دیکھ کر بولا۔

"ایکٹینگ دکھانے کے لیئے بیوی ہی رہ گئی ہے کیا؟؟؟" اس نے گویا اسکی بات کو مذاق میں ٹالا۔

"آپ کسی بھی بات کو سیریس کیوں نہیں لیتے آخر؟؟ میں بات کیا کر رہی ہوں اور آپ ہیں کہ۔۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"جانِ جانو۔۔ زندگی بہت بے وفا سی چیز ہے۔۔ اس میں سیریس ہو گئے تو سمجھو گئے کام سے۔۔" وہ نیم انداز میں مسکرایا۔

"خیر۔۔" وہ اسکے ہر جواب سے عاجز آچکی تھی۔

"مجھے کسی اور سے ملنے نہیں جانا۔۔ آپ گھر چلیں۔۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"جو حکم میرے آقا۔۔۔" وہ پھر سے مسکرا دیا۔

اس نے ایک لمحے کے لیئے اس کے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی جو گاڑی کے شیشے سے باہر کے مناظر کو خوب غور سے دیکھ رہی تھی۔ اسکا معصوم چہرہ آج بھی اسکے دل کی دھڑکن کو بند کرنے کے لیئے کافی تھا۔

جنت کو اسکی نگاہیں اپنے چہرے پہ محسوس ہوئیں تو وہ بولی۔

"گاڑی سامنے دیکھ کر چلائیں پلیز۔۔۔"

"جنت۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو محسوس نہ کیا کرو۔۔ مجھے تم پہ بھروسہ ہے۔۔ بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ تم ایک دفعہ۔۔ ایک دفعہ اس سے مل لو۔۔ ہو سکتا ہے کہ تم۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کر پاتا جنت نے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ چپ کر گیا۔

"آپکی اطلاع کے لیئے عرض ہے وہ یہاں نہیں ہے۔۔ فیصل آباد چلا گیا ہے۔۔ وہاں لے چلیں؟؟" اسکی بات میں طنز واضح تھا۔

اس نے گاڑی گھر کے قریب پارک کی تو وہ فوراََ سے باہر نکلی۔ جبکہ وہ اسے پکارتا ہی رہ گیا۔

"جنت۔۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔ میری بات تو سنو۔۔"

"کیا سنوں ؟؟ بیوی ہوں آپکی۔۔ حرام ہے مجھ پہ اب اسکا ذکر بھی کرنا۔۔" وہ تھوڑی دیر رکی اور پھر پلٹ کر بولی۔

"جنت۔۔ جانتا ہوں میں لیکن۔۔ میں چاہتا تھا کہ تم۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا وہ تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے اسکے سامنے سے آناََ فاناََ غائب ہو گئی۔

*****

اس نے آفس کا کام ختم کیا اور اپنے لیپ ٹاپ کو بیگ میں بند کرتے ہوئے میز پہ رکھا۔

"چلو۔۔ یہ کام بھی ہو گیا۔۔ چائے پیتے ہیں اب۔۔ اور مسز کو اپنے ہاتھ کی چائے پلا کر اس سے معافی مانگتے ہیں۔۔" وہ خود سے کہہ رہا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ جنت نے چائے کا کپ اسکے سامنے والی میز پہ رکھا اور خود سامنے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"اللہ کی شان۔۔۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا چائے کے بارے میں۔۔۔" وہ قدرے تصرف سے مسکرایا۔

جنت اسکے سامنے سے اٹھی اور وہاں سے جانے لگی۔

"کہاں جا رہی ہیں مسز ؟؟؟"

اسکے اچانک وہاں سے اٹھنے پہ وہ سوالیہ بولا۔

آپ نے چائے کے بارے میں سوچا۔۔چائے بنانے والی کے بارے میں تھوڑی نا۔۔۔"وہ منہ بنا کر بولی۔

"صدقے جاؤں اس ادا کے۔۔۔ تمہاری سوچ سے نکلا ہی کب ہوں؟ چائے کا بھی سوچا تو تب بھی تمہیں ہی سوچا مسز۔۔۔"

اس کی بات پہ وہ جاتے جاتے رکی۔

"آپ بے وقوف نہیں بنا سکتے مجھے۔۔۔"وہ بچوں کی طرح بولی تو جہانگیر نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

"لو۔۔بیوقوف کیوں بناؤں گا؟ مسز بنا لیا ہے یہی کافی ہے۔۔"وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔

"شکریہ آپکا۔۔اور۔۔"وہ بات کرتے کرتے کنفیوز ہوئی۔

"اور؟؟؟"اس نے چائے کا گھونٹ بھرا تو عش عش کرتے رہ گیا۔

"واہ۔۔مزا آ گیا۔۔۔خیر۔۔اور کے آگے کیا بات تھی؟ کہو؟؟"

"ایم سو سوری فار مائی بیہیوئیر۔۔"اسکے چہرے پہ افسردگی کے بادل صاف نظر آ رہے تھے۔

جہانگیر نے اسے ایک نظر دیکھا تو دھیما سا مسکرا دیا۔

"ادھر آؤ۔۔ بیٹھو یہاں۔۔۔" اس نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کے لیئے جگہ دی۔

"تم کسی بھی انداز میں مجھ سے بات کر سکتی ہو۔۔ آئی وِل ناٹ مائنڈ۔۔" وہ اسکے برابر میں بیٹھی تو وہ ذرا محبت سے بولا۔

وہ اسکے پاس سے تھوڑا کھسک لی۔

"نہیں۔۔ کسی بھی انداز میں کیسے بات کر سکتی ہوں آپ سے؟؟ بڑے ہیں آپ مجھ سے۔۔ آپکا ادب تو لازم ہے نا۔۔"

اسکی بات سن کر جہانگیر قہقہہ لگا کر ہنسا تو اس نے پریشان کن نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تو یہ وجہ ہے میرا ادب کرنے کی؟؟" وہ ہنستے ہوئے بمشکل ہی اس سے پوچھ پایا۔

"اور بھی وجہ ہے نا۔۔۔"

"جیسے؟؟" وہ رومانٹک انداز میں بولا۔

"آپ میرے شوہر ہیں۔۔ آپکا ادب کروں گی تو اللہ بھی مجھ سے خوش ہو گا۔۔"

اسکی بات سن کر وہ کچھ دیر توقف کے بعد سوالیہ بولا۔

"ویسے کتنا بڑا ہوں گا میں تم سے؟؟"

"دیکھنے میں تو لگتا نہیں۔۔ لیکن بھابھی بتا رہی تھیں کہ دس سال بڑے ہیں آپ۔۔" اسکے چہرے پہ موجود سنجیدگی اسے عجیب لگی۔

"ہاں۔۔ وہ تو ہوں۔۔ کوئی مسئلہ ہے اس میں؟؟"

"ن۔ نن۔۔ نہیں۔۔ مسئلہ کیوں ہو گا۔۔ بلکہ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہی۔۔ آپ عمر میں بڑے ہو کر بھی یہ نہیں جانتے کہ بیوی سے کیا بات کرتے ہیں اور کیا نہیں۔"

اس نے لگی لپٹی کی بجائے صاف صاف بات کہی۔

اسکی ذومعنی بات پہ وہ چونکا۔

اس سے پہلے وہ اس سے مزید سوال کرتا گھر کے مرکزی دروازے سے ثمینہ اور ہارون مسکراتے ہوئے داخل ہوئے۔

"آ گئے آپ لوگ؟؟؟ جانتے بھی ہیں کہ کل ہم نے چلے جانا ہے۔۔ ہمیں ٹائم دینے کی بجائے آپ دونوں خود کو ٹائم دے رہے ہیں۔۔ دس از ناٹ فیئر مام ڈیڈ۔۔" وہ شکایتی انداز میں بولا۔

جنت کو اسکی بات پہ ہنسی آگئی۔

"ریلیکس ہو جاؤ۔۔"ثمینہ نے جھٹ سے کہا۔اور ساتھ ہی ساتھ اسکے ہاتھ میں ایک گفٹ تھما دیا۔

وہ سمجھ گیا کہ یہ سب کیا ہے۔

"کرسٹی آنٹی کو ایسٹر کا تحفہ دینا۔اور یہ نیہا کے لیئے۔۔تم نے تو کچھ لیا نہیں ہو گا اس کے لیئے۔۔۔"

جنت ان کے مابین ہونے والی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اوہ۔۔تھینک یو مام۔۔تسی گریٹ او۔۔"

اسکے مسکا لگانے پہ ہارون صاحب مسکرائے۔

"دونوں باپ بیٹا ایک جیسے ہو۔۔مسکا لگانے میں ایک نمبر۔۔"

ان کا دھیان جنت پہ پڑا تو وہ ہنستے ہنستے رکیں۔

"کرسٹی ان کے دوست کی بیوی ہے۔۔اور نیہا ر ادھا دیدی کی بیٹی۔۔"

ان کے بتانے پہ جنت نے مسکرانے پہ ہی اکتفا کیا۔

"خیر۔ بہت تھک گئے۔۔ چائے مل جائے گی ہمیں بھی؟؟؟" وہ صوفے پہ نیم دراز ہوئیں۔

"جی۔۔جی۔۔ میں لاتی ہوں۔۔۔" وہ وہاں سے کچن میں چلی آئی۔

"ڈیڈ۔۔ میرے بعد میری مام کا بہت سا خیال رکھنا۔۔" وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے؟؟" ہارون صاحب بولے۔

"ہاں ہے تو نہیں۔۔ لیکن آپ دن بہ دن ہینڈسم ہوتے جارہے ہیں۔۔ کہیں انکل نواز کی طرح آپ بھی۔۔۔" جنت کی آمد پہ وہ ادھوری بات کرتے کرتے رک سا گیا۔

"ارے بیٹا۔۔ ہماری اتنی جرات۔۔ زندگی عزیز ہے مجھے۔۔ اور تمہاری ماں بھی۔۔" وہ مزاحیہ انداز میں بولے۔

جنت نے باری باری دونوں کو چائے دی اور انکے سامنے بیٹھ گئی۔

" انھوں نے چائے کا گھونٹ بھرا تو اسے ڈھیروں دعائیں دیں۔

"نواز کو تمہاری شادی کا نہیں بتایا۔۔ سرپرائز دینا اسے۔۔"

"جی۔۔" اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اسکا دھیان جنت پہ تھا۔اس کے ذہن میں ابھی بھی اس سے ہونے والی گفتگو گردش کر رہی تھی۔

وہ چاہتا تھا کہ ابھی اور اسی وقت وہ اس سے گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جوڑے جہاں ختم کیا تھا لیکن مام ڈیڈ کے سامنے لحاظ رکھنا پڑا۔

"پانی لا دو۔۔"اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔"وہ وہاں سے اٹھی اور کچن میں چلی گئی۔

"کیا ہے جانو۔۔۔خود لے آتے۔۔ابھی تو بیٹھی ہے وہ ہمارے پاس۔۔"

انہوں نے اسے جھاڑ پلائی۔

"اب تم بھی چلے جاؤ۔۔"ہارون صاحب کی بات پہ وہ مسکرایا۔ثمینہ نے دونوں باپ بیٹے کو مسکراتے دیکھا تو ہنس دی۔

"بالکل آپ کی طرح ہے۔۔بس بہانہ چاہیئے بیوی کے آگے پیچھے گھومنے کا۔۔۔"

ان کی طرف سے بھی قہقہہ بلند ہوا۔

******

"تم نہیں جاؤ گی ائیر پورٹ۔۔ سمجھی۔۔" زیبا نے اسے سختی سے منع کیا۔

"امی۔۔ پلیز۔۔ سب نے اسے معاف کر تو دیا ہے۔ اب آپ خوامخواہ ہٹلر کا رول پلے نہ کریں پلیز۔۔" وہ عاجز آ کر بولی۔

"کوئی شرم لحاظ نہیں تم میں۔۔ ماں ہوں تمہاری۔۔ اس کے لیئے اپنی ماں سے الجھ رہی ہو تم۔۔ ہٹلر بنا رہی ہو۔۔" غصہ کے مارے زیبا کا منہ لال ہو چکا تھا۔

"امی تو آپ سمجھ جائیں نا۔۔ پلیز۔۔ اسے میرا انتظار ہو گا۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"دیکھو مہر۔۔ اسے معاف کر دینے کا ہرگز مطلب نہیں کہ اسے گلے سے لگا لیا جائے۔۔ اس سے رابطے میں رہنے کی میں تمہیں اجازت نہیں دے سکتی۔۔ سمجھی! بہتر یہی ہو گا کہ کل یونیورسٹی سے سیدھا گھر واپس آؤ۔۔" اس نے تاکیدی انداز میں کہا۔ اور اسے خود سے مزید بحث کرنے کے لیئے اشارۃً منع کیا۔

جواباً اس نے منہ بسور کر اسے دیکھا اور اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے رونی صورت بنا کر اس کے کمرے سے باہر آ گئی۔

شماز لاؤنج میں بیٹھاٹی وی دیکھ رہاتھا۔اس پہ نظر پڑتے ہی اس نے ٹی وی ریموٹ سے ٹی وی کو بند کیااور اسے بلایا۔

"رکو۔۔۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے رکی۔

"کیاہوا تمہیں؟؟"وہ اسکے پاس آیا۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔"اس نے خود کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"تو آنکھ میں کچھ چلا گیاہو گا؟؟؟"اس نے سوال کی بجائے جواب میں کہاتووہ بوکھلائی۔

"ہاں۔۔ن۔نہیں۔نہیں۔۔رورہی ہوں۔۔"اس نے صاف لفظوں میں کہا۔

"یہ ہوئی نابات۔۔اب وجہ بھی بتادو۔۔"وہ نیم انداز میں مسکرایا۔

"بھائی۔۔ جینی کل جارہی ہے۔مجھے ائیر پورٹ جاناہے اسے سی آف کرنے لیکن امی ہیں کہ۔۔۔"وہ رونی صورت بنا کر بولی۔

میرا بھائی ہوتا ناتو مجھے کسی کی منت سماجت کرنا ہی نہ پڑتی۔۔" اب کے اس نے جذباتی انداز میں کہا تو شماز کا دل بھر آیا۔

" ؔ ؔ تو کیا میں تمہارا بھائی نہیں ؟؟ "

" ؔ نہیں۔۔ آپ تو ایمل اور سدرہ کے بھائی ہیں نا۔۔" اب کے وہ جانتی تھی کہ شماز اسکے جذباتی حملے میں ضرور پھنسے گا۔

" کل کتنے بجے جانا ہے ؟؟؟"

وہ جھٹ سے بولی کہ کہیں وہ سوال ہی نہ بدل دے۔" صبح دس بجے۔۔"

اس کے بتائے گئے وقت پہ وہ کچھ دیر کے لیئے گہری سوچ میں پڑ گیا۔ مگر پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔

"یونیورسٹی سے تمہیں میں پِک کرلوں گا۔۔"

"لیکن آپ کا آفس ؟؟؟" اس نے اسے ایسے یاد دلایا جیسے اسے یاد ہی نہ ہو۔

"میری پیاری بہن۔۔ آم کھاؤ۔۔ پیڑ کیوں گن رہی ہو ؟؟ تمہیں ائیر پورٹ جانا ہے نا۔۔ میں لے چلوں گا۔۔ بس وقت کی پابندی کرنا۔۔" اس نے پر سکون ہو کر اسے اپنے ساتھ کا یقین دلایا۔

"اب کے بعد کبھی نہ کہنا تمہارا کوئی بھائی نہیں۔۔ سمجھی۔۔" اس نے قدرے خفگی سے کہا اور پھر مسکرا دیا۔

"" کبھی نہیں کہوں گی۔۔"

جواباً مہر بھی اسے دیکھ کر تشکرانہ انداز میں مسکرا دی۔

******

اس سے پہلے وہ پانی لے کر باہر آتی، وہ کچن میں داخل ہوا۔ مقابل سے سامنا ہوا ہی تھا کہ اسکے ہاتھ سے گلاس گرتے گرتے بچا۔

"میں آ ہی رہی تھی۔۔" اس نے گھبراتے ہوئے وضاحت پیش کی۔

"ریلیکس مسز۔۔۔ آچکی ہو تم۔۔ میری زندگی میں۔۔" وہ نیم انداز میں مسکرایا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی شرارت تھی۔

جنت نے لجاتے ہوئے اسے دیکھا اور پھر نظریں جھکا کر رہ گئی۔

"میں جانتا ہوں تم ہرٹ ہو میری بات سے۔۔ مجھے تم سے وہ سب نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ ہمارے رشتے کی کسوٹی تو ماضی کو بھلا کر آگے بڑھنا ہے نا۔۔ وعدہ ہے میرا۔۔ آج کے بعد میں کبھی وہ بات نہیں کروں گا جو تمہیں دکھ دے۔۔ اور جس سے ہمارا رشتہ کمزور ہو۔۔" وہ اسکے چہرے کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے تم اور تمہارا ساتھ چاہیئے۔ اور۔۔ اپنے بچوں کے لیئے جنت۔۔" وہ شرارتی انداز میں مسکرایا اور دھیرے دھیرے اسکے قریب آیا کہ اس نے ہاتھ میں پکڑے پانی کے گلاس کو اپنے اور اسکے مابین کرتے ہوئے کہا۔

"پانی۔۔۔" وہ لجائی سے مسکرائی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

ہارون صاحب جو کچن کے دروازے تک آئے ہی تھے دونوں کی باتیں سن کر واپس لوٹ گئے۔

"ماضی۔۔۔ کیسا ماضی۔۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا۔۔ جانی نے یہ سب کیوں کہا ہوگا بھلا۔۔۔" وہ خود سے بولے۔

"کیا ہوا؟؟؟ چینی نہیں لائے؟؟" ثمینہ کے پکارنے پہ وہ اپنی سوچ سے نکلے۔

"نہیں۔۔۔ ایسے ہی بیو۔۔" انکی بات پہ اس نے انکا چہرہ بغور دیکھا اور پھر مسکرا دیں۔

"میں جاتی ہوں۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور شرارت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بس کرو۔۔ماں ہو تم اسکی۔۔ کوئی دوست یا سہیلی نہیں۔۔" انہوں نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"ہاں۔۔ تو اسے بھی سمجھایا کریں نا۔۔ جب وہ ماں باپ کو تنگ کرتا ہے۔۔" وہ وہاں سے جاتے جاتے رکی۔

"آپ پریشان کیوں ہیں؟؟؟"

"نہیں۔۔ ایسے ہی۔۔ نواز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" ہارون صاحب کسی گہری سوچ میں ہی تھے۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟؟ پریشانی کی بات تو نہیں؟؟" وہ تفتیشی انداز میں بولیں۔

"یاد ہے جب ہم رشتہ لینے گئے تھے تو کیا ہوا تھا؟؟" ثمینہ نے ذہن پہ زور ڈال کر انہیں جواب دیا۔

"ہاں۔۔ یاد تو ہے۔۔ لیکن اس سب میں نواز بھائی صاحب کا۔۔"

انہوں نے اسکی بات کاٹی۔

"سوچ رہا ہوں۔۔ نواز کے کہنے پہ اتنی بے عزتی کے بعد رشتہ جوڑ تو لیا۔۔ لیکن کہیں جنت اسکے بارے میں جاننے کے بعد کوئی ایسا فیصلہ نہ لے لے کہ جہانگیر۔۔۔"

"اللہ خیر کرے۔۔ نواز بھائی صاحب اب انڈر ورلڈ کے ڈان تو ہے نہیں کہ جنت کوئی سنگین فیصلہ لے گی۔ بلکہ دیکھنا وہ تو انہیں مل کر بہت خوش ہو گی۔۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں بولیں تو وہ ذرا پر سکون ہوئے۔

"ہمارا بیٹا اسکے ساتھ بہت خوش ہے ثمینہ۔" وہ رشکیہ انداز میں مسکرائے تو ثمینہ نے بھی اثبات میں گردن ہلائی اور مسکرادی۔

******

ائیرپورٹ کے مرکزی دروازے پہ کھڑے وہ بار بار پیچھے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ جہانگیر اسکی بے قراری اور بے چینی کو سمجھ رہا تھا۔ اسے بھی انتظار تھا کہ اس کے گھر سے کوئی تو آئے۔ مگر بے سود۔ دور دور تک کسی کا بھی نام ونشان نہ تھا۔

"چلیں؟؟؟" وہ سوالیہ بولا۔

"ہاں۔۔" وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھے جا رہی تھی لیکن اسکے بلانے پہ بمشکل ہی سیدھی ہو کر آگے کی طرف بڑھی۔

اسی اثناء میں ایک سایہ اسے اپنے پاس محسوس ہوا جو دیوانہ وار پیچھے کی جانب اس سے آلپٹا تھا۔

اسے دیکھ کر اسکے اداس چہرے پہ مسکان سی پھیل گئی۔

"مہر۔۔۔" اس نے اسے سینے سے لگایا۔

"مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔۔" وہ آنکھوں میں گہری چمک لیئے بولی۔

اس نے آگے بڑھ کر جہانگیر کو سلام کیا تو اس نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ اسکے سر پہ پھیرا۔

"اور کوئی نہیں آیا؟" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سوالیہ پوچھا۔

"شماز بھائی۔۔" اس نے دور سے آتے شماز کی طرف اشارہ کیا جو گاڑی کو پارک کرتے ہوئے انکی جانب آرہا تھا۔

شماز نے اسکے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ پھیر کر اسے بھائی جیسے مضبوط سہارے کا یقین دلایا۔

بلاشبہ وہ باقی گھر والوں کی بھی منتظر تھی لیکن ان دونوں کے آجانے پہ ہی وہ مطمئن تھی۔

شماز سوٹ کیس اور اٹیچی کیس اٹھانے میں جہانگیر کی مدد کرنے لگا تو دونوں کو تھوڑی دیر دکھ سکھ بانٹنے کا موقع ملا۔

"مہر۔۔ مجھ سے رابطے میں رہنا۔۔ پلیز۔۔ اور ہاں۔۔ اماں بی کا خیال رکھنا اچھے سے۔۔ انہیں اتنا پیار دینا کہ انہیں لگے ہی نا کہ جنت کہیں گئی ہے۔۔" وہ اپنی ہی بات پہ مسکراتے مسکراتے اداسی سے اشک بار ہو گئی۔

"تم ہمیشہ ہمارے ساتھ ہو۔ سمجھی۔۔" اس نے اسے اپنے گلے سے لگایا۔

وہ اسکے گلے لگی خود کو بے حد پر سکون محسوس کر رہی تھی کہ اچانک ایک شخص اسے اپنا تعاقب کرتا ہوا نظر آیا۔

جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا اسے صاف اور واضح طور پہ معلوم ہونے لگا کہ یہ کون ہے۔

وہ جانا پہچانا شخص اسے دیکھ کر زخمی انداز سے مسکرا رہا تھا۔

"سجیل۔۔۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا جس پہ مہر چونکی۔

وہ اس سے فوراً الگ ہو کر بولی۔

"کیا ہوا؟؟"

جنت نے اسے جواب دینے کی بجائے اس جانب اشارہ کیا جہاں سے وہ آ رہا تھا۔

اسے وہاں دیکھ کر مہر کو شدید غصہ آنے لگا۔ اور اس سے بھی کہیں زیادہ غصہ جنت کو آ رہا تھا۔

مہر نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے وہاں سے لے کر منظر سے غائب ہو گئی۔

"یہ۔۔یہ تو فیصل آباد تھا نا۔۔ یہاں کیسے؟؟؟" جنت نے استفسار کیا۔

"کچھ پتہ نہیں۔۔" وہ کندھوں کو اچکاتے ہوئے بولی۔

"کہیں تم نے۔۔" مہر کے چہرے کے زاویے بدلتے دیکھ کر جنت نے اپنا سوال وہیں ختم کیا۔

"بھروسہ رکھو مجھ پہ۔۔" وہ اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے بولی۔

"ایم سوری۔۔"

اس کی زبان میں لغزش کو محسوس کرتے ہوئے جنت تاسف سے بولی۔

لیکن اسے یہ بات ابھی بھی کھٹک رہی تھی کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟

اب کہ وہ اس کے بالکل سامنے آموجود ہوا۔ بھلے ہی وہ دور تھا۔ لیکن اسکا دور سے نظر آنے والا دھندلا چہرہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

وہ دور سے کھڑا بس اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اسے اتنے دنوں بعد دیکھنے پہ اسکی آنکھوں میں گہری چمک تھی۔

اسکی ہٹ دھرمی پہ مہر نے اسے دانت پیستے ہوئے دیکھا۔ لیکن وہ تھا کہ اپنے خیالوں کی الگ دنیا میں ہی محو تھا۔

جنت تھی کہ اسے لاپرواہی سے دیکھتے ہوئے ائیرپورٹ کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی جہاں شماز اور جہانگیر سامان سائیڈ پہ رکھ رہے تھے۔

"میں پوچھتی ہوں اس سے۔۔ یہ اب کیا لینے آیا ہے یہاں۔۔۔"

مہر نے آؤ دیکھا نا تاؤ فوراََ سے اسکی جانب بڑھی۔

جس قدر غصہ سے وہ وہاں سے گئی تھی، صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس سے بات کرنے سے پہلے اسے زور دار تھپڑ رسید کرے گی۔

"مہر۔۔ رکو۔۔ مہر۔۔"

جنت نے اسے اپنے پاس سے تیزی سے گزرتے دیکھا تو وہ ہکا بکا رہ گئی۔

وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے بھاگی۔

"کیا ہوا؟؟" جہانگیر نے اسے مہر کے پیچھے جاتے دیکھا تو بولا۔

"وہ۔۔ اپنا بیگ باہر بھول گئی ہے۔۔ اور موبائل بھی۔۔" وہ جاتے جاتے رکی اور اسے جواب دے کر خود بھی اسکے پیچھے ہولی۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارا؟؟ اب کیوں آئے ہو؟؟" وہ اسکے پاس جاتے ہی کاٹ کھانے کو بولی۔

جنت جو اسکے پیچھے پیچھے آرہی تھی اسے سحیل کے ساتھ الجھتے دیکھ کر قریبی ستون کے پیچھے چھپ گئی۔

"ایک دفعہ اس سے بات کر لینے دو مجھے۔۔" وہ بے حد اذیت سے بولا۔

اس نے اسے غصہ سے دیکھا اور پھر بولی۔

"بات کر لینے دوں؟؟ پاگل ہو تم؟؟؟ اسے بے عزت کر کے دل بھرا نہیں تمہارا؟ جواب ساری دنیا کے سامنے ۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کر پاتی سجیل نے اسکے سامنے اپنے ہاتھ جوڑے۔ جس پہ اس نے ترس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

اس کی حالت کے پیشِ نظر اس سے چند قدم دور کھڑی جنت کی آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس نے خود کو ضبط کیا تو آنکھوں سے آنسو اس کے دل پہ آگرے جس کی تکلیف میں اسکا دل کٹ کر رہ گیا۔

"مہر۔۔ پلیز۔۔ مجھے ایک دفعہ اس سے ملنا ہے۔ صرف ایک دفعہ۔۔ پلیز۔۔۔"

مہر نے الجھ کر اسے دیکھا۔

****

"جاؤ یہاں سے پلیز۔۔۔"وہ زچ ہو کر بولی۔

"پلیز۔۔مہر ایک دفعہ۔۔۔آخری دفعہ۔۔۔"وہ گڑگڑایا۔

"تمہیں اگر شماز بھائی نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہو گا۔۔"اس نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ تھا کہ اس سے ملنے پہ بضد تھا۔

اسے اسکے جانے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی تھی تو وہ خود ہی آگے بڑھی۔

جیسے جیسے وہ تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اسکے قریب آرہی تھی اسکے دل کی دھڑکنیں بند ہونے کو تھیں۔

اسے اپنے سامنے پا کر اس نے سکھ کا سانس لیا۔

مہر اسے آتا دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"آپ خود کو کیا سمجھتے ہیں ؟؟؟ کیوں ملنا ہے اب ؟؟؟ آپکو کیا لگتا ہے مسٹر سحیل کہ آپ کے مطابق ہی سب ہو گا؟؟ میں کٹھ پتلی نہیں ہوں سمجھے آپ۔۔ جیتی جاگتی انسان ہوں۔۔ جسے آپ جیسے مرد سے بھیک نہیں چاہیئے۔۔نہ تعلق کی اور نہ محبت کی۔۔" وہ آگ بگولہ تھی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رو دے لیکن وہ اسکے سامنے اپنے آپ کو کسی صورت کمزور پیش نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ اسے کوس رہی تھی اور وہ تھا کہ اسکے چہرے کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

شاید یہ سوچ رہا تھا" نجانے پھر کبھی تمہیں دیکھنا نصیب ہونا ہو۔"

"چلو مہر۔۔۔" اس نے مہر کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے جانے لگی۔

"مجھے معاف کر دو۔۔۔" اسے جاتا دیکھ کر بلا تاخیر اس کے منہ سے نکلا۔

وہ جاتے جاتے رکی۔" معافی۔۔" وہ زخمی انداز میں مسکرائی۔

"معافی تو آپکو شاید روزِ قیامت بھی نہیں ملے گی۔۔" اس نے اتنا کہا اور اسکے سامنے سے آناً فاناً غائب ہو گئی۔

" جن کے جانے سے جاتی تھی جان۔۔ ان کا جانا بھی سہا ہے ہم نے۔۔" اس کے اندر اسکے دل کی آواز گونجی ،جس سے اسکا سانس لینا محال ہو گیا۔

****

اٹلی آتے ہی اسکے دل میں موجود سب وہم ختم ہو گئے۔ اسکے سارے گمان اور اندازے غلط ثابت ہوئے۔

۔جہانگیر اسکے لیئے ایک آئیڈیل شوہر ثابت ہوا تھا۔ لیکن اسکے دل میں کہیں نہ کہیں ایک خالی پن ضرور تھا۔

جو اسے اکثر بے چین کر دیتا تھا۔

رادھا دیدی اور انکے گھر والے سبھی اسے اپنے گھر کا فرد سمجھتے تھے۔ جہانگیر آفس جاتا تو رادھا دیدی ہی وہ واحد

تھیں جو اسکا خیال رکھتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سمپلن پارک کا ماحول بھلے ہی پر سکون تھا لیکن اسکے دل میں اٹھنے والا شور اسے بے چین سا کر گیا تھا۔

"اس لاپرواہ شخص کی لاپرواہی نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔۔ اور اب یہ اسکے پیچھے پڑ گیا۔۔۔" کال منقطع

ہوئی تو وہ خود سے الجھنے لگی۔

وہ جب سے اٹلی آئی تھی، ہر سہہ پہر سمپلنگ پارک ضرور آیا کرتی تھی۔ اور اسکی وجہ اس پارک کا خوبصورت اور دلفریب منظر تھا۔

اسے یہاں آئے ایک ماہ سے زائد کا عرصہ ہو گیا تھا لیکن پاکستان سے اسکی خبر کسی نے نہ لی۔ آج اچانک آنے والی کال نے اسکے چہرے پہ مسکراہٹ تو بکھیری ہی تھی لیکن وہ مسکراہٹ جس تیزی سے اسکے ہونٹوں پہ آئی تھی، اتنی ہی تیزی سے غائب ہو گئی تھی۔

"اسے آج میری ضرورت ہے لیکن۔۔ میں کہاں اور وہ کہاں؟؟ میلوں کا فاصلہ لمحوں میں کیسے کم کروں؟؟ مہر۔۔ میری پیاری۔۔" اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"کاش کہ میلوں کا فاصلہ پلکیں جھپکنے میں طے ہو جاتا۔۔ کاش میں تمہارے پاس ہوتی۔۔ تمہیں گلے لگا پاتی۔۔ تمہارے آنسو صاف کر پاتی۔۔ کاش۔۔"

ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ اسے ایک شخص اپنے سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسکا دور سے نظر آنے والا دھندلا چہرہ اسے مزید واضح ہوا تو وہ اپنی جگہ سے فوراً اٹھی، اپنے آنسو صاف کیے اور جہانگیر کو کال ملائی۔

"کہاں رہ گئے آپ؟؟"

"کیاہوا؟؟ تم گھبرا کیوں رہی ہو؟؟" وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پارک کی جانب ہی آرہا تھا۔

"ایک شخص کافی دیر سے مجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔۔ اور اب تو وہ میرے پاس بھی آرہا ہے۔۔ میں نے آپ کو کال ملائی تو وہ تھوڑا فاصلہ پہ رک گیا ہے۔۔ پلیز آپ جلدی آئیں۔۔۔" اسکے لفظوں سے اسکی گھبراہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"یہاں کیا بزرگ آدمی چھیڑتے ہیں؟؟" وہ اسکے بچگانہ سوال پہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"تو میں آجاؤں کیا؟؟ "

"ظاہر ہے۔۔ "

"کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ جہاں بٹھا کر گیا تھا، وہیں بیٹھ جاؤ۔۔ میں یہاں قریب ہی ہوں۔۔ آرہا ہوں بس۔۔" اس نے کال منقطع کی اور گاڑی کو پارک کے باہر پارک کرتے ہوئے گاڑی سے باہر آیا۔

"میں آپ سے کچھ بات کر سکتا ہوں بیٹی؟؟" وہ شخص اسکے پاس آکر بولا تو وہ مزید سہم کر رہ گئی لیکن بیٹی لفظ پہ اسکے دل کو ذرا حوصلہ ملا۔

"جی۔۔ آپ کون ہیں؟؟" اس نے دریافت کیا۔

"میں۔۔" اس نے سوالیہ انداز میں کہا اور مسکرایا۔

"آپ پاکستان سے ہیں؟ "

"جی۔۔" اس نے سادہ سے انداز میں جواب دیا۔ لیکن اس شخص کی خوشی قابل دید تھی۔

"میرا پیارا پاکستان۔۔" وہ گہری سانس لے کر بے پناہ محبت سے بولا۔

اسے اسکے لہجے میں پاکستان کے لیئے شیرینی واضح محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اسکا پاکستان سے صدیوں پرانا رشتہ ہے۔

"اور لاہور سے؟؟" اس نے تجسس سے اگلا سوال پوچھنے میں ذرا سی بھی دیر نہ کی۔

اب کے اس کے سوال پہ اسکا حیران ہونا بنتا تھا۔ اس سے پہلے وہ جواب دیتی، اسے پارک کے داخلی دروازے سے جہانگیر داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ بناء کچھ کہے ہی وہ اس شخص کے پاس سے سائیڈ پہ ہوئی اور تیز قدم بڑھاتے ہوئے جہانگیر کی جانب جانے لگی۔

اسکے جواب کا منتظر شخص اس کے ردِ عمل پہ جزبز سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہا کہ وہ کس کے پاس جا رہی ہے؟

"جہانگیر ہارون۔۔" اب کے اس کے چہرے پہ طمانیت تھی۔ اس نے اس کے پاس جانے سے فی الوقت گریز ہی کیا اور وہاں سے واپس ہو لیا تھا۔

"ہارون۔۔ تو تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔۔" وہ دل ہی دل میں خود سے بولے۔ ان کے چہرے کی مسکراہٹ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر مزید گہری ہوتی گئی۔

وہ اسکے سینے سے جا لگی تو وہ مسکرا دیا۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ۔۔ آپ جانتے بھی ہیں کہ مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے یہاں۔۔ پندرہ منٹ کا بول کر گئے تھے اور آدھا گھنٹہ ہو گیا۔۔ "

"تبھی تو گیا تھا۔۔۔" وہ ذو معنی الفاظ میں بولا۔

"کیا مطلب؟ کہاں گئے تھے؟؟" وہ اس سے الگ ہو کر سوالیہ انداز سے بولی۔

"اتنی محبت سے مجھ سے ملی ہو، شکر ادا تو کرنا بنتا ہی ہے اس انسان کا جس سے تم ڈری ہو۔۔" وہ کھکھلا کر ہنسا۔

"تو مذاق اڑا رہے ہیں آپ میرا؟؟؟" وہ شکایتی انداز میں سوالیہ بولی۔

"ارے نہیں مسز۔۔۔ سرپرائز ہے نا۔۔۔ گھر جا کر بتاؤں گا کہ کہاں گیا تھا۔۔" وہ ہنسا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے پارک سے باہر مسکراتا ہوا لے گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کہاں ہیں؟؟؟" اس نے کچن سے اسے آواز لگائی لیکن اسکی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

"سنیں۔۔۔ کہاں ہیں؟؟؟ "

"آ رہا ہوں بس۔۔۔۔ دو منٹ۔۔" اس نے جھولے کو کمرے میں نصب کیا اور کمرے سے اونچی آواز لگائی۔

"کھانا ریڈی ہے۔۔ آجایئے۔۔" اس نے میز پہ کھانا لگایا اور اسے دوبارہ سے آواز لگائی اور کرسی پہ بیٹھ کر اسکا انتظار کرنے لگی۔

"کچھ خاص بنایا ہے؟؟" وہ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آیا اور اسکے برابر والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"خاص تو کچھ بھی نہیں۔۔"

"یہی بنا سکی ہوں اتنے کم وقت میں۔۔" وہ ذرا منہ لٹکا کر اداسی سے بولی تو اس نے اسکی دلجوئی کی۔

"ارے نہیں۔۔۔ بہت اچھا ہے یہ تو۔۔" اس نے پلیٹ میں سے پیز اپر اٹھایا اور اسکو کھانے لگا۔

"کہاں سے سیکھا یہ سب؟؟"

"یوٹیوب سے۔۔" وہ ذرا نروس ہوتے ہوئے بولی۔

"واؤ۔۔۔لو تم بھی۔۔" وہ مزے سے پراٹھا کھاتے ہوئے بولا۔

"جی۔۔۔"

اسکے چہرے پہ بے شک مسکراہٹ تھی لیکن اسکا انداز اسے بے قرار کر گیا تھا۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟؟" آخر اس نے سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔" وہ اداسی سے بولی۔

وہ چائے پیتا ہوا رکا۔ کپ میز پہ رکھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر کمرے میں لے گیا۔ اسکے اس انداز پہ وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

"کیا ہوا ہے؟؟ آپ ایسے؟؟" وہ کمرے میں آئی تو وہاں رکھے جھولے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"کیسا لگا سرپرائز؟؟"

"بہت اچھا۔۔۔ یہ تو وہی ہے نا جو ہم نے کل دیکھا تھا۔۔" وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

"ہاں۔۔۔ اور تم نے مہنگا ہونے کی وجہ سے منع کر دیا تھا۔۔" وہ مذاحیہ انداز میں بولا۔

"مہنگا تو اچھا خاصا ہے یہ۔۔ پتہ ہے پاکستانی پچاس ہزار کے قریب بنتا ہے۔۔" اسکے معصومانہ اندازے پہ وہ کھکھلا کر ہنسا۔

"میری زندگی۔۔ تمہارے لیئے ہی تو ہے یہ سب۔۔ بس خوش رہا کرو۔۔۔" وہ اسکے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے بولا تو وہ نیم انداز میں مسکرا دی۔

"رات میں جلدی آجایئے گا۔۔"

"تم کہو تو جاتا ہی نہیں ہوں۔۔" وہ رومانٹک انداز میں بولا تو وہ شرما گئی۔

"نہیں ایسا کب کہا میں نے۔۔ بس آپ جلدی آجایئے گا۔۔"

"چلو رات میں تیار ہو جانا۔۔ کہیں باہر کھانا کھاتے ہیں۔۔" وہ مسکرایا اور اسے وِداع کرتے ہوئے، وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"امی۔۔مجھے ابا سے بات کرنے دیں پلیز۔۔۔" مہر اسکی منت سماجت کر رہی تھی، مگر ان کا ایک ہی جواب تھا۔

"ابھی جنت کا قصہ پرانا نہیں ہوا جو تم اب ہمارے سر پہ خاک ڈالنے کی تیاری کر رہی ہو۔۔"

"امی معافی مانگ کر تو گئی ہے وہ آپ سب سے۔۔اب اور کتنا آپ اسے۔۔۔۔"

"لگتا ہے تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی۔۔۔" زیبا کا بس چلتا تو اسکی بے باکی پہ اسکے منہ پہ تھپڑ رسید کر دیتی۔

"مجھے پاپا سے بات کرنی ہے۔۔" اس نے جیسے اپنا فیصلہ سنایا۔

"کیا بات کرنی ہے مجھ سے ؟؟؟" انکی گھمبیر آواز سنتے ہی دونوں سہم گئیں۔

"کہو مہر بیٹی ؟؟ پیسے چاہیئں یا کوئی اور بات ہے ؟؟" وہ اسکے قریب بیٹھے اور بڑے لاڈ سے سوالیہ بولے۔

"نہیں۔۔پاپا۔۔۔پیسے نہیں چاہیئں۔۔پاپا۔۔۔مجھے شادی۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرنے کی جسارت کر پاتی، زیبا نے اسکی بات کاٹی۔

"کہہ رہی تھی شادی کا فنکشن مارکی یا میرج ہال میں کرنا ہے۔۔میں نے تو اب سمجھایا ہے اسے۔۔جب گھر کا لان ہے۔۔گھر میں اچھا خاصا انتظام ہو سکتا ہے تو۔۔"

"بس۔۔اتنی سی بات۔۔۔" وہ انکی بات پہ کھلکھلا کر ہنسے۔

"مہر۔۔جیسے تم چاہتی ہو، ویسا ہی ہو گا میری بچی۔۔جب دولہا تمہاری مرضی کا ہے تو شادی کی تقریب بھی تو تمہاری مرضی سے ہو گی نا؟" وہ اسکے سر پر پیار بھرا ہاتھ پھیر کر بولے تو وہ حیران ہی رہ گئی۔

"پاپا۔۔لیکن۔۔" اس نے بولنا چاہا مگر زیبا نے اسکو دوبارہ سے ٹوکا۔

"ارے مہر۔۔بس بھی کرو۔۔تمہاری مرضی سے ہی سب ہو گا۔۔" انہوں نے دھمکی آمیز نگاہوں سے اسے گھورا اور وہاں سے جانے کے لیئے اشارۃََ کہا۔

اسکے وہاں جانے کے بعد زیبا نے سکھ کا سانس لیا۔

"کیا ہوا؟؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟؟؟" اسکی حالت کے پیشِ نظر نعیم صاحب نے دریافت کیا۔

"نہیں۔۔پریشانی کیا ہونی ہے؟" وہ بمشکل ہی مسکراتے ہوئے بات کو آئیں بائیں شائیں کر پائی تھیں۔

*****

دوسری طرف وہ اندر ہی اندر خود سے الجھ رہی تھی۔ اسی اثناء میں اس کے موبائل پہ بیپ ہوئی۔ اس نے بلا تاخیر فون اٹھایا۔

"آخر کیوں سمجھ نہیں آرہا امی کو۔۔ آخر کیسے وہ میرے ساتھ یہ سب کر سکتی ہیں؟؟" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"کیا ہوا؟؟ ایسے کیوں رو رہی ہو تم؟؟" جنت کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"تو کیا کروں؟؟ میری بات سننے والا کوئی نہیں ہے یہاں۔۔"

"کیوں کوئی نہیں ہے؟ ماموں سے بات کرو۔۔ اماں بی سے بات کرو۔۔"

"امی بات کرنے دیں گی تب نا؟ کچھ بھی کہوں تو یہی جواب سننے کو ملتا ہے۔۔" ابھی جنت کا قصہ پرانا نہیں ہوا جو تم اب ہمارے سر پہ خاک ڈالنے کی تیاری کر رہی ہو۔۔"

اسکی بات سن کر جنت کا دل بھر آیا۔ لیکن اس نے اپنے دکھ سے زیادہ مہر کی بات کو سننا زیادہ مناسب سمجھا۔

"شاہ ویز سے بات کرو۔۔ آخر وہ کیوں یہ سب کر رہا ہے؟؟؟"

"اس سے کیا بات کروں ؟؟؟ وہ تو کسی سے بھی بات نہیں کر رہا۔۔۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"مہر۔۔۔ میری جان۔۔ اپنا خیال رکھو پلیز۔۔" آخر وہ بھی رونے لگی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" اس نے فون رکھا اور اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو تیزی سے صاف کرتے ہوئے موبائل کو دوبارہ سے پکڑا اور شاہ ویز کا نمبر نکالا۔

"یہ انسان جان بوجھ کے کر رہا ہے۔۔۔ آخر کیسے سب لوگ اتنا بڑا فیصلہ لے سکتے ہیں۔۔ وہ بھی مہر کی مرضی کے بناء ؟؟"

اسکی طرف سے بیل جا تو رہی تھی مگر کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ آخر اس نے دوبارہ سے فون ملایا۔

"فون اٹھاؤ شاہ ویز۔۔۔" اسکے غصے میں شدید اضافہ ہو رہا تھا۔

دوسری طرف وہ شاور لے کر واش روم سے باہر آیا تو موبائل پہ بار بار رِنگ ہوتا دیکھ کر پریشان ہوا۔

نمبر اسکے لیئے نیا تھا، سو اس نے فون اٹھانے میں جلدی کی۔ ابھی اس نے فون کان کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ وہ بولی۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟؟؟ آخر اس نے تمہارا کیا بیگاڑا ہے؟؟" عین ممکن تھا کہ وہ اسے گالم گلوچ سے بھی نواز دیتی مگر یہ سب اسکی تربیت میں شامل نہیں تھا۔

"اوہ۔۔تو تم ہو۔۔" اسکے لبوں پہ فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔اس نے موبائل کو اسپیکر پہ ڈالا اور خود ٹی شرٹ پہننے لگا۔

"جانتا تھا کوئی اور مجھ سے سوال کرے نہ کرے۔۔ مگر تم ضرور سوال کرو گی۔۔ خیر۔۔ پہنچ گئی خبر تم تک؟؟؟"

"شاہ ویز۔۔ تمہارا اب کا کھیل انتہائی گھناؤنا اور گھٹیا ہے۔۔ خدا کے لیئے بس کر دو۔۔۔" وہ تنبیہی انداز میں بولی۔

اس کے یہ الفاظ سنتے ہی اس نے فون کا اسپیکر بند کیا اور فون کو دوبارہ کان کے ساتھ لگایا۔

خدا کے لیئے مہر کے ساتھ یہ ظلم نہ کرو۔۔۔" اس نے اسے خوب ڈانٹ پلائی مگر پھر التجائیہ انداز میں بولی۔

"بس۔۔بس۔۔۔بہت ہو گیا۔۔ ظلم تو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔۔ مجھ سے پوچھے بناء ہی ابا نے اسے میرے ماتھے پہ چپکا دیا ہے۔۔۔اور تم کہہ رہی ہو کہ اس پہ ظلم ہو رہا ہے؟؟" آخر وہ ہار چکا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟؟ کیا مطلب ہے اس بات کا؟؟ شاہ ویز؟ میں کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔۔۔" وہ اس سے مکرر سوال پہ سوال کیے جا رہی تھی مگر وہ تھا کہ بت بنا اسکی آواز سنتا رہ گیا۔

"شاہ ویز؟؟ کچھ پوچھا ہے میں نے۔۔۔ کیسا ظلم؟؟ اور وہ بھی تمہارے ساتھ؟؟"

"کیا یہ میرے ساتھ ظلم نہیں کہ میں نے جسے پسند کیا، انہیں اس پسند کا احساس نہیں ہوا؟؟ اور جسے میں نے پسند ہی نہیں کیا اسے میرے گلے باندھ رہے ہیں۔۔۔" وہ اسکی ذو معنی گفتگو کو سمجھ رہی تھی۔

"میری بات سنو شاہ ویز۔۔ مجھے اپنی فضول بکواس میں الجھاؤ نہیں۔۔۔ ٹو دی پوائنٹ بات کرو۔۔"

"تمہیں تو میری ہر بات ہمیشہ ہی بکواس لگی ہے۔۔" وہ زخمی انداز میں مسکرایا مگر پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"خیر۔۔۔ ابا اور چچا کو لگتا ہے کہ میں اور وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔۔"

"وہاٹ؟؟" وہ اسکی بات پہ حیران رہ گئی۔

"ایسا کیوں؟؟ "

"یاد ہے تمہیں۔۔ پوپھو جب ہسپتال تھیں۔۔ تب میں اماں بی کو ہسپتال لے کر آیا تھا۔۔ مہر نے میرا شکریہ ادا کیا اور ہماری مختصر سی گفتگو نے ان دونوں کے ذہنوں میں نجانے کس غلط فہمی کو جنم دے دیا۔۔ میں نہیں جانتا۔۔" وہ مجبور اور لاچار ہوتے ہوئے بولا۔

"تو؟ تم نہیں جانتے؟؟؟ اب تو جانتے ہو نا سب؟؟ تو منع کر دو شادی کے لیئے۔۔" اس نے صاف لفظوں میں بات کی۔

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے نفی میں گردن ہلا کر بولا۔

"تو پھر فیصل آباد والے گھر میں چلے جاؤ۔۔۔"

اس کے آئیڈیا پہ وہ طنزیہ ہنسا۔

"وہیں تھا۔۔ ابا نے حکم دیا کہ یہاں آؤں۔۔ اب مجھے کیا خبر تھی کہ یہاں کیا سیاپا میری جان کو پڑنے والا ہو گا۔۔" وہ تنگ آ کر بولا۔

"تم چاہو تو اس سیاپے سے جان چھوٹ سکتی ہے تمہاری۔۔۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔" اس نے گویا خود کو مجبور پیش کیا۔

"وجہ جان سکتی ہوں میں ؟؟"اس کی بات پہ وہ چپ رہا تو وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولی۔

"کیوں ؟کیوں ایسا نہیں کر سکتے تم ؟؟؟بولو ؟؟ "

"سمجھ گئی۔۔تم سب گھر والوں کی گڈ بکس میں رہنا چاہتے ہو۔۔تمہیں سب اچھا کہیں۔۔تو سنو۔۔تم اچھے ہو۔۔بہت اچھے ہو۔۔اگر تم معصوم لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیلنا بند کر دو تو۔۔۔"

وہ بڑے تحمل سے اسکی ہر بات برداشت کر رہا تھا۔۔مگر اسکے اس الزام پہ وہ پھٹ پڑا۔

"زندگی کے ساتھ کھیلنا کیا ہوتا ہے یہ اب میں بتاؤں گا تمہیں۔۔اور ہاں۔۔آج کے بعد مجھے فون کرنے کی جرأت نہ کرنا۔۔سمجھی۔۔"اس کے لہجے میں دھمکی واضح تھی۔

اس نے فون رکھا اور غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔

دوسری طرف وہ اسکے منہ سے دھمکی آویز الفاظ سن کر ڈر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ، وہ اسکے کمرے کی طرف ہی آرہا ہے۔ رو رو کر اسکا برا حال ہو چکا تھا، مگر کوئی اسکی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔ آخر اماں بی سے بات کرنے کی جرأت کی ہی تھی کہ وہاں اسے اپنی شادی کی تاریخ سننے کو ملی۔ جنت سے فون پہ بات کرنے کے بعد وہ اپنی ماں سے نظریں بچاتے بچاتے اماں بی کے کمرے میں پہنچ تو گئی تھی مگر وہاں اس سے پہلے وہ کوئی بات کر پاتی۔۔ اسکے سر پہ بم پھوڑ دیا گیا۔

****

وہ اسکے کمرے میں بناء دستک دیئے ہی جارحانہ انداز میں داخل ہوا کہ وہ گھبرا گئی۔

"آخر مسئلہ کیا ہے تمہارا؟؟ کیا ظلم کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ بولو؟؟؟ کیا میں نے ان سب سے کہا ہے کہ تمہیں میرے گلے باندھ دیں؟؟" اس نے اسے بازو سے زور سے پکڑا۔

وہ اسکی غیر متوقع آمد پہ ششدر رہ گئی۔

اسکے گیلے بالوں سے ٹپکتا پانی اسکے بازو پہ گر رہا تھا، اور وہ اپنے آپکو اسکی گرفت سے آزاد کروانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی مگر ناکام رہی۔

"اور یہ رونا؟؟ کس بات کا ہے؟؟ بڑی بولڈ بنتی پھرتی ہوناتو۔۔۔" اس نے اسے پھر سے جنجھوڑا۔

اپنے حق کے لیئے آواز اٹھاؤنا۔۔ تاکہ میری جان خلاصی ہو تم سے۔۔" وہ قدرے حقارت سے بولا تو اسکی آنکھیں مزید پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔" اس نے اپنے بازو کی گرفت کو اسکے ہاتھ سے آزاد کروایا۔

"کوئی شرم لحاظ نام کی چیز ہے تم میں کہ نہیں؟؟ کیا طریقہ ہے یہ؟؟" اس نے اسکے بالوں کی طرف دیکھا جو ابھی تک گیلے تھے۔ ان سے ٹپکنے والے پانی کے قطرے اسکے ہاتھ تر کر گئے تھے۔

"ابھی تو کچھ نہیں کیا میں نے۔۔ لیکن یاد رکھنا۔۔ مجھ سے اچھے کی امید مت رکھنا اب تم۔۔" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا اور وہاں سے جانے ہی لگا تو وہ بولی۔

"امید اور تم سے۔۔ اتنی گئی گزری سوچ نہیں ہے میری شاہ ویز نعیم احمد۔۔ میرے ساتھ کچھ بھی برا کرنے سے پہلے سوچ لینا کہ مہر ندیم احمد تمہاری ٹکر کی بندی ہے۔۔ سمجھے۔۔۔" اس نے پوری ہمت اور دلیری سے اسکی بات کا منہ توڑ جواب دیا تھا۔

"وہ چلی گئی ہے اب یہاں سے۔۔ بہتر یہی ہو گا کہ اس سے دور رہو۔۔" اسکے زہر خندہ لہجے کو دیکھ کر وہ دانت پیستے ہوئے رہ گئی۔

"کیوں۔۔ بڑا غصہ آرہا ہے مجھ پہ ؟؟؟" وہ اسکے قریب بڑھتا ہوا بولا۔

"جی چاہتا ہے کہ تمہارا منہ نوچ لوں۔۔ گھٹیا ہو تم۔۔" وہ بے اختیار بولی۔

اپنے لیے یہ الفاظ سنتے ہی اسکا مزید خون کھولنے لگا۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتا ندیم صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔

"تم یہاں ؟؟ اور یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے تم نے ؟؟" کمرے کا دروازہ کھلا دیکھا تو وہ وہاں آموجود ہوئے۔

انکی اچانک آمد پہ دونوں کے ہی سانس خشک ہو گئے۔ مگر مہر ابھی تک پورے حوصلے سے کھڑی تھی۔

"تایا جان۔۔ یہ ہی یہاں چلا آیا ہے۔۔ پوچھیں اس سے۔۔"

اسکی دیدہ دلیری پہ شاہ ویز کا جی چاہا اسکا منہ نوچ لے۔ اور وہ تھی کہ اس انتظار میں تھی کہ ابھی اسے ڈانٹ پڑے گی۔ تو وہ انہیں مزید بھی کچھ بتا سکے گی مگر سب کچھ اسکے برعکس ہی ہوا تھا۔

"مانا کہ تم دونوں کی شادی طے ہو گئی ہے۔۔ لیکن رسم رواج بھی تو کسی چیز کا نام ہے۔۔" انہوں نے دونوں کو ذرا پیار سے سمجھایا۔

"تم دونوں شادی تک ایک دوسرے سے دور رہو تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔۔" اب کے ان کے لہجے میں ذرا سختی تھی۔

"تایا ابا۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے۔ جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔۔ میں اور یہ۔۔ میرا مطلب ہے ہم دونوں۔۔۔" وہ ذرا کنفیوز ہوئی۔

شاہ ویز اسکے چہرے کی طرف نگاہ گاڑھے ہوئے تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور کہہ پاتی، انہوں نے اسکی بات کاٹی۔

"جانتے ہیں ہم سب۔۔ تبھی تو تم دونوں کی شادی کا فیصلہ کیا ہے ہم سب نے۔۔"

ان کے لہجے میں سختی واضح جھلک رہی تھی۔ انہوں نے اتنا کہا اور شاہ ویز کی طرف گھور کر دیکھا تو وہ وہاں سے آناً فاناً غائب ہو گیا۔

"خوش رہو۔۔۔"

انہوں نے اسکی طرف دیکھا اور محبت سے اسکے چہرے کی طرف نگاہ ڈال کر وہاں سے چلے گئے۔

"بس خوش رہنے کی دعائیں ہی دے سکتے ہیں یہ لوگ۔۔ خوش رہنے نہیں دیں گے۔۔۔" وہ اندر ہی اندر جل کڑھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"اب آ بھی جاؤ۔۔ تم اور تمہاری تیاری۔۔۔" وہ اسے لان میں آوازیں دے دے کر تقریباََ تھک چکا تھا۔

"بس آگئی۔۔" اس نے سونے کے کنگن پہنے اور باہر آئی۔

آپ نے بھی عین وقت پہ بتایا کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ کیا کروں؟؟" اس نے دوپٹہ سر پہ اوڑھا اور اسکے ساتھ گیٹ سے باہر آئی۔

"اب مجھے کیا پتہ تھا؟ وہ آج ہی انوائٹ کر دیں گے؟ ڈیڈ کے بہت اچھے دوست ہیں۔۔ میں انہیں انکار بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔" وہ گاڑی میں بیٹھا اسٹیرنگ پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

"نہیں۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ انکو میں نجانے کیسی لگوں؟؟" وہ اسکے برابر آکر بیٹھی اور پھر سوالیہ بولی۔

"میں اچھی تو لگ رہی ہوں؟؟ کچھ عجیب تو نہیں لگ رہا؟؟ کہیں انہیں میں۔۔۔"

" ریلیکس۔۔ریلیکس۔۔۔مجھے اچھی لگتی ہو تم۔۔اور اس سے بڑھ کر کیا بات ہو گی۔۔" وہ رومانٹک انداز میں بولا۔

"آپ بہت اچھے ہیں۔۔" وہ اسکی بات پہ مسکرادی اور خود کی قسمت میں رشک کرنے لگی۔

"جانتا ہوں۔۔۔" وہ شرارتی انداز میں بولا۔

"اچھا میں تمہیں۔۔انکل نواز کے متعلق بتادوں۔۔پاکستان،لاہور سے ہیں۔۔ڈیڈ کے بہت اچھے دوست ہیں۔۔دونوں یہاں اکٹھے ہی آئے تھے۔۔ڈیڈ نے ایم بی اے کیا اور یہاں اکاؤنٹینٹ لگ گئے اور انکل نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری مکمل کی تو یہاں بہت اچھے ہسپتال میں انکی جاب لگ گئی۔اور اب تو ماشاء اللہ سے انکا اپنا ہسپتال ہے یہاں۔۔"

اسکی باتیں سننے کے بعد وہ گہری سوچ میں محو ہوئی تو جہانگیر فوراََ بولا۔

"کرسٹی آنٹی سے شادی کرنے کے بعد ان کے ڈیڈ نے اپنے ہسپتال کا انچارج انکل نواز خان کو سونپ دیا۔۔بس تب سے یہاں ہیں۔۔"

"ام م م۔۔۔ کبھی پاکستان نہیں آئے وہ؟؟" اس نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ پاکستان میں انکا شاید کوئی نہیں۔۔" اس نے اسکے چہرے پہ بغور دیکھا اور پھر سامنے موجود راستے کی طرف دیکھنے لگا۔

"خیر۔۔ مام اور ڈیڈ آتے جاتے رہیں گے۔۔ بس کاروبار کے سلسلے میں، انہیں وہاں رہنا پڑ رہا ہے۔۔۔"

اسے ماحول میں سنجیدگی محسوس ہوئی تو ہنستے ہوئے بات بدلتے ہوئے بولا۔

"مام نے خاص طور پہ تاکید کی ہے کہ تمہارا خیال رکھوں۔۔ اور ڈیڈ نے کہا کہ نواز انکل کی طرف آتے جاتے رہنا۔۔ تم بور نہیں ہو گی۔۔۔"

اس نے گاڑی کو مزید ریس دی اور نواز خان کے گھر کے باہر گاڑی کو روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ جواباََ وہ بھی مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆

شادی میں صرف کم دن ہی تھے۔ مہر تقریباََ ہر حربہ آزما چکی تھی لیکن اسکا کوئی حربہ کام نہیں آ رہا تھا۔ نعیم صاحب سے بات کرنے کا موقع ملا بھی تو اسکی ماں نے اسے بات کرنے نہ دی۔ اماں بی سے بات کرنا چاہی تو

انہوں نے، اسکے سامنے شادی کی تاریخ کا اعلان کر دیا۔۔ تایا ندیم سے بات کرنے کا موقع ملا تو انہوں نے بھی اسکی بات مکمل طور پہ نہ سنی۔ جنت سے بھی وہ کسی قسم کی مدد مانگنے سے گریزاں تھی۔ شماز سے بات کرنے کا خیال جوں ہی اسے آیا تو اسکے دل نے اسکی مخالفت کر ڈالی۔ "وہ سگا بھائی ہے اسکا۔۔ وہ تمہارا ساتھ بھلا کہاں دے گا؟؟"

وہ خاصی الجھ چکی تھی۔ الجھن کی اس گتھی کو وہ کیسے سلجھائے وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اب صرف ایک ہی صورت ہے۔۔ میرا مر جانا ہی اس مسئلے کا حل ہو گا۔۔" وہ پودوں کو پانی دیتے ہوئے گہری سوچ میں محو تھی۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ کوئی اسکا تعاقب بھی کر رہا ہے۔۔ اماں بی کو اسکے رویے میں تبدیلی پچھلے کئی دنوں سے نظر آ رہی تھی۔ جب انہوں نے اسے سامنے شادی کی تاریخ کا اعلان کیا تو اسکے چہرے پہ خوشی کا کوئی آثار نہیں تھا۔ اسی دن سے ہی وہ اسے لے کر گہری تشویش کا شکار تھی۔

"اس سب کا حل اگر میری موت سے وابستہ ہے تو۔۔"

ابھی اس نے یہ سوچا ہی تھا کہ اماں بی پکارے جانے پہ اسکا سانس رک سا گیا۔ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔

"سنو لڑکی۔۔۔۔" ان کے کے پکارنے پہ وہ اپنی ہی سوچ سے سہم کر رہ گئی۔

میرا کیا قصور؟

"سنو۔۔ لڑکی۔۔ اس پودے پہ اتنا پانی کیوں انڈیل رہی ہو؟؟؟ اسے اتنے پانی کی ضرورت نہیں؟؟ کن خیالوں میں ہو تم آج کل۔۔ میں کئی دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں تمہیں۔۔ جب سے تمہارا رشتہ طے ہوا ہے۔۔ تم اپنے حواسوں میں ہی نہیں ہو۔۔" انہوں نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"جی۔۔۔" وہ اپنے خیالوں سے نکلی۔ ابھی جو کچھ وہ سوچ رہی تھی، صرف سوچ ہی سکتی تھی۔ اس نے پودے کو پانی دینا بند کیا اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟؟" ان کی مکرر آواز اس کے کانوں میں پڑی ہی تھی کہ وہ مزید بوکھلائی۔

"ک۔ ک۔ کچھ۔۔ بھی نہیں۔۔" اس کے ذہن میں ماضی کا منظر گردش کرنے لگا۔ اس نے اپنے کندھے تک آئے بالوں کو کانوں کی لو کے پیچھے کیا۔

"تم نے کون سا کہیں جانا ہے؟ شادی کے بعد بھی تو یہیں رہنا ہے۔۔ تو پھر پریشانی کس بات کی ہے تمہیں؟؟؟" انہوں نے خوب غور سے اس پہ نگاہ ڈال کر پوچھا۔

"نہیں۔۔ وہ پریزنٹیشن کا سوچ رہی تھی۔۔" اس نے تیزی سے جواب دے کر بات بدلی۔

"وہ مجھے۔۔ یونیورسٹی جانا تھا۔۔"

"ہاں۔۔ تو جاؤ۔۔ بلکہ ایسا کرو۔۔ تابینہ کو فون کیا ہے میں نے۔۔۔ تمہیں وہیں سے لے لے گی۔۔ اس کے ساتھ بازار جا کر اپنی مرضی کے شادی کے جوڑے لے آنا۔۔"

ان کی بات پہ وہ خاموش ہو کر ہی رہ سکتی تھی۔

"تمہاری ماں اور تائی کے پاس لاکھوں اور کام بھی ہیں کرنے کے۔۔ اور مجھ میں اب اتنی ہمت کہاں کہ بازار کے دھکے کھاتی پھروں۔۔ تابینہ آخر کب کام آئے گی۔ اور کچھ بھی چاہیئے ہو تو بلا جھجھک لے آنا۔" اب کے وہ ذرا پیار سے بولیں اور وہاں سے چلی گئیں۔

"جب لڑکا میری مرضی کا نہیں تو جوڑے اپنی مرضی کے لے کر کیا کروں گی۔۔" وہ دانت پیستے ہوئے بے حد غصہ سے بولی۔

اسے اس وقت سب کی پیار بھری باتیں کسی زہر سے کم معلوم نہیں ہو رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

نواز خان کی فیملی سے مل کر اسے بے حد اچھا لگا۔ لیکن اب اسے انتظار تھا تو نواز خان کا۔۔ کھانے کی میز پہ سبھی انکا انتظار کر رہے تھے جوں ہی نواز خان ہسپتال سے واپس لوٹے تو، وہ انہیں دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

"کیا ہوا؟؟" جہانگیر نے اسکے چہرے کی طرف بغور دیکھا۔

"یہ جولی کے ڈیڈ ہیں۔۔" کرسٹی نے فوراََ تعارف کروایا۔

"جی۔۔" وہ ذرا کنفیوز ہوئی۔

"چلو کھانا شروع کرو۔۔" انہوں نے دونوں کو یکے بعد دیگرے کہا۔

"جولی اور دانش کہاں ہیں؟؟" جہانگیر نے ان سے سوال کیا۔

"پاکستان گئے تھے اور اب ترکی۔۔۔ ایک دو دن تک واپس آنے والے ہیں۔۔" انہوں نے جگ سے پانی گلاس میں ڈالا اور نواز خان کے سامنے رکھا۔

جنت تو بس بنا آنکھیں جھپکائے انہی کی طرف دیکھتی گئی۔ اسکے ذہن میں وہی منظر بار بار آرہا تھا۔ جب وہ پارک میں اسے ملے تھے اور اسکے قریب آنا چاہ رہے تھے۔ لیکن وہ ان سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔ نواز خان

کا جی چاہا کہ وہ ابھی اور اسی وقت اسے اپنے گلے سے لگالیں، لیکن وہ چاہ کر بھی ایسا نہ کر سکے۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟؟" اسکے چہرے کی بدحواسی کو وہ محسوس کر چکا تھا، تبھی اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

"ن۔نن۔۔ نہیں۔۔کچھ نہیں۔۔" وہ ابھی تک نواز خان کو قدرے غور سے دیکھے جارہی تھی۔

"بیٹی۔۔فیل اِٹ یور اون ہوم۔۔" آخر نواز خان نے تسلی آمیز لہجے میں اسے کہا تو وہ نیم انداز میں مسکرادی۔

ایک جانا پہچانا سا چہرہ اسے اس میں دِکھ رہا تھا مگر وہ اسکے چہرے کو اپنے کسی اپنے سے جوڑنے سے قاصر ہی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میری کسی کو پرواہ نہیں۔۔ کوئی سمجھتا ہی نہیں مجھے۔۔۔ کہ میں کیا چاہتی ہوں۔۔ زندہ رہوں گی تب کریں گے نا میری شادی۔۔۔" وہ مری مری سی حالت میں خود سے بولی۔

اس نے واٹر ننگ کین سائیڈ پہ رکھی اور اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی اور یونیورسٹی کے لیئے تیار ہونے لگی۔

ابھی اس نے کپڑے تبدیل ہی کیے تھے کہ اس کے کمرے کا دروازہ بجا۔

"جلدی کرو۔۔ میں زیادہ دیر تمہارا انتظار نہیں کر سکتا۔۔"

وہ شیشے کے سامنے کھڑی بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ اس کی آواز پہ اس کے ماتھے پہ شکنیں اور گہری ہوتی چلی گئیں۔ اس نے بالوں کو کیچر لگایا اور اپنی ضروری چیزیں اٹھا کر کمرے سے باہر آئی۔

"میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔۔" وہ قدرے بے نیازی سے بولی اور اس کے پاس سے ذرا سائیڈ پہ ہوتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی۔

"ٹھیک کہا تم نے زحمت۔۔ زحمت ہی تو ہو تم۔۔۔ لیکن مجھے کوئی شوق نہیں تمہیں لے کر گھومتا پھروں۔۔ اماں بی نے اگر نہ کہا ہوتا تو۔۔"

"ورنہ میری بلا سے تم بھاڑ میں جاؤ۔۔ آئی ڈیم کیئر۔۔۔" اس کی بے نیازی پہ وہ بھی اکڑ کر بولا۔

"اب بڑا حکم ماننا یاد آرہا ہے تمہیں۔۔ ہمیشہ تو انکے حکم کی عدولی کرتے آئے ہو۔۔ اب بھی صحیح۔۔ کیا فرق پڑتا ہے تمہیں۔۔" اس کے ایک ایک لفظ سے زہر ٹپک رہا تھا۔

"پڑتا ہے فرق۔۔ انکی حکم عدولی کا ہی نتیجہ ہے کہ۔۔ آج یہ حال ہے میرا۔۔"

وہ بے حد دکھ سے بولا۔ اس کی حالت پہ مہر قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"اب بھی حکم عدولی کر لو تو تمہارے لیئے زیادہ مناسب ہو گا۔۔"

وہ اسکی ذو معنی گفتگو اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ اس نے غصہ سے اسے دیکھا اور اسکے پاس سے ہو کر گزرا۔

"آجاؤ۔۔ انتظار کر رہا ہوں۔۔"

اسکا اب کا لہجہ التجائیہ تھا جسے وہ نہ سمجھ سکی۔ مگر پھر اسکے پیچھے پیچھے، اسکے ساتھ ہو لی۔ اندر ہی اندر اسے اماں بی پہ بھی غصہ آ رہا تھا جنہوں نے اسے، اسکے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا۔

☆☆☆☆☆☆

وہ کئی مہینوں بعد یونیورسٹی آئی تھی۔ اسکے وہاں آنے کا مقصد خود کو گھر کے گھٹن زدہ ماحول سے دور کرنا تھا۔ وہ کتاب اپنے سامنے رکھے لائبریری میں بیٹھی تھی۔ بظاہر تو اسکی نگاہیں کتاب پہ تھیں۔ مگر اسکی نظروں کے سامنے شاہ ویز کا دیا ہوا مشورہ گردش کر رہا تھا۔

"تم کہیں بھاگ کیوں نہیں جاتی؟؟"

اسکے اس مشورے نے اسکا دماغ ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"کوئی مشکل بات تو نہیں کی میں نے۔۔۔"

شاہ ویز جو اسٹیرنگ پہ ہاتھ رکھے بیٹھا تھا، گاڑی کو یونیورسٹی کے قریب یکدم بریک لگاتے ہوئے بولا۔

وہ آگے کی طرف گرتے گرتے بچی۔

"تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اور کس سے کہہ رہے ہو؟؟" اسکا جی چاہا کہ اسکا خون پی جائے۔

"ہاں۔۔ جانتا ہوں۔۔ ابھی تم میرے پلے بندھی نہیں ہو۔۔ تو تمہاری ذمہ داری مجھے سونپ دی ہے انہوں نے۔۔ نجانے بعد میں کیا ہوگا؟؟"

"اتنا احساس ہے ناتو۔۔ تم کیوں نہیں چلے جاتے کہیں؟؟ بولو؟؟" اس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"چلا جاتا۔۔۔ ضرور چلا جاتا۔۔ اگر میری ماں کی قسم مجھ سے نہ بندھی ہوتی۔۔۔" وہ مجبور، لاچار اور بے بس ہوتے ہوئے بولا تو مہر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"دیکھو۔۔ مہر۔۔ بات صاف اور سیدھی ہے۔۔ میں اپنی زندگی میں اسکی جگہ کسی اور کو نہیں دے سکتا۔۔ مانا کہ میں نے کل بہت بدتمیزی کی ہے تم سے۔۔ لیکن میرا مقصد تم سے یا کسی اور سے بدلہ لینا ہرگز نہیں ہے۔۔ خدا کے لیئے میری بات کو سمجھو۔۔ اور چلی جاؤ یہاں سے۔۔ کچھ دنوں کی ہی تو بات ہے۔۔"

وہ بڑے پیار سے اس سے التجا کر رہا تھا مگر اسکا حال اسکے برعکس ہی تھا۔

"شاہ ویز۔۔۔ کسی کا تو ساتھ دے جاؤ۔۔ جنت کے لیئے بھی تم نے سٹیپ نہیں لیا۔۔ یہی کہتے رہے کہ اسے محبت ہو گی تو گھر والوں کو بتاؤ گے۔۔ تو دیکھو اسے محبت ہو گئی۔۔ لیکن تم سے نہیں کسی اور سے۔۔ اور تم نے کیا کیا؟؟ صرف کوشش؟؟ اور وہ بھی ایسی کوشش۔۔ جس میں صرف خسارہ ہی خسارہ تھا۔۔" مہر کی آنکھوں سے آنسوؤں بارش کی صورت بہہ رہے تھے۔

"آج تم انکی قسم نبھا رہے ہو۔۔ لیکن کل کو اسی قسم کا تمہیں کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔۔ تو بہتر ہے نا کہ تم ابھی سے۔۔۔" وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے عاجز آچکی تھی۔

"دیکھو۔۔ ہم دونوں گھر والوں سے بات کرتے ہیں۔۔ کہ جو وہ سوچ رہے ہیں ویسا کچھ بھی نہیں ہے ہم دونوں میں۔۔" آخر کچھ سوچتے ہوئے وہ تفہیمی انداز میں بولی تھی۔

شاہ ویز نے خاموشی سے اسکی بات کو سنا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔

"فیصلہ تمہارا۔۔ کل فیصل آباد کی ٹکٹس لے آؤں گا۔۔ جانا چاہو تو۔۔ کل تیار رہنا۔۔ میں اس سے زیادہ اور کوئی مدد نہیں کر سکتا تمہاری۔۔"

"میری مدد؟؟ یا اپنی؟؟؟ کم از کم اس چیز کا ہی لحاظ کر لو کہ میں تمہاری کزن ہوں۔۔" اسکی آنکھوں سے غصہ صاف عیاں ہو رہا تھا۔

"اسی چیز کا ہی تو لحاظ ہے۔۔ کیونکہ تم شاید نہیں جانتی کہ بعد میں۔۔۔" وہ ادھوری بات کرتے ہوئے، گاڑی سے باہر آنکلا۔

وہ بھی اسکے پیچھے باہر کو آئی۔

"کیا بعد میں؟؟؟ بات پوری کرو اپنی۔۔ "

وہ اس سے پیٹھ پھیر کر کھڑا تھا۔

"دیکھو۔۔ تم بہت اچھی ہو۔۔ لیکن ہم دونوں ایک دوسرے لے لیئے نہیں بنے۔۔ میں لاکھ برا سہی مگر تمہارے ساتھ کچھ بھی برا کرنے کا ارادہ نہیں ہے میرا۔۔ فیصل آباد والے گھر میں تم جب تک چاہے، سکون سے رہنا۔۔ میں یہاں کسی کو علم تک نہیں ہونے دوں گا کہ تم۔۔"

اس سے پہلے وہ بات پوری کرتا۔۔ مہر نے خود کو بمشکل ہی ضبط کیا اور اس کے پاس سے آناََ فاناََ غائب ہو گئی تھی۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اسکی باتوں کے حصار میں تھی۔

"مرنا آسان ہے یا گھر سے بھاگ جانا؟؟" اس کا ضمیر اس سے بار بار یہی سوال کر رہا تھا۔

دوسری طرف اسکے موبائل پہ بار بار رِنگ ہو رہی تھی، موبائل سائلنٹ موڈ پہ ہونے کی وجہ سے وہ بے خبر تھی۔ آخر اسکا دھیان موبائل پہ گیا، جس کی اسکرین بار بار روشن ہو رہی تھی۔

تابینہ یونیورسٹی کے باہر کھڑی، راحت کے ساتھ گاڑی میں موجود اسکا انتظار کر رہی تھی۔

اس نے فوراََ موبائل اور بیگ اٹھایا اور وہاں سے نکلی۔

"کہاں رہ گئی تھی؟؟ کب سے کال کر رہے ہیں تمہیں۔۔" اسکے گاڑی میں بیٹھتے ہی تابینہ نے سوال کیا۔ وہ گاڑی کی پچھلی نشست پہ بیٹھی تھی۔ "کہیں نہیں۔۔" لیکن اس نے بے دلی سے جواب دیا۔

راحت نے تابینہ کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"کیا ہوا؟؟ طبعیت ٹھیک ہے؟؟" تابینہ نے پیچھے مڑ کر پریشانی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔۔ پوپھو۔۔ سر میں شدید درد ہے۔۔" اس کی سرخ آنکھوں سے اسکے اندر کا حال واضح ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اسے کچھ بھی کہنے سے قاصر تھی، اگر راحت سامنے نہ ہوتا تو وہ ضرور اس کے گلے لگ کے روتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسکے چہرے کی پریشانی کو واضح محسوس کرتے ہوئے وہ مارکیٹ سے واپسی پہ اسے اپنے گھر لے گئی تھی۔

"جب سے سہیل یہاں سے گیا ہے۔۔ گھر ہی خالی خالی سا ہو گیا ہے۔۔" تابینہ نے چائے کا مگ اسے دیا اور اسکے برابر میں بیٹھ گئی۔

"پو پھو۔۔ سب انتظار کر رہے ہونگے میرا۔۔ راحت بھائی سے کہیں نا۔۔ کہ مجھے چھوڑ آئیں۔۔"

"بے فکر رہو۔ بھابھی کو بتا دیا ہے کہ تم یہیں ہو۔۔۔ میں اور وہ دونوں تمہیں چھوڑ کر آئیں گے۔۔" انہوں نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔

انکا پورا دھیان اسکے اترے ہوئے چہرے پہ تھا۔

"پریشان ہو؟؟"

"ن۔ نن۔۔ نہیں تو۔۔ پریشانی کیسی؟؟؟" وہ زبردستی مسکرائی۔

"میں کب سے نوٹ کر رہی ہوں۔۔ تم کچھ پریشان سی ہو۔۔ کوئی مسئلہ ہے تو، تم مجھے بتا سکتی ہو۔۔ شیئر کرو مجھ سے۔۔" اس نے انکی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"پوپھو۔۔میں مرنا چاہتی ہوں۔۔مجھے نہیں جینا پوپھو۔۔۔کیا یہ بھی کوئی زندگی ہوئی؟ جس کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں؟؟" اسکی آواز بھرا گئی۔

اسکی حالت کو دیکھ کر تابینہ گھبرا کر رہ گئی۔

"سنبھالو خود کو مہر۔۔۔کیا ہوا ہے؟؟ سب ٹھیک تو ہے؟؟ کیا تم اس شادی سے خوش نہیں؟؟ "

"پوپھو۔۔ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔۔لیکن گھر والے ہیں کہ۔۔۔" وہ پھر سے رودی۔

"پوپھو۔۔آپ بات کریں نا پلیز۔۔۔میں نے بہت کوشش کی۔۔لیکن میری کوئی سنتا ہی نہیں۔۔امی سب جانتی ہیں۔۔لیکن وہ بھی۔۔"

روتے روتے اسکی ہچکی بندھ سی گئی۔لیکن اسکی آخری بات پہ تابینہ کا دل بھر آیا۔

"بھابھی نے کچھ نہیں کیا؟؟"

"کیا نا؟؟ مجھے چپ کروادیا۔۔اور بس۔۔۔"

تابینہ نے اسکے اداس چہرے کی طرف مایوسی سے دیکھا اور پھر سوالیہ انداز میں بولی۔

"جنت سے بات ہوئی تمہاری؟؟"

"ہاں۔۔کافی دن ہوئے۔۔اسے بتایا ہے سب لیکن وہ بھی آخر کیا کر سکتی ہے میرے لیئے؟؟" وہ مزید رونے لگی۔

تابینہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور اسکو دلاسا دینے لگی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔میری بچی۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔

*****

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں آخر کہ میری بیٹی کی تمہارے بیٹے سے شادی ہو گئی ہے؟؟" انہوں نے انکی خوب کلاس لی۔

"پرسکون ہو جاؤ۔۔میں نے سوچا وہاں آکر تمہیں سرپرائز دوں گا۔۔" ہارون صاحب نے جان خلاصی کرتے ہوئے کہا۔

"سرپرائز۔۔لالے۔۔تمہارا سرپرائز کا دورانیہ اتنا لمبا ہوتا ہے؟؟ کتنے عرصے سے وہ یہاں ہے۔۔اور تم نے مجھے بتانا مناسب نہیں سمجھا۔۔وہ تو آج میں نے انہیں دیکھ لیا نہیں تو تم نے۔۔۔"

"اچھا بس بس۔۔لالے کی جان۔۔۔بس کرو۔۔آج ہی بھیجتا ہوں تمہاری طرف کھانے پہ۔۔دیکھ لینا اسے بہت قریب سے۔۔اور ہو سکے تو اسے بتا بھی دینا کہ وہ تمہاری بیٹی ہے۔۔" ہارون صاحب کے مشورے پہ وہ گہری سوچ میں محو ہو کر رہ گئے۔

جہانگیر اور جنت کے جانے کے بعد وہ اپنی اور ہارون کے مابین ہونے والی گفتگو کو سوچنے میں محو ہوئے۔انکی سوچ کا حصار ہارون صاحب کی کال پہ ٹوٹا۔

انہوں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف سے ہارون صاحب حسبِ معمول بلا تکلف بولے۔

"لالے کی جان۔۔کدھر غائب ہے؟؟"بیٹی کیا ملی؟دوست کو بھول گئے؟؟؟"

"نہیں۔۔ہارون تم سوچ نہیں سکتے کہ تم نے مجھے آج کتنی بڑی خوشی دی۔۔۔سچ میں۔۔میری بیٹی۔۔آج اسے اپنے سامنے دیکھا تو دل کو سکون سا مل گیا۔۔" نواز خان فون پہ اپنے دل کا حال اس سے کہہ رہے تھے۔

"نواز لالے!میرے یار!تجھ پہ میری جان بھی قربان۔۔"

"تم نے سچ میں دوستی کا حق ادا کر دیا۔۔" نواز صاحب کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ممکن ہوتا تو وہ فون پہ ہی انکے پاؤں پکڑ کر شکر بجا لاتے۔

"بتایا اسے کہ تم اس کے باپ ہو؟؟؟" ہارون صاحب کے سوال پہ وہ خاموش ہو کر رہ گئے۔

انہوں نے مکرر سوال کیا تو وہ بولے۔

"میں کیسے اسے بتاؤں؟؟ کس منہ سے اسے بتاؤں کہ میں اسکا باپ ہوں؟ جب کہ میں نے تو کبھی اسکی خبر تک ہی نہیں لی۔۔" وہ آبدیدہ ہوئے۔

"لالے کی جان۔۔ خود کو کیوں اذیت میں ڈال رہے ہو؟؟ مت بھولو کہ میرے بتانے سے پہلے تک، تو تم جانتے ہی نہیں تھے کہ تمہاری بیٹی زندہ ہے۔۔ تو پھر خود کو کیوں تم قصوروار گردان رہے ہو؟؟" انہوں نے بڑے پیار سے نواز خان کو سمجھایا۔

"ہارون۔۔ مجھ سے بڑا بدنصیب نہیں کوئی۔۔ مجھے چاہیئے تھا کہ۔۔ ایک دفعہ تو۔۔ کم از کم ایک دفعہ تو اسکے ننھیال والوں سے بات کرتا۔۔ لیکن انہوں نے بھی تو مجھے کچھ نہیں بتایا۔۔" وہ ماضی کی غلطیوں کو کسی صورت بھی بھلا نہیں پا رہا تھا۔

"لالے کی جان۔۔ وہ آ تو گئی ہے نا تمہارے پاس۔۔ اور میں نے بھی تو تم سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ہے۔۔ وہ اب یہاں ہے۔۔ جب چاہے۔۔ اس سے ملو۔۔" ہارون صاحب نے انکی دلجوئی کی۔

"ام م۔۔جہانگیر کو پتہ ہے سب؟؟"نواز صاحب کے دل میں بات آئی تو انہوں نے پوچھنے میں ذرا سی بھی دیر نہ کی۔

"نہیں۔۔فی الحال تو نہیں۔۔اسے بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔۔جنت ماشاءاللہ سے ہے ہی اتنی پیاری کہ تمہارا تعارف کروانا ضروری ہی نہیں لگا کہ وہ تمہاری بیٹی ہے۔۔ہاہا۔۔"انہوں نے بات کا رخ بدلا اور قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

انکی بات سن کر نواز خان بھی مسکرا دیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کافی دیر سے اسے کال کیے جا رہا تھا مگر وہ تھی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر بالکنی میں ٹہل رہی تھی۔وہ ابھی تک اسکی طرف سے دیئے جانے والے مشورے کے زیرِ اثر تھی۔

"کیا مجھے اسکی بات مان لینی چاہیئے؟؟کیا گھر سے جانا ٹھیک رہے گا؟؟کیا کروں؟؟"وہ حد درجہ الجھ چکی تھی۔

بیسوں دفعہ کال کرنے کے باوجود بھی اسکی طرف سے فون ریسیو نہیں کیا گیا تھا۔ وہ لان میں آیا اور اسکے کمرے کے سامنے کھڑا ہوا۔ بالکنی میں اسے وہ ٹہلتی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے اسے دیکھتے ہی اسکی جانب ہاتھ لہرایا تو وہ اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

"کال؟؟" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے فون اٹھانے کے لیئے کہا۔

وہ فوراً کمرے میں آئی اور فون اٹھایا۔

"تم جو چاہتے ہو، میں ویسا نہیں کر سکتی۔۔" اس نے فون اٹھاتے ہی اسے اپنا فیصلہ سنایا۔

"خدا کے لیئے۔۔ مہر۔۔" وہ مجبور ہو کر بولا۔

"کتنے خود غرض ہو تم۔۔ اپنے گھر کی عزت کو بھاگ جانے پہ اکسا رہے ہو؟ بجائے اسکے کہ سب گھر والوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔۔۔" اسکا جی چاہا کہ وہ اسکا خون پی جائے۔

"تمہارے ساتھ ہوں نا۔۔ لیکن اس وقت میں اس پوزیشن میں نہیں کہ۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔" اس نے فون بند کیا اور موبائل کو بیڈ پہ زور سے پٹخا۔

"حد ہوتی ہے۔۔" وہ اسکی بات سن کر سلگ کر رہ گئی تھی۔

"دیکھو مہر۔۔ میری بات کو سمجھو۔۔ میں تمہارا برا نہیں چاہتا۔۔ تو سوچو۔ میں کیسے تمہارے ساتھ برا کر سکتا ہوں؟؟ کل مہندی ہے اور پرسوں بارات۔۔ ہمارے پاس سوچنے کے لیئے زیادہ وقت نہیں ہے۔۔ مجھے میری امی کی قسم۔۔ تمہاری عزت پہ حرف آنے سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گا۔۔ ٹرسٹ می۔۔" اس نے فوراََ ایک تفصیلی میسج ٹائپ کیا اور اسے بھیج دیا۔

ششں و پنج کی گرہ مضبوط سے مضبوط ہوتی گئی اور اسکے لیئے فیصلہ لینا انتہائی مشکل ہو گیا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے اسکے اندر کے انسان نے اسے جنجھوڑا۔

"جب وہ ساتھ ہے تو ڈر کس بات کا ہے تمہیں؟؟ تمہارے پاس سوچنے کے لیئے زیادہ وقت ہے ہی نہیں مہر۔۔ تو سوچ کیا رہی ہو؟ کیا شادی کر لو گی اس سے؟؟ کیا کر لو گی اس کے ساتھ گزارا؟؟"

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"کل کو پچھتانے سے بہتر ہے میں اسکی بات ہی مان لوں۔۔" مگر اگلے ہی لمحے اس نے خود کو ہمت دی اور پوری طاقت سے اپنی جگہ سے ہلی۔

"میں آرہی ہوں۔۔" اس نے اسے مختصر سا میسج بھیجا اور اپنے بیگ میں چیزیں رکھنے لگی۔

میسج دیکھتے ہی اسکے چہرے پہ خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس نے اتنا بڑا اقدم اٹھا تو لیا تھا لیکن اسکے نتائج سے شاید واقف نہ تھی۔ شاہ ویز نے اسے فیصل آباد چھوڑا اور اسے سمجھا بجھا کر واپس آ گیا۔ اسے فیصل آباد آئے تقریباََ دو دن سے زائد ہو چکے تھے لیکن شاہ ویز نے اسے ایک بار بھی کال نہ کی۔ جو کال بھی کی، اسی نے ہی کی۔ موبائل فون آن تو رکھ سکتی نہیں تھی، اس لیئے پی ٹی سی ایل سے ہی اسے فون کر کے گھر میں موجود صورتحال کو جاننے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

موبائل رِنگ کیا تو وہ فوراََ سے موبائل کی جانب بھاگا۔ سامعیہ نے اسکے اندر کی بے چینی کو محسوس کیا تو اسے سر تا پا دیکھا۔

"دیکھو۔۔۔ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے۔۔ مجھے فون نہ کرو۔۔ میں شام میں تمہیں خود کال کروں گا۔۔"

اس نے پہلی بیل پہ ہی فون اٹھایا اور نیم آواز میں بولا۔

اس سے پہلے وہ استفسار کرتی، وہ فون رکھ چکا تھا۔

سامعیہ چائے لیے اسکے کمرے میں آئی۔ اسکی فون پہ ہونے والی گفتگو وہ سن چکی تھی۔

"کون ہے فون پہ ؟؟ کس سے بات کر رہے تھے ؟؟" سامعیہ نے اسے شکی مگر سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ایک دوست ہے۔۔ ایسے ہی تنگ کر رہا ہے۔۔" اس نے چائے کا مگ انکے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے بات کو گھمانا چاہا مگر سامعیہ کی نگاہیں اس پر سے کسی صورت ہٹ نہیں رہی تھیں۔

"امی۔۔ اب کیا ہو گیا ہے آپ کو ؟؟؟ آپ تو ایسے گھور رہی ہیں جیسے کسی کا قتل کر دیا ہو میں نے۔۔۔" وہ زچ ہو کر بولا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے ؟؟" ان کے سوال پہ وہ بوکھلا سا گیا۔ اس سے پہلے وہ کچھ بول پاتا انہوں نے مکرر سوال کیا۔

"یا تم ہی اس سب کے پیچھے۔۔"

اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کر پاتیں وہ جھٹ سے بولا۔

"امی۔۔ کیا ہو گیا ہے آپکو ؟؟ میں کیوں کرنے لگا یہ سب ؟؟؟" وہ ذرا رک کر بولا۔

وہ کوئی ایک منٹ تو اسکے چہرے کی جانب دیکھتی رہیں۔ اور پھر معنی خیز انداز سے بولیں۔

"شاہ ویز۔۔ اگر مجھے کہیں سے بھی یہ پتہ چلا کہ اس سب کے پیچھے تم ہو تو۔۔۔"

"امی۔۔۔ نہیں ہے ایسا۔۔۔" وہ زور دے کر بولا۔

"تمہارے تیور اچھے سے سمجھتی ہوں۔۔ماں ہوں تمہاری۔۔ سمجھتی ہوں جب جب تم جھوٹ بولتے ہو تو بمشکل ہی مجھ سے آنکھ ملا پاتے ہو۔۔اور ویسے بھی ہمارے گھر کی بیٹیاں اتنی بے باک نہیں ہوئیں کہ اتنا بڑا قدم اٹھا ئیں۔۔"

"امی۔۔ مجھ پہ کبھی یقین کیا ہے آپ نے؟؟؟" وہ ذرا بد تمیزی سے بولا۔

"ادب، لحاظ بھول چکے ہو تم؟؟؟ یہ کیا طریقہ ہے ماں سے بات کرنے کا؟؟" ندیم صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔

"ابا۔۔" وہ زیرِ لب بولا اور تھوڑا سا گھبر ایا بھی۔

اسکے لب پوری طرح سے کپکپارہے تھے کیونکہ اسکا فون پھر سے رِنگ کرنے لگا تھا۔اس نے چائے کا مگ میز پہ رکھا اور فون کو بند کر کے دوبارہ پینٹ کی جیب میں ڈالا۔

"مانا کہ تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوا۔ لیکن بہت جلد ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔۔ میں نے رپورٹ درج کروادی ہے پولیس اسٹیشن میں۔۔" وہ ذرا مایوسی سے بولے۔

"پولیس اسٹیشن۔۔۔" اسکے ماتھے پہ اب کے پسینہ واضح طور پہ بہنے لگا تھا جسے سامعیہ نے خوب غور سے دیکھا۔

"ہاں۔۔۔ نعیم الگ پریشان ہے۔۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔ وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ہم میں سے کسی نے اسکی کوئی بات نہیں سنی۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ کسی مصیبت میں ہو۔۔" وہ رونے والے انداز میں بولے۔

"کیونکہ دل مانتا ہی نہیں کہ ہماری مہر اتنا بڑا اقدم اٹھا سکتی ہے۔۔"

انکے الفاظ سن کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"ابا۔۔ وہ آجائے گی۔۔ آپ نے پولیس اسٹیشن میں خوامخواہ۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔ اس سب کی کیا ضرورت تھی؟؟ وہ آجائے گی۔۔" وہ تھوک نگلتے ہوئے بمشکل ہی بول پایا تھا۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ آجائے گی؟؟؟" سامعیہ کے سوال پہ اس نے انہیں خوب گھورا۔

سوال بھلے ہی سامعیہ نے کیا تھا لیکن جواب کے منتظر ندیم صاحب تھے۔

"ظاہر ہے۔۔ جب گئی خود ہے تو خود ہی آجائے گی؟؟ ایک تو آپ سب۔۔ شادی میری ٹوٹی ہے اور مجھ ہی پہ شک۔۔۔" وہ غصہ سے بولا اور اپنے پیروں کو پٹختے ہوئے وہاں سے باہر نکل آیا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟؟؟" ندیم صاحب اسکے ردِ عمل پہ حیران رہ گئے۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے اسکا۔۔اور کچھ نہیں۔۔" وہ زیرِ لب بولیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ کمرے سے باہر آیا۔لان میں آتے ہی اس نے پینٹ کی جیب سے فون نکالا اور اسے فون کیا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟؟؟ بولا تو ہے کہ شام میں فون کروں گا۔۔" وہ سخت برہم مزاجی سے بولا۔

"شاہ ویز۔۔۔ یہ تم کس انداز میں بات کر رہے ہو؟؟ کیا ہوا ہے؟؟" اسکی آواز حلق میں ہی دب کر رہ گئی تھی۔

"پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کروادی ہے ان لوگوں نے۔۔" وہ زہر آلود لہجے میں بولا۔

"پولیس۔۔۔" اسکی آواز کانپنے لگی۔

"ہاں۔۔پولیس۔۔برائے مہربانی۔۔اپنا نمبر آن کرنے کی غلطی نہ کرنا۔۔پلیز۔۔پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں یہ تمہیں۔۔کیونکہ انہیں ایسا لگتا ہے کہ تمہیں کسی نے کڈنیپ کیا ہے۔۔اور ابا نے تو کہا کہ۔۔وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ہم میں سے کسی نے اسکی کوئی بات نہیں سنی۔۔۔ہو سکتا ہے وہ کسی مصیبت میں ہو۔۔"

اسکی بات سن کر اسکی آنکھوں میں آئے آنسو ٹپ ٹپ اسکی آنکھوں سے بہنے لگے۔

"اور پاپا؟؟؟" وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"انہیں تو چپ سی لگ گئی ہے۔۔۔" وہ تھوڑا نارمل ہوا۔

"شاہ ویز۔۔ اب کیا کریں؟؟؟ پلیز تم آجاؤ یہاں۔۔ تم نے تو کہا تھا کہ ایسا ویسا کچھ بھی نہیں ہو گا۔۔ تو اب یہ۔۔۔" وہ کمزور پڑ چکی تھی۔

"میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ آسکوں۔۔ میں سب سنبھالتا ہوں یہاں۔۔ تم پلیز۔۔۔ خود کو ریلیکس رکھو۔۔ جب تک میں فون نہ کروں۔۔ مجھے فون نہ کرنا پلیز۔۔۔۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور فون رکھ دیا۔

اسکی طرف سے بتائی جانے والی ہر بات اسکے ذہن میں گھوم رہی تھی۔ اس نے پہلے سوچا کہ وہ تابینہ کو کال کرے لیکن چاہ کر بھی نہ کر سکی۔ آخر اسکے ذہن میں جنت کا نام آیا۔

ویسے بھی جنت سے بات کیے اسے کافی دن ہو گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پچھلے کئی دنوں سے اسکی اس سے بات نہیں ہوئی تھی۔ جب جب اسکے نمبر پہ کال کرتی، نمبر بند ہی آتا۔ اسکے لیئے یہ بات کافی تشویشناک تھی۔ اس سے بات کیے بناء اسکا دن نہیں گزرتا تھا۔ ہر شام وہ اپنے پورے گزارے ہوئے دن کا حال اس سے کہتی تھی۔ لیکن اب وہ کہاں تھی؟ کس حال میں تھی؟ اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ گھر کے نمبر پہ کال کرتی تو سب کو معلوم ہو جاتا کہ وہ ابھی بھی مہر کے ساتھ رابطے میں ہے۔

چاروناچار اسے تابینہ کو کال کرنا ہی پڑی، جہاں سے اسے معلوم پڑا کہ وہ گھر سے بھاگ چکی ہے۔ "مہر گھر سے بھاگ سکتی ہے؟؟" یہ بات ہضم کرنا اسکے لیئے ناممکن سا تھا۔ "وہ کس کے ساتھ بھاگی ہے؟" یہ سوال اسے کسی صورت سکون نہیں لینے دے رہا تھا۔ آخری مرتبہ جب اسکی اس سے بات ہوئی تھی، تب وہ شاہ ویز کے ساتھ اپنی شادی کی بات کو لے کر کافی پریشان تھی۔

علی الصبح نماز کی ادائیگی کے بعد وہ جہانگیر کے لیئے کافی بنانے کچن میں گئی تو اسکے موبائل پہ رِنگ ہوئی۔ موبائل بار بار بجا تو جہانگیر نے اسکا فون اٹھایا اور کچن میں لے گیا۔

"پاکستان سے کسی کی کال ہے تمہارے لیئے۔۔" اس نے موبائل اسے پکڑایا۔

"پاکستان سے؟؟" وہ زیرِ لب بولی۔

اس نے فون اٹھایا تو دوسری طرف اسکی آواز سن کر وہ ششدر رہ گئی۔

"مہر۔۔" وہ سکتے میں آ گئی۔

جہانگیر نے اسے اشارۃََ وہاں سے جانے کے لیئے کہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پچھلے کئی دنوں سے جنت مہر کو لے کر پریشان ہے۔

وہ اسکے سامنے سے اوجھل ہوئی تو وہ کافی بنانے میں مصروف ہوا۔

"کہاں تھی تم؟؟ جانتی ہو کتنی کالز کیں میں نے تمہیں۔۔۔" اس نے بے حد پریشانی سے استفسار کیا۔

"جنت۔۔" وہ نمی والے انداز میں بولی۔

"جو سب کہہ رہے ہیں۔۔ کیا واقعی سب سچ ہے؟؟" اس نے بلا تاخیر سوال کیا تو دوسری طرف سے گہری خاموشی تھی۔

"کس کے ساتھ؟؟؟" اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"شاہ ویز۔۔" اس نے ایک لفظ میں جواب دیا۔

"مہر یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟؟ ہوش میں تو ہو؟؟؟" اس نے ابھی ایک منٹ پہلے جو اسے بتایا تھا، وہ سن کر جنت کا دماغ سٹپٹا سا گیا۔

"اسکے علاوہ اور کوئی آپشن بھی تو نہیں تھا۔۔" وہ بے انتہا لاچاری اور کمزوری سے بولی۔

"واہ۔۔ صدقے جاؤں تمہارے۔۔ اسکے ساتھ نہیں رہ سکتی۔۔ لیکن اسکے ساتھ بھاگ سکتی ہو۔۔ حد ہے مہر۔۔" جنت کا جی چاہا کہ وہ فون میں ہی ایک گھونسا اسکے منہ پہ مار دے۔

"جنت۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کیا کروں؟؟ وہ بتا رہا تھا کہ تایا ابا اور ابا مجھے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں۔۔" اسکی آواز لرز رہی تھی اور آنکھوں سے بارش کی صورت آنسو بہنے لگے تھے۔

"جینی۔۔ پلیز۔۔" اسکی آواز حلق میں ہی دب کر رہ گئی۔

میلوں دور فاصلے پہ بھی وہ اسکی سسکیوں کو محسوس کر سکتی تھی۔

"مہر۔۔ تم دونوں نے بہت غلط قدم اٹھایا ہے۔۔"

"تبھی تو نکلنا چاہتی تھی ان لوگوں سے۔۔" وہ رو رو کر بے حال ہو چکی تھی۔

"بے وقوفی کی ہے تم نے۔۔ چاہے جیسا بھی تھا۔۔ وہ لوگ تمہارے اپنے تھے۔۔"

"میں نہیں مانتی ان لوگوں کو اپنا، اپنا۔۔ نہیں مانتی۔۔ میں نے ہر ایک سے بات کرنے کی کوشش کی۔۔ سب کو بتانا چاہا لیکن کسی نے میری ایک نہ سنی۔۔ وہ کیا سمجھتے ہیں کہ میرے ساتھ بھی تمہارے جیسا سلوک کریں گے ؟؟ اور شاہ ویز نے تو میرا ساتھ دیا ہے۔۔" وہ چیخ چیخ کر بولی تو جنت کو اس پہ اور غصہ آیا۔

"بس کرو۔۔ اپنی بے وقوفی کو زیادہ جسٹی فائی کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ یہ ساتھ دینا کوئی ساتھ دینا نہیں ہوتا۔۔ اسکے ساتھ بھاگ کر فیصل آباد آنے سے بہتر تھا کہ تم اس سے شادی کر لیتی۔۔"

مہر سسکیاں بھرتے ہوئے رہ گئی۔ اس نے بمشکل ہی اپنا سانس بحال کیا۔ اسکی سسکیوں کی آواز اس تک صاف پہنچ رہی تھیں۔ ☆☆☆☆☆☆

"پھر سے وہی سب دہرایا جا رہا ہے۔۔ پھر سے زیتون ہاؤس میں عزت کی دھجیاں بکھریں گی۔۔ پھر سے۔۔" وہ اپنی لاٹھی کا سہارا لیتے ہوئے اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھیں۔

"کیا منہ دکھاؤ گی زیتون بیگم سب کو؟؟ جنت کو تو بغاوت سے روک لیا، لیکن مہر۔۔ اس نے تو تمہیں کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی۔۔ اگر وہ نہ ملی تو کیا منہ دکھاؤ گی سب کو؟؟ کیا؟؟" ان کا اپنا ضمیر ان سے باز پرس کر رہا تھا۔ عزت کی دھجیاں بکھرنے کے خوف سے ان کے ماتھے سے پسینہ بہنے لگا، جسے وہ بار بار اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہی تھیں۔

لاٹھی جیسے مضبوط سہارے کی گرفت انکے ہاتھ سے کمزور ہوتی گئی اور وہ کرسی پہ آ کر ڈھے گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"جنت۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کیا کروں؟؟ وہ بتا رہا تھا کہ تایا ابا اور ابا مجھے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں۔۔"

مہر سے گزشتہ روز ہوئی بات نے اسے الجھا کر رکھ دیا تھا۔ اسکا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ نہ تو وہ جہانگیر سے ٹھیک سے بات کر رہی تھی اور نہ ہی اس نے فون پہ کسی سے بات کی تھی۔

وہ کافی دیر اسکے پاس بیٹھا رہا لیکن اس نے اس سے کسی قسم کی کوئی بات نہ کی۔ اسے ایسا گمان ہوا کہ اسے یہ احساس ہی نہیں کہ اسکے علاوہ اسکے بیڈ روم میں جہانگیر بھی موجود ہے۔

"پاکستان میں کچھ ہوا ہے؟؟" آخر اس نے اس سے سوال کیا۔

"ن۔۔نن۔۔نہیں۔۔کچھ نہیں۔۔۔" وہ اپنے خیالوں سے نکلی اور اپنی آنکھوں کو مَلتے ہوئے بولی۔

"تم چاہو تو مجھ سے شئیر کر سکتی ہو۔۔۔" وہ اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

اس نے خاموشی سے اسکے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ مزید بولا۔

"جانِ جانو۔۔۔ مجھ سے نہیں کہو گی تو کس سے کہو گی؟؟ ہو سکتا ہے میں تمہاری ہیلپ کر سکوں۔۔"

"وہ۔۔ مہر۔۔ وہ اصل میں۔۔ اسکا فون آیا کہ۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کر پاتی جہانگیر کے فون پہ بیل ہوئی۔

"شماز۔۔۔" وہ زیرِ لب بولا۔

اسکے فون اٹھاتے ہی شماز کی طرف سے دی جانے والی خبر سے اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"کیا؟؟ کب؟؟ کب ہوا یہ؟؟؟"

اس کے منہ سے سننے والے ان لفظوں نے جنت کو بیقرار کر دیا تھا۔ اس نے اشارۃََ جہانگیر سے پوچھنا چاہا جو فون پہ شماز سے بات کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ میں کچھ کرتا ہوں۔۔ ڈونٹ وری۔۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا اور فون رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟؟ سب ٹھیک تو ہے؟؟" اسکا دل دہلنے لگا۔

"جنت۔۔ کیا ہمارا رشتہ ایسا ہے کہ تم مجھے اپنے سے منسلک کسی چیز کے بارے میں نہیں بتا سکتی؟؟ کیا میں تمہاری زندگی میں اہم نہیں ہوں؟؟" اسکے سوالوں میں دکھ صاف اور واضح جھلک رہا تھا۔

"نہیں۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔ شماز بھائی نے کیا کہا؟؟" وہ اہم بات پہ آئی۔

"تمہارے لیئے میں اتنا اہم ہوں کہ میرے لیئے تم اپنی اماں بی کے پاس نہیں جاسکتی؟؟" وہ ذو معنی الفاظ میں بولا، جسے وہ سمجھ نہ سکی۔

"سن چکا ہوں، جو تم مہر سے کہہ رہی تھی۔۔" "کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں آسکتی۔" اسکی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

وہ اب بھی اسکی بات کو سمجھ نہ سکی۔

"لیکن۔۔ میرے لیئے۔۔ تم اور تمہاری خوشی اہم ہے۔۔ اس لیئے تم کچھ دن کے لیئے اپنی اماں بی کے پاس ہو آؤ۔۔"

اب کے اسکی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا تھا۔

"اماں بی۔۔ کیا ہوا انہیں؟؟" وہ بے اختیار بولی۔

"وہ تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں۔۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ۔۔" اسکے ادھورے الفاظ اسکے دل پہ قیامت کی صورت برسے تھے۔

وہ زار و قطار رونے لگی۔

"بے فکر رہو۔۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔ کل ہی تمہاری ٹکٹ کنفرم کرواتا ہوں۔۔" اس نے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تسلی دی۔

"اور آپ؟؟" وہ روتے روتے بچوں کی طرح بولی۔

اسکی سادگی کا تو وہ شروع دن سے ہی دیوانہ تھا۔

"میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔۔ ہمیشہ۔۔" اس نے اسکی آنکھوں سے زار و قطار بہنے والے آنسوؤں کو بے پناہ محبت سے صاف کیا۔

"ابھی کام کا بہت برڈن ہے۔۔ اسلیئے شاید میں نہ جا پاؤں۔۔ لیکن تمہارا جانا ضروری ہے۔۔ میں بہت جلد آجاؤں گا۔۔"

اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھا، جو کسی صورت خشک نہیں ہو رہی تھیں۔

"اور ویسے بھی۔۔ میں تو تمہارے ساتھ ہوں ہی۔۔ ہمیشہ۔۔" اس نے اسے ہنسانے کی کوشش کی لیکن وہ نیم انداز میں صرف مسکرا ہی پائی تھی۔ جو خبر اسے دی گئی تھی اس میں وہ کیسے مسکرا سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح اسکی پلین کی ٹکٹ کنفرم ہوئی اور دوسرے روز وہ پاکستان میں آموجود ہوئی۔ پاکستان ائیر پورٹ پہ پہنچتے ہی اس نے سب سے پہلا کام فیصل آباد والے گھر کے "پی ٹی سی ایل والے نمبر پہ فون" کرنے کا کیا۔

بیل بار بار بج رہی تھی لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ جس سے اسکی پریشانی میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں ایک گاڑی اسکے پاس آ کر اس انداز میں رکی کہ اسکے ہاتھ سے اسکا موبائل گرتے گرتے بچا۔

اندر موجود شخص اسے ظالم اور جابر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی اسکی نگاہیں اس سے چار ہوئیں تو اسے اندازہ ہوا کہ گاڑی کے اندر بیٹھا شخص آخر ہے کون؟

وہ گاڑی سے باہر آیا اور اسکا سامان گاڑی کی ڈکی میں پھینکتے ہوئے اپنی سیٹ پہ آموجود ہوا۔ اسکے اس ردِ عمل پہ تو وہ ہکی بکی رہ گئی۔ اسکا ویلکم اس انداز میں ہو گا اسے اندازہ نہیں تھا۔

"اماں بی کیسی ہیں؟؟ کیا ہوا ہے انہیں؟؟" گاڑی کی پچھلی نشست پہ بیٹھتے ہی اس نے اسکا حال پوچھنے کی بجائے یہ سوال کیا۔

"ہارٹ اٹیک۔۔" اس نے ایک لفظ میں جواب دیا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

"کیا؟؟ کیسے ؟؟ ایسا بھی کیا ہو گیا کہ۔۔۔" وہ بے اختیار بولی۔

"ہسپتال جا کر خود پتہ کر لینا۔۔" اس نے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

"مہر آ گئی واپس ؟؟"

اسکے سوال پہ وہ بوکھلا سا گیا کہ اسکا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا۔ اسکی حالت کے پیشِ نظر جنت طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

اسکی طنزیہ مسکراہٹ وہ فرنٹ مِرر سے دیکھ سکتا تھا۔ "کیسے جانتی ہو تم یہ سب ؟؟ "

"تسلی سے گاڑی چلاؤ۔ پہلے اماں بی سے ملنا ہے مجھے۔۔۔ پھر تمہیں دیکھتی ہوں۔۔" وہ بڑے سکون سے بولی لیکن اسکے دھمکی آمیز لہجے سے وہ خوفزدہ ہو کر رہ گیا تھا۔

ہسپتال پہنچتے ہی اس نے اماں بی سے ملاقات کی اور باقی سب گھر والوں سے بھی ملی۔ اسکا چہرہ دیکھنا ہی تھا کہ اماں بی کی حالت میں بہتری آنے لگی، جسکی وجہ سے گھر کے سبھی افراد مطمئن ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ہسپتال کے لان میں علینہ کے برابر میں بیٹھی، اسکی طرف سے دی جانے والی ہر بات پہ افسوس کرتی رہ گئی۔

"مہر یہ قدم اٹھائے گی۔۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا۔۔"

"بھابھی۔۔ اس نے آپ سے بھی کچھ نہیں کہا؟؟" جنت کے سوال پہ علینہ مایوسی سے بولی۔

"نہیں۔۔ کچھ بھی نہیں کہا۔ لیکن وہ پریشان ضرور تھی۔۔ مجھے لگا کہ یہ سب نیچرلی ہے۔۔ شادی سے پہلے تو ایسا ہوتا ہی ہے۔۔ ابھی کچھ دن پہلے تابینہ پوپھو ساتھ جاکر شادی کی شاپنگ کر کے آئی ہے۔۔"

"گھر میں کسی کو نہیں پتہ؟؟" اس نے علینہ کی طرف بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ظاہر ہے۔۔ کسی کو پتہ ہوتا تو ہم اسے اٹھانے دیتے یہ قدم؟؟؟"

"بھابھی۔۔ گھر میں ہی ہے ہم سب کا مجرم۔۔۔" آخر وہ بول ہی پڑی۔

"کون۔۔" علینہ نے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"وہی۔۔ جس سے اسکی شادی ہونے جارہی تھی۔۔" اس نے صاف اور واضح انداز میں اس سے کہا۔

"کیا؟؟ جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟؟؟"

"جی۔۔اچھے سے جانتی ہوں۔۔اور یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ انسان خود کو بچانے کے چکر میں اسے بے آبرو کرنے پہ تُلا ہے۔۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اَن بلیوایبل۔۔ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟؟شاہ ویز۔۔شاہ ویز کیوں کرے گا یہ سب؟؟"

"بھابھی۔۔وہ چاہتا ہی نہیں تھا اس سے شادی کرنا۔۔اس نے ایک یہی کام ہی نہیں کیا بلکہ میری زندگی کے ساتھ ہوئے ہر حادثے میں اسی کا ہاتھ ہے۔۔" اس نے ذرا تفصیل سے کہا تو علینہ نے تفشیشی انداز سے اسے دیکھا۔

جنت نے الف سے لے کر یے تک اسے ساری کہانی جوں کی توں بیان کر دی۔جسے سن کر علینہ کی حیرانگی قابل دید تھی۔ورنہ اسے تو لگتا تھا کہ شاہ ویز جیسا انسان بے حد معصوم اور شریف ہے۔

"جنت۔۔اسے بولو کہ وہ ابھی اور اسی وقت وہاں سے نکل کر آئے۔۔"

"کیسے کہوں بھابھی؟؟وہ فون ہی نہیں اٹھا رہی۔۔اور اسکا اپنا نمبر تو کب سے بند ہے۔۔" جنت رونے والے لہجے میں بولی۔

"اور کوئی طریقہ نہیں کیا؟؟؟ جنت اماں بی کی حالت بہت خراب ہے۔۔ مہر کی طرف سے دیے جانے والے صدمے نے انکی کمر توڑ دی ہے۔۔ انہوں نے خود کو بہت مضبوط دکھانے کی کوشش کی۔۔ لیکن کل صبح انکی طبعیت بگڑ گئی۔" علینہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"بہت پیار کرتی ہیں تم دونوں سے۔۔ تمہیں دیکھ کر تو انہیں سکون آ ہی گیا ہے۔۔ لیکن جب تک مہر کو نہ دیکھ لیں گی انہیں سکی صورت سکون نہیں ملے گا۔۔"

علینہ کی باتیں سن کر وہ بھی دل پسیج کر رہ گئی۔

"میں شماز سے کہوں؟ وہ وہاں جا کر اسکا پتہ کریں؟؟ یا ماموں سے کہوں؟؟" اسکے ذہن میں اچانک سے ترکیب آئی۔

"نہیں۔۔ نہیں بھابھی۔۔۔" اس نے قطعیت سے کہا۔ "ایسے تو پریشانی اور بڑھ جائے گی۔۔"

"تو پھر؟؟ اس تک یہ خبر پہنچنا بے حد ضروری ہے کہ اسکے پیچھے کیا کہرام برپا ہو گیا ہے؟"

"میں کچھ کرتی ہوں۔۔ لیکن آپ پلیز شاہ ویز سے کچھ نہیں کہیں گی۔۔ اسے پتہ چل گیا تو وہ۔۔" وہ ادھوری بات کرتے ہوئے اسے ساری بات سمجھا گئی تھی۔

"بے فکر رہو۔۔ لیکن جنت۔۔ پلیز۔۔ کچھ کرو۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کل رات سے وہ بیسوں مرتبہ جنت اور شاہ ویز کا نمبر ڈائل کر چکی تھی، لیکن دونوں میں سے کسی کا نمبر نہیں لگ رہا تھا۔ جب نمبر ڈائل کرتی تو دوسری طرف سے صرف ایک "بیپ" سنائی دیتی اور کال منقطع ہو جاتی۔ وہ جان چکی تھی کہ فون خراب ہو چکا ہے۔ لیکن کیا کرے؟ کیسے رابطہ کرے؟ یہ سوچ سوچ کر اسکا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ نمبر آن کرنے کا سوچتی تو شاہ ویز کی طرف سے سنائی جانے والی خبر سے اسکا منہ کلیجے کو آجاتا۔

"پولیس میں رپورٹ درج کروادی ہے۔"

"نمبر آن کروں یا نہ؟؟ پولیس نے اگر میرے موبائل کی لوکیشن ٹریس کرلی تو؟؟"

ان سب وسوسوں سے اب اسکی طبعیت خراب ہونے لگی تھی۔

دوسری طرف جنت علینہ کو تسلی تو دے چکی تھی کہ وہ جلد از جلد کچھ نہ کچھ کرتی ہے لیکن کیسے؟؟ کیسے ہو گا سب؟ وہ اس الجھن سے خود کو نکالنے سے قاصر تھی۔ ہسپتال کے لاؤنج میں وہ ٹہل رہی تھی اور اسکا دماغ بھی کسی ترکیب کو سوچنے میں مکمل طور پہ حرکت میں تھا۔ تبھی اسکے ذہن میں ماضی کی کچھ جھلکیاں گردش کیں۔

"وہ بھی تو فیصل آباد والے گھر پہ گیا تھا۔۔شاہ ویز کے ساتھ ڈنر وہیں تو کیا تھا۔۔" وہ خود سے زیرِ لب بولی۔

ایک ترکیب ذہن میں آئی تو تھی لیکن اس ترکیب پہ عمل کرنا انتہائی مشکل کام تھا۔

"اس سے رابطہ۔۔۔" وہ خود سے اتنا ہی بول پائی تھی مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے خیال کو جھٹکا۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔بالکل بھی نہیں۔۔۔"

اسکے ذہن میں اپنے ہی کہے لفظ گونجے۔

"اب حرام ہے اسکا ذکر کرنا بھی۔"

"گھر کی عزت بچانے کی خاطر۔۔مہر کو واپس لانے کی خاطر۔۔ تمہیں یہ کرنا ہو گا۔۔"

مگر ایک دل کی آواز ایسی بھی تھی جس نے اسے اس سے رابطہ کرنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"تم کون سا اس سے محبت میں اسے کال کرو گی؟؟ مدد ہی تو مانگنی ہے۔۔ایک وہی ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے۔۔اب کہ شاہ ویز پہ بھروسہ کرنا بے کار ہے۔۔جبکہ تم اسکی ساری اصلیت جان چکی ہو۔"

وہ اپنے ہی فیصلے پہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

رات گئے تک وہ اپنے ہی کیے گئے فیصلے سے الجھتی رہی۔ "کیا کروں؟؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

اس نے اسے کال کی لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ کوئی دو تین دفعہ کال کرنے کے بعد وہ سمجھ چکی تھی کہ یہاں سے بھی مدد ملنے کا کوئی چانس نہیں۔

دوسری طرف وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر بے سود ہو کر غنودگی کی حالت میں بستر پہ لیٹا تھا۔ چارجنگ پہ لگا فون بار بار روشن ہوتے دیکھ کر چاروناچار اسے بستر پر سے اٹھنا ہی پڑا۔

"اس وقت؟ کون ہو سکتا ہے؟؟" اس نے خود سے سوال کیا اور موبائل کی جانب بڑھا۔

موبائل ہاتھ میں لیتے ہی اسکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئیں۔

"جنت۔۔" اسکے دل کی دھڑکنیں تیز، بہت تیز ہونے لگی تھیں۔

"اس وقت۔۔ اور پاکستان کا نمبر۔۔۔" اس نے خود سے سوال کیا۔

ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ فون دوبارہ سے بجا۔ اس نے پہلی کال پہ ہی فون ریسیو کیا۔

دوسری طرف سے گہری خاموشی تھی۔

"کون؟؟؟" اس نے ڈرتے سہمتے سوال کیا۔

کون کہے جانے پہ اسکا خون کھول اٹھا تھا۔ "جنت جہانگیر بات کر رہی ہوں۔۔" وہ ذرا پر اعتمادی سے بولی۔

اسکی آواز سن کر اسکے بے چین دل کو قرار سا مل گیا۔ لیکن اسکے نام کے تعارف پہ اسکا دل پارہ پارہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟؟" اسکے آواز میں موجود لغزش کو وہ فون پہ بھی محسوس کر سکتی تھی، تبھی وہ اہم مدعے پہ آئی۔

"کچھ کام تھا آپ سے۔۔"

"کہو۔۔" اس نے ایک لفظ میں جواب دیا۔

"فیصل آباد والے گھر کا تو پتہ ہے نا آپکو۔۔"

"ہاں۔۔ جانتا ہوں۔۔ میرے ہاسٹل سے بیس منٹ کی ڈرائیو پہ ہے۔۔ لیکن تم۔۔۔ میرا مطلب۔۔ تم ٹھیک تو ہو؟ کچھ ہوا ہے کیا؟؟"

"مہر۔۔ مہر وہاں پہ ہے۔۔ اکیلی۔۔" اسکی بے قراری دیکھ کر وہ فوراََ سے بولی۔ کیونکہ اسکی اپنے لیے پرواہ دیکھ کر اسکا دل اسکے لیئے نرم پڑے، وہ یہ نہیں چاہتی تھی۔

"مہر؟؟" اب کے اسکا دماغ سٹپٹا سا گیا۔

"وہ وہاں ؟؟ کیوں ؟؟ مجھے پوری بات بتاؤ۔۔ تسلی سے۔۔" وہ بیڈ پہ آ بیٹھا۔

اسکی طرف سے بتائی جانے والی ایک ایک بات پہ اسکے دماغ کی بتیاں روشن ہو رہی تھیں۔ مہر اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہے ؟ اسکے لیئے یہ سوچنا بھی محال ہو رہا تھا لیکن ایسا سننا بلاشبہ حیرانگی کی بات تھی۔ جیسے جیسے وہ اسے ساری بات بتاتی جا رہی تھی، اسے شاہ ویز پہ بے انتہاء غصہ آ رہا تھا۔ اس سے بھی زیادہ غصہ اسے مہر پہ آ رہا تھا، جس نے بناء سوچے سمجھے بے وقوفی کا کام کر دیا۔

اس نے فون رکھا تو وہ گہری سوچ میں محو ہو گیا۔ کہ کیسے وہ اس ساری صورتحال کو سنبھالے۔ ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اسکی طرف سے واٹس ایپ پہ وائس میسج موصول ہوا۔

"میں جانتی ہوں کہ یہ بہت رِسکی ہو گا آپکے لیئے۔۔ لیکن اگر آپ میرے اس مشکل وقت میں میرا ساتھ دیں گے تو آپکا یہ احسان جنت جہانگیر کبھی نہیں بھولے گی۔" اسکی آواز میں اذیت اور التجا کی ملی جلی آمیزش نے اسکے جنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اپنی جگہ سے فوراََ سے اٹھا اور گاڑی کی چابی دراز میں سے نکالتے ہوئے شرٹ کی جیب میں ڈالی۔ اور اپنی منزل پہ نکل گیا۔

پندرہ بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ گھر کے باہر آ موجود ہوا۔ رات کے قریب گیارہ بجے وہ اسکے گھر کے سامنے اپنی گاڑی میں موجود اندر جانے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"دروازہ ناک کروں؟؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ایسے تو وہ کبھی بھی میری بات نہیں سنے گی۔۔" اس نے گویا خود کو جواب دیا۔

"کیا کیا جائے؟؟ پیزا۔۔ڈلیوری۔۔" اس نے موبائل نکالا اور پیزا ڈلیوری کو کال کی۔

اب وہ گاڑی میں کھڑا پیزا ڈلیوری کا انتظار کر رہا تھا۔ کوئی پندرہ، بیس منٹ بعد وہ وہاں آموجود ہوا۔ اس سے پہلے وہ گھر کی بیل بجاتا، سجیل فوراََ سے گاڑی سے باہر نکلا۔

"جی۔۔میں نے پیزا بک کروایا تھا۔۔شاہ ویز۔۔" اس نے ساتھ ہی ساتھ، جس نام سے ڈلیوری کا کہا، اسی سے اسے اپنا تعارف کروایا۔

اس نے اسے پیزا اتھمایا، جسے اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کی فرنٹ سیٹ پہ رکھا۔

اسکی اس حرکت پہ پیزا ڈلیوری بوائے کے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں سی پڑ گئیں۔ اب کے وہ رقم کے لئے اسکا منہ دیکھنے لگا۔

"ایک۔۔ایک منٹ بھائی۔۔ آپ یہاں رکیں گے؟؟ اپنی بائیک پہ ہی؟؟ وہ میرے پاس اصل میں چینج نہیں۔۔تو میں آپکو گھر سے لا کر پے منٹ کرتا ہوں۔۔" اس نے بہانہ گڑھا اور گھر کی بیل بجائی۔

دوسری طرف بیل بجنے پہ اسکے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں اور آنکھیں باہر کو آنے لگیں۔

"پولیس۔۔۔" اسکے کانپتے ہونٹوں سے نکلا۔

وہ لاؤنج سے ہوتے ہوئے فوراً سے لان میں آئی۔ رورو کر اسکا برا حال ہو چکا تھا۔

"ایکسکیوز می۔۔ پیزا ڈلیوری بوائے ہوں۔۔ شاہ ویز سر نے آرڈر بک کروایا ہے۔۔" گیٹ کے نیچے سے وہ اسکے قدموں کو دیکھ چکا تھا، تبھی وہ آواز بدل کر بولا۔

"نہیں چاہیئے۔۔۔" اس نے دروازے میں موجود مرر سے دیکھا تو بائیک کے پاس پیزا بوائے کھڑا نظر آیا۔

"دروازہ کھولو۔۔ پلیز۔۔۔۔" اب کے وہ اپنی آواز میں بولا۔

"کون؟؟ میں آپکو نہیں جانتی۔۔" اس نے ذرا آہستگی سے پوچھا۔

اس نے مرر سے دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"سحیل۔۔۔ اور پلیز۔۔ اب دروازہ کھول دو۔۔ جانتا ہوں مہر۔۔ یہ تمہی ہو۔۔ سو پلیز۔۔ خدا کا نام ہے۔۔" اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور دروازے کے سامنے آیا۔

پیزا ڈلیوری بوائے بائیک پہ بیٹھا، یہ سب بڑے انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

"بھائی کیا بات ہے ؟؟ آپ تو۔۔۔"

بیوی ہے میری۔۔ناراض ہے۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ اور پوچھتا، سجیل نے اسے پانچ سو کی بجائے ہزار کا نوٹ تھما کر اشارۃََ وہاں سے جانے کا کہا۔

"کوئی مسئلہ ہے تو کہیئے ؟؟ میری ہیلپ چاہیئے تو۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ جتنی ہیلپ چاہیئے تھی۔۔ آپ کر چکے۔۔۔" وہ زور دے کر ذرا سختی سے بولا تو پیزا ڈلیوری بوائے نے اپنی بائیک وہاں سے گھمائی۔ اور وہاں سے آناََ فاناََ غائب ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ابھی تک اس نے بتایا نہیں کچھ۔۔ اب تک تو بتا دینا چاہیئے تھا۔ یا اللہ سب خیر ہی ہو۔۔ مہر وہاں نہ ہوئی تو۔۔۔" اسکے دل میں ہول اٹھنے لگے۔

"آپی۔۔۔ کچھ چاہیئے تو بتایئے۔۔" ایمل نے اسے لان میں ٹہلتے دیکھا تو سوالیہ بولی۔

"کافی کا ایک کپ بنا دو مجھے۔۔" وہ تھکن سے چور ہو کر بولی۔

"ام م م۔۔۔" ایمل کچن میں جاتے جاتے رکی۔

"کیا ہوا؟؟ کچھ کہنا ہے؟؟" جنت اسکے رکے قدموں کو سمجھ چکی تھی، تبھی سوالیہ بولی۔

"آپی۔۔ اماں بی ٹھیک تو ہو جائیں گی نا؟؟" اسکی آنکھوں میں نمی واضح جھلک رہی تھی۔

جنت نے اسے فوراً گلے سے لگایا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ بے فکر رہو۔۔"

"مہر آپی نے کیوں کیا ایسا؟؟ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ دعا کریں نا وہ آجائیں۔۔ دیکھیں اماں بی کے بغیر گھر کتنا خالی سا ہے۔۔۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا ایمل۔۔ میری جان۔۔" جنت نے اسے اپنے سے الگ کیا اور اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے دلاسہ دیا۔

"اچھا میں آپکے لیئے کافی لاتی ہوں۔۔" اس نے خود کو نارمل کیا اور وہاں سے چلی گئی۔

کئی دیر تک وہ اسکے کہے گئے لفظوں کو سوچتی رہی۔

"واقعی مہر۔۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ تمہارے اس ایک غلط قدم کی وجہ سے پورا گھر ٹینشن میں ہے۔۔"

****

دوسری طرف وہ اسکے سامنے کھڑا اسے غصہ سے گھور رہا تھا۔

"کوئی اندازہ ہے تمہیں کہ تم نے کیا کیا ہے؟؟"

"ٹھیک کیا ہے میں نے۔۔جو کچھ بھی کیا ہے۔۔اور تم۔۔تم بھی جاؤ یہاں سے۔۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولی تو وہ اپنا ہاتھ غصہ سے دباتا ہی رہ گیا۔

"مہر۔۔۔تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں۔۔۔بہتر یہی ہو گا کہ ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ واپس چلو۔۔۔بلکہ تم واپس جارہی ہو میرے ساتھ۔۔" وہ حکمیہ انداز میں بولا۔

"تم ہوتے کون ہو آخر مجھ پہ اپنا فیصلہ امپوز کرنے والے؟؟" وہ خونخوار لہجے میں بولی۔اسکی سرخ آنکھوں سے آنسو زاروقطار بہہ رہے تھے۔

"میں کون ہوتا ہوں؟؟" وہ زخمی انداز سے مسکرایا۔

"میں کون ہوں؟۔مجھے یہ تم جیسی احسان فراموش لڑکی کو بتانا بھی نہیں۔۔ جسے اپنے گھر والوں کی عزت کا ہی پاس نہیں۔۔اس سے میرا رشتہ ہوگا بھی کیوں؟؟" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔اسکے ایک ایک لفظ نے اسکے دل پہ نشتر چبھونے کا کام کیا۔

"بہتر یہی ہوگا کہ اپنا سامان اٹھاؤ۔۔اور میرے ساتھ چلو۔۔" وہ دوبارہ سے بولا لیکن وہ اسکی کہی گئی بات کے زیرِ اثر بت بنی کھڑی رہی۔

اس نے اسکا ہاتھ زور سے پکڑا اور صوفے پہ موجود اسکا بیگ دوسرے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اسے گیٹ کے باہر تک لے آیا۔

وہ پتھر کی صورت بنے اسکے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے فرنٹ سیٹ پہ بٹھایا۔اور خود ڈرائیونگ سیٹ پہ آبیٹھا۔

اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔جبکہ اسکی طرف سے آنسو بہانے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔

"رونا بند کرو۔" اس نے گاڑی میں رکھے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اسے دیا لیکن وہ تھی کہ اسے دیکھنے سے قاصر تھی۔

اس نے ٹشو پکڑا اور اپنی آنکھوں کو صاف کرنے لگی۔

"بھوک لگی ہو گی تمہیں۔۔ کھالو اسے۔۔۔" اس نے پیزے کا ڈبہ اسکے سامنے کیا۔ تو اس نے اپنے ہاتھ سے اسے اشارۃََ منع کیا۔

"مہر۔۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے کچھ نہیں کھایا ہو گا۔۔۔ سو پلیز۔۔۔۔"

اس نے ایک نظر ڈبہ پہ ڈالی اور دوسری نظر اس پہ۔۔ اس نے آنکھوں کے اشارے سے اسے کھانے کے لیئے کہا تو اس نے ڈبہ کھولا۔

دو دن بعد اسکے منہ میں رزق کا نوالا گیا تھا۔ ورنہ وہ صرف پانی پہ ہی گزارا کر رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ پیزا کھاتی جارہی تھی اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوتا گیا۔ اسکا دل اندر ہی اندر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا کہ اسکی ہچکی بندھ گئی۔

سجیل نے ترس کھا کر اسے دیکھا اور لب بھینچ کر رہ گیا۔ اس نے فوراً سے پانی کی بوتل اسکے سامنے کی۔ جسے اس نے آناً فاناً اسکے ہاتھ سے پکڑا اور ایک ہی گھونٹ میں خالی کر دیا۔

کچھ دیر بعد جب وہ تھوڑا سنبھلی تو اس نے اس سے بات شروع کی۔

"مہر۔۔ بہت افسوس ہو رہا ہے مجھے۔۔ ایٹ لیسٹ مجھے تو بتا سکتی تھی؟ کیا اتنا بیگانہ ہو گیا ہوں میں تمہارے لیئے کہ تم اپنی کسی پرابلم میں بھی مجھے حصہ دار نہیں بنا سکتی؟؟ "

اس نے اسے خوب سنائیں لیکن وہ چپ ہی رہی۔ اسے آج بھی اچھے سے یاد تھا کہ جنت کا آخری پیغام دینے کے بعد مہر نے اسے خود کی دوستی سے بھی دستبردار کر دیا تھا۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے؟ مہر؟؟ کیا دوستی توڑ دینے سے اتنی آسانی سے ٹوٹ جاتی ہے؟ کیا ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں حصہ دار بھی نہیں بن سکتے ہم؟؟"

"نہیں۔۔ نہیں بن سکتے حصے دار۔۔ سمجھے۔۔ نہیں بن سکتے۔۔۔" وہ اس پہ زخمی شیرنی کی طرح دھاڑی تھی۔

"محبت میں کافر ہونے والوں سے بھلا کون دوستی رکھ سکتا ہے؟؟ اور ویسے بھی کافروں سے تو دوستی رکھنے سے اللہ نے بھی منع کیا ہے۔۔"

اب کے اس نے اسکی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ آخر کس نے تمہیں یہاں بھیجا؟؟"

"وہی۔۔ جس کی محبت میں کافر ہوا ہوں۔۔ اسی کے کہے کی لاج رکھنے کے لیئے آیا ہوں۔۔" وہ بے حد ٹوٹ چکا تھا۔

باہر سے مضبوط نظر آنے والا سحیل کتنا ٹوٹ چکا ہے یہ اسے، اسکے کہے گئے لفظ، اسے صاف اور واضح بتا رہے تھے۔

"کیا؟؟ اس نے تم سے کہا؟؟" وہ شاکڈ تھی۔

جواباً اس نے اثبات میں گردن ہلائی تو اسکی آنکھوں میں آئے آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے، جسے اس نے تیزی سے اپنی آنکھوں کے کناروں سے رگڑ کر صاف کیا۔

"وہاں سب ٹھیک تو ہے۔۔" اسکے بچگانہ سوال پہ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ تمہارے بھاگنے کے بعد وہاں سب موج میں ہوں گے؟؟ بہت اچھا کام کیا ہے تم نے؟؟؟"

اسکے طنز پہ اس نے رونی صورت بنا کر اسے دیکھا۔

"بھاگی نہیں ہوں میں۔۔ یہاں بھی میرا گھر ہے۔۔ مجھے بس اس سے شادی نہیں کرنی تھی۔۔ اس لیے یہاں چلی آئی۔۔"

سجیل نے مایوس کن نگاہوں سے اسکے چہرے پہ نگاہ ڈالی۔

"اس نے تمہیں استعمال کیا ہے اور بس۔۔ اور یہ گھر سے بھاگنا ہی ہوتا ہے مس مہر نعیم احمد۔۔"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟؟؟" وہ چونکی۔

"مطلب صاف اور واضح ہے۔۔ وہ وہاں خود کو مظلوم ثابت کیے ہوئے ہے۔۔ جسے تم ڈیفنڈ کر رہی ہو اسے تم اور تمہاری زندگی۔۔ اس سب سے اسے کوئی غرض نہیں۔۔" اس نے زور دے کر کہا۔

"لیکن۔۔ اس نے تو کہا تھا کہ وہ میری عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے۔۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے سجیل۔۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی حل تھا بھی نہیں۔۔" اس سے پہلے سجیل کچھ بولتا اس نے مزید کہا۔

"گھر والے بھی ہماری کوئی بات سن نہیں رہے تھے۔۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔۔ مجبور تھی میں۔۔"

"اپنی بے وقوفی کو مجبوری کا نام مت دو مہر۔۔ تم سے اس قدر بے وقوفی کی توقع نہیں تھی مجھے۔۔" وہ مایوسی سے بولا۔

"وہاں وہ خود کو بچا رہا ہے۔۔ خدانخواستہ اگر کچھ بھی ہوتا ہے نا۔۔ تو وہ اپنے پہ بات لے گا ہی نہیں۔۔" اس کی بات سن کر وہ کافی حد تک خوفزدہ ہو کر رہ چکی تھی۔

"نہیں۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ اس نے تائی امی کی قسم کھائی ہے کہ وہ میری عزت پہ حرف نہیں آنے دے گا۔۔ "

اس کی بات سن کر وہ گاڑی چلاتا چلاتا رکا اور کچھ دیر توقف کے بعد اسکی طرف دیکھ کر گہرے انداز سے بولا۔

"مہر۔۔ جب خود پہ بنتی ہے نا تو ساری قسمیں، سارے وعدے اور سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔۔ بھلے ہی اس نے اپنی ماں کی قسم کھائی ہے لیکن وہ اپنی ماں کی نظروں میں گرنے کی بجائے انکی کھائی ہوئی قسم توڑنے کو ترجیح دے گا۔۔ "

اس نے تفصیلی انداز میں کہا اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔

اسکی بات سن کر اس نے مایوسی سے اسے دیکھا اور گاڑی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے شاویز کی کہی ایک ایک بات کو سوچنے لگی۔۔

****

راہِ نجات کہاں؟؟؟

لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے وہ تھک چکی تھی۔ ایمل کی لائی ہوئی کافی پینے کے بعد اسے نیند تو نہیں آئی لیکن اسکی آنکھیں نیند کے بوجھ سے سوجھ ضرور چکی تھیں۔ سامعیہ ممانی جان نے تہجد کے نوافل ادا کیے اور پھر اس سے بات کرنے کے لیئے لاؤنج میں آئیں۔

"کچھ دیر آرام کر لیتی بیٹا۔۔" انہوں نے ذرا محبت سے اس سے کہا۔

"نہیں ممانی جان۔۔ ٹھیک ہوں۔۔ ہسپتال سے خیر خیریت کی خبر آجائے پھر پر سکون ہو کر سوتی ہوں۔۔" وہ آنکھوں کو ملتے ہوئے بولی اور انہیں اپنے پاس بیٹھنے کے لیئے جگہ دی۔

"اللہ پاک بہتر کرے گا۔۔ تمہارے ماموں سے بات ہوئی ہے ابھی۔۔ بتا رہے تھے کہ انکی حالت بہتر ہے، لیکن ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ

انکا بلڈ پریشر کنٹرول میں نہیں آرہا۔۔"

ان کی بات سن کر اسکی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔

"تم نے کال کی گھر؟؟" ان کے سوال پہ وہ چونکی۔

"اوہ۔۔ نہیں۔۔ یاد ہی نہیں رہا۔۔۔ صبح کروں گی۔۔ بلکہ وہ کہہ رہے تھے کہ ڈیڈ مجھے لینے صبح آئیں گے۔۔"

"امم۔۔مم م۔۔" وہ چپ رہیں۔ مگر پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولیں۔

"دعا کرو مہر کہیں سے آجائے بس۔۔۔" ان کی بات پہ اسے یاد آیا کہ اس نے تو ابھی تک سحیل سے پوچھا ہی نہیں کہ مہر اسے ملی کہ نہیں؟ وہ اسے لے کر آ بھی رہا ہے کہ نہیں۔

اس نے فوراََ سے اپنا فون نکالا اور میسج ٹائپ کیا۔

"تمہارے ماموں نے پولیس میں بھی رپورٹ درج کروائی ہے۔۔ تصویر بھی دی ہے۔۔ پولیس کا کہنا ہے کہ وہ جلد ہی مل جائے گی۔"

"پولیس میں رپورٹ۔۔" وہ میسج ٹائپ کرتے کرتے انکی بات سن کر رکی۔

"ہاں۔۔۔بلکہ مجھے تو کسی پہ شک بھی ہے۔۔" وہ ذو معنی الفاظ میں بولیں۔

"کس پہ؟؟" اس نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"اپنے بیٹے پہ۔۔وہ چاہتا ہی نہیں تھا کہ اس سے شادی کرے۔۔ہو سکتا ہے اسی نے اسے۔۔۔" وہ اپنی ہی بات پہ خوفزدہ ہو کر رہ گئیں۔

انکی بات سن کر جنت کو نہ موبائل کا ہوش رہا اور نہ ہی اس بات کا کہ اس نے سحیل سے کچھ پوچھنا تھا۔

"ممانی جان۔۔ آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے؟؟"

"اسکی ایک ایک حرکت صاف بتا رہی ہے۔۔ماں ہوں اسکی۔۔ سمجھتی ہوں اسے۔۔اچھے سے سمجھتی ہوں اسے۔۔بس دعا کرتی ہوں کہ اس سب میں شاہ ویز کا ہاتھ نہ ہو بس۔۔ مہر جہاں بھی ہو بس خود ہی واپس آجائے۔۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا ممانی جان۔۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں بولی۔

اسی اثناء میں اسکے موبائل پہ بیپ ہوئی۔ سحیل کی طرف سے تسلی آمیز میسج تھا۔

"بے فکر رہیں مسز جہانگیر۔۔ ہم آرہے ہیں۔۔"

"بی کیئر فُل۔۔ماموں نے پولیس میں بھی رپورٹ درج کروائی ہے۔۔ اسکی تصویر بھی ہے پولیس کے پاس۔۔"
جنت کی طرف سے موصول ہونے والے میسج نے تو اسکی ہوائیاں اڑادی تھیں۔

"پولیس۔۔۔" وہ زیرِلب بولا۔ سامنے ناکے پہ پولیس کھڑے دونوں کو روکنے کے لیئے اشارہ کررہی تھی۔

"کیا ہوا؟؟؟" اس نے سامنے نظر دوڑائی تو اسکی ہوائیاں بھی اڑسی گئیں۔

"دعا کرو کچھ نہ ہی ہو۔۔"

"تمہارے تایا ابا نے پولیس میں بھی رپورٹ درج کروائی ہے۔۔۔"

"میں نے تو۔۔ میں نے تو موبائل بھی آن نہیں کیا پھر۔۔۔" اسکے منہ سے بمشکل ہی ادا ہوا تھا۔

"تصویر ہے تمہاری ان کے پاس۔۔۔" وہ بھی بوکھلایا ہوا تھا۔

اسے خوف اس بات کا تھا کہ وہ اگر کسی کام میں پکڑا گیا تو راحت اور تابینہ کا رشتہ خطرے میں پھر سے آجائے گا، جو کہ وہ نہیں چاہتا تھا۔

اس نے آناً فاناً اپنے دوپٹے سے اپنے چہرے کو ڈھکا۔ آنسوؤں سے اسکی چادر تر ہو رہی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔بس تم یہ نقاب مت ہٹانا۔۔" اسکی حالت کو وہ اچھے سے محسوس کر سکتا تھا۔ تبھی اس نے اسے دلاسا دیا۔

اس نے اپنے موبائل کو ڈبل لاک گیا اور ناکے پہ موجود پولیس کے کہنے پہ گاڑی روکی۔

"اس وقت کہاں جا رہے ہیں آپ؟؟" انسپکٹر بارعب انداز میں بولا۔

"جی۔۔لاہور۔۔" اس نے فوراََ سے کہا تاکہ ان لوگوں کو تھوڑی تسلی مل جائے۔

"لاہور۔۔" وہ زیرِلب بولا۔

"لاہور میں تو آ چکے ہو؟" اب کے وہ نیم انداز میں مسکرایا اور پھر سوالیہ انداز میں بولا۔

آگے کے کیا ارادے ہیں بادشاہو۔۔۔اور یہ ساتھ میں لڑکی کون ہے؟؟ "

"یہ۔۔" سحیل کا سانس خشک ہو چکا تھا مگر پھر بھی وہ ہمت کرتے ہوئے بولا۔

"میں یونیورسٹی آف لاہور میں پروفیسر ہوں۔۔فیصل آباد پی پی ایس سی کی ڈیوٹی کے لیئے گیا تھا۔۔گھر میں ذرا ایمرجنسی تھی۔۔سو اس وقت آنا پڑا۔۔"

"پروفیسر صاحب۔۔ خوشی ہوئی آپ کے بارے میں جان کر۔۔۔ لیکن ہمیں آپ کی تفصیلات کا اچار یا مربہ نہیں ڈالنا۔۔ جو سوال کیا ہے۔۔ اسکا جواب دیں پروفیسر صاحب۔۔" وہ پہلے تو نرمی سے بولا مگر پھر تیکھے انداز میں اس پہ جھاڑا۔

"محترمہ۔۔ آپ۔۔ برائے مہربانی نقاب ہٹائیے۔۔۔" اب کے وہ مہر سے بولا تو اسکی ٹانگیں خوف سے کانپنے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال میں اماں بی کی حالت میں کچھ بہتری آئی تو تھی لیکن وہ پھر سے مہر کا بار بار پوچھے جا رہی تھیں۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"دیکھیں۔۔ پیشنٹ کی حالت پھر سے خراب ہوتی جا رہی ہے۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کومہ میں چلی جائیں۔۔" ڈاکٹر نے بے حد عجز و انکساری سے تابینہ سے کہا۔

"کیا کروں؟؟ کیا کروں؟؟؟" وہ خود سے سوالیہ بولی۔

"آپ۔۔پلیز۔۔یہ۔۔مہر جو کوئی بھی ہیں انہیں بلوادیں۔۔مریض پہ جتنی مرضی دوائیاں اثر کرلیں لیکن جب تک وہ اس سے بات نہیں کر لیتیں، جسے وہ پکار رہی ہیں ان کی حالت میں بہتری آنا ناممکن سی بات ہے۔۔"

ندیم اور نعیم صاحب کچھ دیر کے لیئے گھر چلے گئے تھے۔اماں بی کے پاس راحت تابینہ اور علینہ ہی تھیں۔

"وہ اسے آنے میں ذرا ٹائم لگے گا۔۔بیرونِ ملک سے جو آنا ہے۔۔"علینہ نے بڑی صفائی سے جھوٹ گڑھا۔

"ہاں تو؟مسئلہ کیا ہے اس میں؟؟آپ انہیں بتادیں کہ وہ آنے والی ہیں۔۔کوئی تو جائے انکے پاس۔۔انہیں بتائے یہ جا کر۔۔ڈاکٹرز کی دوائیوں میں اتنا اثر نہیں جتنا آپ لوگوں کی انہیں تسلی دینے میں ہو گا۔۔۔"ڈاکٹر کے نزدیک انکی خود ساختہ بات بلاشبہ ایک عام سی بات تھی۔لیکن ان کے لیئے یہ کام اتنا ہی محال تھا جتنا ڈاکٹر کے لیئے کہہ دینا آسان تھا۔

"جی۔۔میں چلتی ہوں آپ کے ساتھ۔۔"تابینہ فوراََ سے آگے بڑھی۔

علینہ اور راحت نے یکدم نگاہیں اٹھا کر تابینہ کو دیکھا جس نے ڈاکٹر کے ساتھ ایمرجنسی وارڈ میں جانے کی حامی بھری تھی۔

☆☆☆☆

جنت کے کان میں فجر کی آذان پڑی تو وہ بیڈ پر سے اٹھی۔ "الصلوٰۃُ خیر من النوم" موٴذن کی پکار میں اتنی شیرینی تھی کہ نیند کے غلبے کے باوجود اسے اٹھنا ہی پڑا۔

اس نے موبائل ٹٹولا لیکن سحیل کی طرف سے کوئی ریپلائے نہیں کیا گیا تھا۔ جس سے اسکی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا۔

"یا اللہ۔۔ سب خیر کرنا۔۔ یا اللہ۔۔ مدد کرنا۔۔" وہ پریشانی سے بولی۔

اس نے موبائل ایک سائیڈ پہ رکھا اور وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے لگی۔

"یا اللہ۔۔ خیر رکھنا۔۔" دعا میں ہاتھ باندھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہوا۔

اس کے دل میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ جیسے کچھ برا ہونے والا ہے۔

دعا مانگنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو پیالے کی صورت چھپایا۔ کچھ ان کہی باتیں جو وہ کہہ نہ سکتی تھی، اس نے دل ہی دل میں اللہ سے کیں۔

"سنبھالو اپنی اولاد کو۔۔ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا اس نے مجھے۔۔۔" انہوں نے ایک جھٹکے میں ہی اسکا ہاتھ چھوڑا تو وہ صوفے پہ جا گری۔

نعیم صاحب کی زوردار آواز گھر میں گونجی تو سبھی گھر والے لاؤنج میں آ جمع ہوئے۔

اس نے فوراً سے جائے نماز تہہ لگایا اور دروازہ کھولتے ہی نیچے کی طرف بھاگی۔

نیچے کا منظر صاف اور واضح تھا۔

زیبا کھڑی زاروقطار رو رہی تھی کیونکہ نعیم صاحب اسے ایک سے بڑھ کر ایک باتیں سنانے میں لگے ہوئے تھے۔

"اگر ایسی کوئی بات تھی ہی تو یہ بتاتی ہمیں۔۔ اس کے ساتھ گھر سے بھاگنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟؟" ندیم صاحب نے تلخ انداز میں سوالیہ کہا۔

انکے ہاتھ کا اشارہ صاف سحیل پہ تھا، جسے شماز نے پکڑا ہوا تھا۔

"اب راحت بھائی ہی فیصلہ کریں گے۔۔ اس انسان نے پہلے بھی ہماری عزت کے ساتھ کھیلنے کی کوشش کی اور اب۔۔ پھر۔۔ "

اپنے پہ یہ الزام برداشت کرنا اسکے بس سے باہر تھا، تبھی وہ شماز کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے بولا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جو آپ سب لوگ مجھ پہ ایسے گھناؤنے الزام لگائیں۔۔"

"کچھ نہیں کیا؟؟؟ تمہارے ساتھ پکڑی گئی ہے یہ۔۔۔ اب بھی تم کہتے ہو۔۔کچھ نہیں کیا؟؟"نعیم صاحب خونخوار لہجے میں کہا۔

"مجھے۔۔"جنت کو سیڑھیوں سے اترتا دیکھ کر وہ بات کرتے کرتے رکا۔

"ہاں۔۔بولو؟ ہے کوئی جواب تمہارے پاس؟؟"نعیم صاحب کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ان دونوں کی یہ حرکت انہیں اشتعال دلا رہی تھی۔

مگر وہ تھا کہ جنت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔اگر وہ انہیں سچ بتاتا تو جنت مشکل میں آسکتی تھی۔اسی لیئے اس نے حفظِ ماتقدم چپ رہنا ہی مناسب سمجھا، بھلے ہی وہ اسے کوس رہے تھے۔

شور اسکے کانوں میں پڑا تو وہ تیزی سے بھاگتا ہوا لاؤنج میں آیا۔

"مہر۔۔۔یہاں۔۔"اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اس نے دوسری طرف نگاہیں گھما کر دیکھا تو سجیل کو مجرموں کی طرح گھر والوں کے سامنے کھڑے پایا۔

"میں اس فساد کی جڑ کو ہی ختم کیے دیتا ہوں۔۔" وہ وہاں سے آناً فاناً غائب ہوئے اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔

انکے اٹھتے قدم صاف بتا رہے تھے کہ وہ کوئی سنگین قدم اٹھانے کہ در پہ ہیں۔

"بھائی صاحب۔۔ انہیں سمجھائیں۔۔ اللہ کے لیئے۔۔ میری بیٹی کو بچا لیجیئے۔۔۔" وہ ندیم صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑے گڑ گڑا نے لگی۔

"بھابھی۔۔ آپ ہی کچھ کیجیئے نا۔۔۔" اب کے زیبا سامعیہ کے پاس آئی۔

"تایا ابا۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔ سحیل بے قصور ہے۔۔ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا کہ آپ لوگوں کو شرمندگی ہو۔۔ تایا ابا۔۔ میں مر جاؤں گی لیکن اپنے پہ یہ الزام نہیں برداشت کر سکتی۔۔" وہ زارو قطار رو رہی تھی کہ اسکی ہچکی بندھ گئی۔

"مرنا تو تمہیں ہو گا ہی۔۔ اس گھناؤنے کام کے بعد تمہارا زندہ رہنا ہمارے لیے گالی ہو گا۔۔۔" وہ اپنے کمرے سے باہر آئے۔ انکے ہاتھ میں پسٹل دیکھ کر سبھی آگے بڑھے۔

"کوئی آگے نہیں آئے گا۔۔۔" انہوں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو سب جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔

اسی اثناء میں گھر میں راحت اور تابینہ داخل ہوئے۔ ابھی وہ مرکزی دروازے پہ ہی کھڑے تھے کہ انہیں مہر روتے ہوئے نظر آئی، جس کے ماتھے پہ نعیم نے پسٹل تانی ہوئی تھی۔

"کیا ہے یہ سب؟؟" تابینہ بے پرواہی سے آگے بڑھی۔

"یہ سب تمہارے اس لاڈلے کا کیا دھرا ہے۔۔" نعیم صاحب نے پسٹل سے سجیل کی طرف اشارہ کیا۔

راحت اور تابینہ نے جوں ہی سجیل کو وہاں پایا تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"تم۔۔ یہاں۔۔۔" راحت صاحب کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"نعیم۔۔۔ عقل سے کام لو۔۔ چھوڑو اسے۔۔" ندیم صاحب آگے بڑھے۔

"کیسے چھوڑ دوں اسے؟؟ جس نے مجھے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا؟؟" انکی آواز میں غصہ اور اذیت کی ملی جلی آمیزش تھی۔

"پاپا۔۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔" اب کے وہ ایسے بولی کہ تابینہ کو اس میں اپنا آپ دکھائی دیا۔

اس کے سر پہ موجود کالی چادر زمین پہ جا گری تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"آپ کو تو لگتا تھا کہ یہ کسی مصیبت میں ہو گی۔۔ یہ ایسا ویسا کچھ نہیں کر سکتی۔۔ تو یہ دیکھیئے۔۔ دیکھیئے۔۔ مصیبت میں تو ہمیں ڈال دیا ہے اس نے۔۔۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔" انہوں نے ٹریگر پہ فنگر رکھی۔

"بس کیجیئے۔۔ بھائی صاحب۔۔ بس کیجیئے۔۔۔" وہ فوراََ آگے بڑھی اور انکے ہاتھ کو پوری قوت سے نیچے کیا۔

"وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔۔ ایٹ لیسٹ اسکی بات تو سن لیجیئے۔۔۔ کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟؟ "

انکے ہاتھ میں موجود پسٹل زمین پہ جا گری، جسے شماز نے فوراََ اٹھایا۔

سب کی جان میں جیسے جان آگئی ہو۔ سب نے سکھ کا سانس لیا۔ شماز آگے بڑھا اور اسکے سر کی چادر کو زمین سے اٹھاتے ہوئے اسکے سر پہ اوڑھا دیا۔

اس نے اسے بھائی جیسے مضبوط سہارے کا یقین دلایا۔ کیونکہ بھائی بھلا بہنوں کو کہاں بے آبرو ہوتا دیکھ سکتے ہیں؟

"کیا کہنا چاہتی ہو؟؟ بولو۔۔" اس نے اسکے آنسو صاف کیے اور اسے اپنے مضبوط سہارے کا یقین دلایا۔

"اس نے تمہیں ورغلایا ہے؟؟ دھمکایا ہے یا کچھ اور۔۔" اس نے سحیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں ہے ایسا کچھ بھی۔۔۔" وہ چیخ کر بولی۔

"آپ سب لوگ آخر ہر بات کو خود سے اخذ کیوں کر لیتے ہیں؟؟ اس نے نہیں ور غلایا مجھے۔۔ ور غلایا تو اس نے ہے مجھے۔۔۔ اور اب دیکھو۔۔" اس کے ہاتھ کا اشارہ صاف شاہ ویز کی طرف تھا، جو اپنی ماں کے پیچھے چھپ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر سبھی نے شاہ ویز کی طرف دیکھا۔

"سامنے آؤنا۔۔ بتاؤ ان سب کو۔۔ تائی امی کے پیچھے کیوں چھپ رہے ہو؟؟" وہ اسے للکار کر بولی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے شاہ ویز؟؟؟" تایا ابا نے ذرا اونچی آواز میں پوچھا۔

وہ سامنے آیا۔ اس کی گہری خاموشی انہیں مزید اشتعال دلا رہی تھی۔

"بولو۔۔۔" وہ اس پہ چیخے۔

"میں نے ور غلایا ہوتا تو اسکی جگہ میں ہوتا۔۔" اس نے سامنے کھڑے سجیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کی ذو معنی بات سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

اسکے ذہن میں اسکے الفاظ گھومے۔ "مجھے میری امی کی قسم۔۔ تمہاری عزت پہ حرف آنے سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گا۔۔ ٹرسٹ می۔۔"

اسکی آنکھیں آنسو سے بھر آئیں۔

"کم از کم۔۔اپنی ماں کی کھائی ہوئی قسم کا ہی لحاظ کر لو۔۔۔"

سامعیہ نے سوالیہ نظروں سے شاہ ویز کو دیکھا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو؟؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔" اس نے انجان بننے کی اداکاری کی تو جنت فوراََ سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آئی۔

"اب تو سچ بول دو تم۔۔۔" اس نے اسے جنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"ماموں جان۔۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔انجان بننے کی ایکٹنگ کر رہا ہے۔۔۔"

سامعیہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دوبارہ دیکھا۔

"امی۔۔مجھے نہیں پتہ کہ یہ کیا کہہ رہی ہے۔۔"

"سجیل۔۔ آپ بتاتے کیوں نہیں انہیں سب؟؟ میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں آپکو۔۔" جنت نے اس سے روبرو بات کی تو وہ وہیں ساکت ہو کر رہ گیا۔

راحت کی سمجھ میں سب آنے لگا تھا، لیکن سجیل کی خاموشی نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

"اوہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔۔" شاہ ویز ہنسا۔

سبھی نے اسکی طرف الجھتے ہوئے دیکھا۔

"تو تم ہی نے اسے ورغلایا۔۔" وہ جنت کے قریب آ کر بولا۔

"بند کرو اپنی بکواس۔۔" جنت نے چیخ کر کہا۔

"سحیل نے تو صرف میری ہیلپ کی ہے۔۔ اسے واپس لانے میں۔۔ جہاں تم اسے چھوڑ آئے تھے۔۔"

اب کے اسکا سانس پھول سا گیا۔ اپنے بچاؤ کی کوئی ترکیب اسے سمجھ نہ آئی تو اس نے ایک اور چال چلی۔

"یہ کیسی ہیلپ ہے؟؟ جو رات کے اس پہر کی گئی۔۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تو سحیل نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا۔

"مدد مدد ہوتی ہے، اسے تم جیسا بے حس انسان نہیں سمجھ سکتا۔۔"

"مدد۔۔" شاویز پھر سے طنزیہ بولا اور مسکرایا۔

ندیم اور نعیم کے دل میں کسی حد تک وہ غیر اخلاقی بات کو جنم دینے میں کامیاب رہا۔ اس سے پہلے وہ کوئی ری ایکٹ کرتے راحت صاحب آگے بڑھے۔

"ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔۔" وہ اسکے منہ پہ زور دار تھپڑ رسید کرتے ہوئے بولے۔

تھپڑ منہ پہ پڑتے ہی سجیل کی آنکھ سے آنسو چھلکا۔اس نے نگاہیں اٹھا کر بے حد اذیت سے جنت کو دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔

"ماموں جان۔۔ ممانی جان۔۔ یہ سب بکواس ہے۔۔ اس نے تو جہانگیر کو بھی۔۔ "

"لو۔۔ سارے الزام مجھ پہ ہی ڈال دو۔۔ جو اپنے گھر بیٹھا ہے۔۔" وہ اسکی بات کاٹ کر بولا۔

سب نے جنت کی طرف مایوسی سے دیکھا۔ جیسے وہ ہی ان کی گنہگار ہو۔

"بھائی صاحب۔۔ میں شرمندہ ہوں آپ سے۔۔" راحت صاحب، ندیم اور نعیم صاحب کے سامنے شرمندگی سے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔

جنت اور مہر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف مایوسی سے دیکھا۔

کبھی کبھی ہم جس چیز سے بچنا چاہتے ہیں۔۔ اسی چیز میں ایسے پھنس جاتے ہیں کہ ہمیں کوئی راہِ نجات نظر نہیں آتی۔ ایسا کچھ بھی ان دونوں کے ساتھ ہوا تھا۔ بے قصور ہوتے ہوئے بھی کوئی ان کی بات کا یقین نہیں کر رہا تھا۔ اسکی وجہ جنت کا ماضی تھا یا ان دونوں کا بیٹی ہونا؟

فون بجا، جسے ایمل نے ریسیو کیا تھا۔علینہ سے ہونے والی مختصر بات کے بعد اس نے فون رکھا۔

"اماں بی۔۔" وہ انکے پاس بھاگتی ہوئی آئی۔

سبھی کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟؟" یکے بعد دیگرے سب نے سوال کیا۔

"ریلیکس۔۔۔وہ اب ٹھیک ہیں۔۔انہوں نے مہر آپی اور شاہ ویز بھائی کو بلوایا ہے۔۔"

اسکی طرف سے سنائی جانے والی بات پہ انکی حیرانگی قابلِ دید تھی۔ تبھی تابینہ نے انکا شش و پنج دور کیا۔

"میں ان سے مل کر آئی ہوں۔۔اور انہیں یہ بتا کر آئی ہوں کہ مہر میری طرف تھی۔وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیئے میری طرف آگئی۔۔اور یہ کہ اس نے مجھے آپکی قسم دی تھی کہ آپکو اس بارے میں کچھ نہ بتاؤں۔۔"

ندیم اور نعیم جن کے چہرے غصہ سے لال ولال ہو رہے تھے اسکی بات سن کر دونوں نے سکھ کا سانس لیا۔اور ایک دوسرے کو بے حد سکون سے دیکھا۔

اب کے ان کے ذہن میں کیا چل رہا تھا، کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"اسے اندر لے جاؤ۔۔ "نعیم صاحب نے اپنی گھمبیر آواز میں کہا۔

"شماز۔۔ جاؤ مولوی کو لے کر آؤ۔۔ "ندیم صاحب کی بات سن کر سب ششدر رہ گئے۔

"جب تک آپ میری بات نہیں سن لیتے میں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔ "زیبا آگے بڑھی اور اسے کمرے میں لے جانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

شاہ ویز جواب تک خود کے بچاؤ پہ فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا، اسکے چہرے کی ہوائیاں اُڑ گئیں۔

"تم سے آج تک کچھ نہیں مانگا میں نے۔۔ تم اگر۔۔ "ندیم صاحب نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"اماں بی کی خاطر۔۔ "

وہ انہیں کیا جواب دیتا؟ اس کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔

کبھی کبھی ہم جس چیز سے بچنا چاہتے ہیں، وہی ہمارے مقدر میں لکھ دی جاتی ہے۔ جس چیز کو ہم برا سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ وہی چیز ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے کہ اسے اپنانے کے سوا ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"سچ سچ بتاؤ کیا کیا ہے تم نے ؟؟" سامعیہ نے تلخ لہجے میں اس سے پوچھا۔

"میں نے کیا کیا ہے ؟ کر تو آپ لوگ رہے ہیں۔۔ میرے ساتھ ظلم۔۔" وہ ڈریسنگ پہ موجود چیزوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہا تھا۔

"اسی کے ساتھ کر دیتے نا۔۔ جس کے ساتھ آئی تھی۔۔"

"میں تم سے کیا پوچھ رہی ہوں ؟؟ تمہارا نام بار بار کیوں لے رہی تھی وہ اور جنت ؟؟" انہوں نے اسے بازو سے پکڑ کر جنجھوڑا۔

"مجھ سے تو اللہ واسطے کا بیر ہے سب کو۔۔ جا رہا ہوں میں یہاں سے۔۔ نہیں کرنا مجھے اس سے کوئی نکاح وکاح۔۔ تماشا بنا کر رکھ دیا ہے میرا۔۔"

اسی اثناء میں ندیم صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور اسکے منہ زناٹے دار تھپڑ رسید کیا۔

"تماشا تو تم نے بنا کر رکھا ہے۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں کبھی سچ نہیں جان پاؤں گا؟" انکی سرخ آلود آنکھوں سے غصہ صاف جھلک رہا تھا۔

"جی چاہتا ہے کہ تمہاری جان لے لوں۔۔"

شاہ ویز نظریں جھکائے کھڑا رہا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اب اسکا کھیل ختم ہو چکا ہے۔

سامعیہ فوراََ آگے بڑھی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟ جوان بچہ ہے۔۔ اس پہ ہاتھ تو نہ اُٹھائیں۔۔" انہوں نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"تو کیا کروں؟ کیا کروں؟ وہاں وہ ہر ایک سے رحم کی بھیک مانگ رہی ہے۔۔ لیکن کوئی اسکی بات نہیں سن رہا۔۔ اب نعیم کو کیا کہوں کہ اس کا قصوروار تابینہ کا دیور نہیں بلکہ اسکا اپنا بھتیجا ہی ہے۔۔" وہ بے حس ہو کر بولے۔

"آپ کو یہ سب۔۔"

"یہ جاننا تمہارے لیئے ضروری نہیں۔۔ ضروری یہ ہے کہ اب کیا کریں؟ میں اس بچی کے ساتھ سب جاننے کے باوجود ناانصافی کیسے ہونے دوں؟؟" سامعیہ کے ادھورے لفظوں کو سمجھتے ہوئے، وہ بولے۔

"ابا۔۔ مولوی صاحب آ گئے ہیں۔۔" شماز نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آتے ہوئے بولا۔

کمرے میں موجود صورتحال ایک الگ ہی معنی بیان کر رہی تھی۔

"کیا ہوا؟؟ آپ اتنے غصہ میں کیوں ہیں؟؟"

تیرا ملنا اک سزا

"پاپا۔۔ آپ مجھے مار دیں۔۔ لیکن یہ نکاح۔۔ یہ نکاح نہیں کر سکتی میں۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"نکاح تو اسے ہر حال میں کرنا ہی ہو گا۔۔ سنبھالو اس کو۔۔" انہوں نے زیبا سے کہا۔

"میں مر جاؤں گی پاپا۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں میں مر جاؤں گی۔۔۔" وہ چیخ چیخ کر بولی۔ اسکی پر زور آواز اس تک صاف آ رہی تھی۔ وہ باہر کھڑا اپنے باپ کے غصہ کا شکار ہو رہا تھا۔

"میری عزت کی اگر تمہیں پرواہ نہیں تو ابھی اور اسی وقت تم اور تمہاری ماں یہاں سے جا سکتے ہیں۔۔" دونوں بھائیوں کی طرف سے یکے بعد دیگرے اپنی اپنی اولادوں کو یہی دھمکی دی گئی۔

سامعیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اپنے بیٹے کے گناہ کی سزا آخر وہ کیوں سہیں؟؟ ہمارے معاشرے میں یہ تو روزِ اول سے ہی ہوتا آیا ہے۔۔ والدین کی لاڈلی اولاد ہی اسکی آزمائش کی وجہ بن جاتی ہے۔۔

انکے منہ سے یہ دھمکی آمیز لفظ سنتے ہی زیبا کی جان حلق کو آ گئی۔

"چادر اوڑھاؤ اس کے سر پہ۔۔۔ اور اسے کہو اپنی زبان کو لگام دے۔۔۔" وہ ذرا للکار کر بولے اور وہاں سے چلتے بنے۔

"امی۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ امی۔۔۔ آپ تو جانتی ہیں نا۔۔۔ اپنی تربیت پہ یقین کریں امی۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔" وہ زیبا کے سینے کے ساتھ لگی سسک کر بول رہی تھی۔

اب کے اگر اسکے رونے کی آواز ذرا بھی باہر جاتی تو عین ممکن تھا کہ یہ سب اسکی ماں کو بھگتنا پڑتا۔

****

دوسری طرف جنت نے اپنا بیگ پیک کیا اور گھر کے مرکزی دروازے تک آئی جہاں اس نے راحت اور تابینہ کو مایوس کن حالت میں کھڑے ہوئے پایا۔

"کہاں جا رہی ہو تم؟؟" تابینہ نے فوراََ سوال کیا۔

"اپنے گھر۔۔ اور ویسے بھی۔ جہاں سچ کی کوئی عزت نہیں۔۔ وہاں جنت کا رکنا، جنت کی توہین ہے۔۔

آپ سب مہر کے ساتھ یہ زیادتی ہوتے دیکھ سکتے ہیں مگر میں نہیں۔۔" اس نے اتنا کہا اور اپنا بیگ لیئے دروازے سے باہر آئی۔

"مگر مہر۔۔۔" تابینہ نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"کاش! کاش! میں ان سب کو یہ ظلم کرنے سے روک سکتی۔۔ کاش۔۔۔" اسکی آواز بھرا سی گئی۔

"جنت۔۔۔ اسے تمہاری ضرورت ہے۔۔ پلیز نہ جاؤ۔۔۔" تابینہ نے گویا اسکی منت کی مگر اس پہ اسکا بھی اثر نہ ہوا۔

"میں اس ظلم میں آپ سب کی حصے دار نہیں بن سکتی۔ میسج کر دیا ہے میں نے اسے۔۔ اور ویسے بھی آپ سب ہیں نا۔۔ اسکے ساتھ۔۔۔" وہ ذرا طنزیہ بولی مگر پھر راحت پہ نظر پڑتے ہی وہ جاتے جاتے رکی۔

"اور آپ۔۔ آپکو اسے تھپڑ نہیں مارنا چاہیئے تھا۔۔"

اسکی بات سن کر راحت نے اسے بغور دیکھا۔

"بھلے ہی وہ محبت میں منکر رہا ہے۔۔ لیکن عزت بچانے میں اس نے اپنا ایمان بیچا نہیں۔۔ سچ میں۔۔ بہت دکھ ہوا آج۔۔ اگر اس سب کا حل نکاح ہی ہے تو شاہ ویز سے ہی کیوں؟ سجیل کے لیئے کیوں ہاتھ نہیں مانگا آپ نے مہر کا؟ تاکہ کوئی اور تابینہ اندھیری کھائی میں نہ گر سکے۔۔" اس نے اتنا کہا اور وہاں سے نکل گئی۔

اسکے یہ الفاظ راحت کے دل پہ جا کر لگے تھے۔

وہ جو کہہ رہی تھی، بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی۔ تابینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو چکی تھیں۔

راحت صاحب کافی دیر تک جنت کی کہی ہوئی بات کو سوچتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"کوئی مجھے بتائے گا بھی کہ ہوا کیا ہے آخر؟؟" شماز نے پوچھا لیکن ان میں سے کسی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔

سامعیہ اور شاہ ویز کا سانس خشک دیکھ کر وہ مکرر بولا۔ "کچھ ہوا ہے؟؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولا۔

"نہیں۔۔" ندیم صاحب نے بے بسی سے جواب دیا۔

"اگر اتنی بڑی قربانی دے ہی رہے ہیں تو مایوسی کیسی؟؟ مانا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے ابا۔۔ لیکن مجھے یقین ہے اس پہ۔۔ کہ اس نے ایسا ویسا کچھ نہیں کیا۔۔" وہ تفہیمی انداز میں بولا۔

"قربانی۔۔" وہ زیرِلب انتہائی دکھ سے بولے کہ انکی آنکھوں کے کنارے تر ہو گئے۔ بھائی کو کھو دینے کا خوف انہیں سچ بتانے سے روکے ہوئے تھا۔

"امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ مہر ہمارے گھر کی بیٹی ہے۔۔ اس نے کچھ برا نہیں کیا۔۔ میں گواہی دے سکتا ہوں اسکے کردار کی۔۔ ہاں۔۔ جانے انجانے میں غلطی ضرور ہو گئی ہے اس سے۔۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپ سب۔۔۔" شماز بولتا گیا اور وہ شرمندگی کے مارے زمین میں گڑھے جا رہی تھیں۔

"دیکھو شاہ ویز۔۔ پہلے بھی تو اسکی شادی تم سے طے تھی۔۔ تو اب بھی تو تم سے ہو رہی ہے۔۔۔ مانا کہ غلطی کر بیٹھی ہے وہ۔۔ اب اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسکے ساتھ تابینہ پھوپھو جیسا سلوک کیا جائے۔۔" بات کرتے کرتے وہ رُکا۔ مگر پھر کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ بولا۔

"اللہ کی قسم! اگر اسکے ساتھ تابینہ پھوپھو جیسا سلوک کرنے کا کسی نے سوچا بھی تو میں چھوڑوں گا نہیں کسی کو۔۔۔" اسکا اشارہ صاف شاہ ویز پہ تھا۔ اسکے لہجے میں دھمکی واضح تھی۔

تینوں نے یکبارگی سے شماز کو دیکھا جو مہر کو لے کر بے انتہاء پوزیسیو ہو رہا تھا۔ آخر اس نے اسکو اپنی بہن کہا تھا۔ نہ صرف کہا تھا۔ بلکہ بہن مانا بھی تھا۔

اس نے خود کو نارمل کیا اور مزید بولا۔ "خیر۔۔۔ مولوی صاحب کو ڈرائنگ روم میں ٹھہرایا ہے۔۔ نکاح کی تیاری کیجیئے۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نعیم صاحب نے گاڑی پارک کی اور گھر کے مرکزی دروازے تک آئے۔

ندیم صاحب پچھلے پندرہ منٹ سے لاؤنج میں انکے آنے کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔جوں ہی وہ لاؤنج میں داخل ہوئے تو وہ بلا تمہید باندھے بولے۔

"نعیم۔۔مجھے نہیں لگتا کہ ہم یہ سب ٹھیک کر رہے ہیں۔۔اماں بی نے دونوں بچوں سے ملنا ہی ہے نا۔۔تو اسکے لیئے نکاح کی کیا ضرورت ہے؟؟اماں بی کے ٹھیک ہوتے ہی ہم ان کے سامنے دونوں بچوں کا نکاح کر دیں گے۔۔"ندیم صاحب ذرا نظریں چراتے ہوئے بولے،جیسے وہ کچھ چھپا رہے ہوں۔

"تو آپ انکار کر رہے ہیں؟؟"نعیم صاحب کی بات سن کر وہ فوراََ سے بولے۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔انکار نہیں۔۔لیکن یہ سب۔۔"وہ الجھتے ہوئے بولے۔

"میں ابھی اماں سے مل کر آیا ہوں۔۔انہیں بتا کر آیا ہوں کہ دونوں بچوں کا مقررہ تاریخ پہ ہی نکاح کر دیا گیا تھا۔۔اور اب وہ ان دونوں کے انتظار میں ہیں۔"

"سحیل کے لیئے آپ مجھے مہر دے دیجیئے۔۔"راحت نے موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے کہا۔

دونوں بھائیوں نے یکدم نگاہیں اسکی طرف کیں۔شماز بھی حیران تھا۔

ندیم صاحب کو اب انتظار تھا تو نعیم صاحب کے فیصلے کا۔

"تم ہمارے گھر کے داماد ہو، ہمارے لیئے قابلِ احترام ہو۔۔ لیکن تمہارے بھائی نے جو حرکت کی ہے۔۔ اسکے لیئے میں کبھی بھی معاف نہیں کر سکتا اسے۔۔" قدرے ضبط سے کام لیتے ہوئے وہ بولے۔

"لیکن۔۔ میرا مطلب ہے کہ۔۔ مہر نہیں چاہتی یہ نکاح۔۔ تو۔۔" انکے ادھورے لفظ ادھورے ہی رہ گئے۔

"ہرگز نہیں۔۔ اس انسان کو اپنی عزت کیسے سونپ دوں۔۔ جسے ہماری عزت کا پاس نہیں۔۔۔"

"عزت۔۔ بھائی صاحب۔۔ کیسی عزت؟؟ آپکی بیٹی خوش نہیں ہے۔۔ بیٹی کی خوشی عزت سے بڑھ کر ہو گی؟؟" تابینہ نے بھی انہیں سمجھایا۔

اس ساری صورتحال میں ندیم صاحب چپ ہی تھے۔ مگر پھر موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے انہیں بولنا ہی پڑا۔

"راحت اور تابینہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔"

انکے منہ سے یہ ادا ہوا ہی تھا کہ وہاں موجود سبھی لوگوں نے یکبارگی میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس سب میں سب زیادہ حیران شماز تھا۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟؟؟ آپ؟؟؟ میرا اپنا بھائی میرے خلاف ہو سکتا ہے۔۔اندازہ نہیں تھا مجھے۔۔"نعیم صاحب دکھ سے بولے۔

"ایسا نہیں ہے۔۔بخدا۔ ایسا نہیں ہے۔۔"ندیم صاحب نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے اسے خود کی حالت سمجھانا چاہی مگر وہ کسی کی بھی بات سننے سے قاصر تھے۔

لاؤنج میں چند لمحات کے لیئے گہری خاموشی تھی۔ اسی اثناء میں شاہ ویز جو کمرے سے سب سن رہا تھا، باہر آیا۔

"بولو۔۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟؟"اب کے نعیم صاحب نے اس کے روبرو آکر سوال کیا تو اسکا سانس پھول گیا۔

وہ انہیں کیا جواب دے؟ انہیں کیا کہے؟ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے باپ کو دیکھا اور پھر نعیم صاحب سے بولا۔

"چچا جان۔۔ میں واقعی اسکے قابل نہیں ہوں۔۔ تو۔۔"وہ ذرا رک کر بولا۔

"قابل تو وہ تمہارے نہیں ہے۔۔"وہ فوراََ سے بولے۔

شماز نے اپنے باپ کو گہرے غور سے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا کہ آخر ان کے فیصلے میں تبدیلی کیونکر آگئی۔

شاہ ویز کیسے کمزور پڑ گیا؟ یہ سب اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

اس سے پہلے وہ ان سے کچھ پوچھ پاتا، ایمل کمرے سے بھاگتی ہوئی باہر اسکا پیغام اسکے لیئے لے کر آئی۔

" شماز بھائی۔۔۔۔۔شماز بھائی۔۔مہر آپیہ نے بلایا ہے آپکو۔۔ "

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اسے دیکھتے ہی دیوانہ وار اس سے جا لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"شماز بھائی۔۔پلیز۔۔ان سب کو روکیں۔۔پلیز۔۔۔کوئی میری بات نہیں سن رہا۔۔اللہ کا پکا وعدہ۔۔میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔۔"وہ بچوں کی طرح بولی۔ جیسے بچپن میں اس سے کسی بھی بات میں خود کو سچا ثابت کرنے کے لیئے "اللہ کا پکا وعدہ" کہا کرتی تھی۔

اس نے اسکے سر پر ہاتھ دیا اور اسکے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اسکے آنسوؤں کو صاف کیا جن سے اسکا چہرہ تر ہو چکا تھا۔

"میری پیاری بہن۔۔تمہارا بھائی، تمہارے ساتھ ہے۔۔" اسکی بات سن کر وہ خوشی سے مسکرائی۔

"مجھے پتہ تھا۔۔کوئی مجھے سمجھے یا نہ سمجھے۔۔میرا بھائی، میرا ساتھ دے گا۔۔"

"اماں بی تمہارا اور اسکا انتظار کر رہی ہیں۔۔" وہ نظریں جھکاتے ہوئے بولا۔

اسکے الفاظ کیا معنی بیان کر رہے تھے، وہ سب سمجھ چکی تھی۔ اسکے چہرے پہ آئی مسکان آسودگی میں بدل گئی۔

"آپ بھی۔۔۔" وہ شکایتی انداز میں بولی۔

"مجھے تم پہ یقین ہے مہر۔۔ لیکن اس وقت۔۔ وقت کی ضرورت یہی ہے کہ۔۔"

"بس کیجیئے۔۔۔ آپ نے بہن کہا تھا نا مجھے۔۔ بس کہا ہی تھا۔۔ سمجھا نہیں۔۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا، وہ مزید بولی۔

"تو ٹھیک ہے۔۔ بنا لیجیئے ایک مجبور انسان کا تماشا۔۔ ایک لاش تیار ہے دفن ہونے کے لیئے۔۔۔" اس نے بیڈ پہ رکھا سرخ دوپٹہ اسکے سامنے کیا۔

"اپنے ہاتھوں سے اوڑھایئے۔۔ تاکہ کل کو آپ کو جب حقیقت کا علم ہو گا تو یہی سرخ رنگ آپ کو آپ کے بہن کے ارمانوں کے قتل کی یاد دلائے گا۔۔۔" اسکے الفاظ سن کر وہ ہل کر رہ گیا۔

اس نے بمشکل ہی خود کو نارمل کیا اور چارو ناچار اسکے ہاتھ سے سرخ دوپٹہ لے کر اسکے سر پر اوڑھا دیا۔ اسکی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اسکی آنکھوں میں ہی منجمد ہو کر رہ گئے۔

تھوڑی ہی دیر میں قاضی صاحب کو کمرے میں لایا گیا۔ اسکی نگاہیں صرف اور صرف شماز پہ ہی تھیں۔ امید کی ایک آخری کرن ابھی بھی باقی تھی لیکن وہ اس سے نظریں چرائے خاموش کھڑا رہا۔

جوں ہی شاہ ویز کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسکی طرف بڑھی۔ شاہ ویز کا سانس تقریباً خشک ہو چکا تھا۔ وہ بمشکل ہی اس سے نظریں ملا پا رہا تھا۔ ایک التجا اسکے دل میں تھی۔ "کاش! مہر تم انکار کر دو۔۔ کاش۔۔۔"

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اگر وہ اپنے باپ کی دھمکی سے بندھا ہے تو وہ بھی اسی کیفیت سے گزر رہی ہے۔

اس سے پہلے وہ اس سے باز پرس کر پاتی نعیم صاحب نے غصہ سے ہنکارا۔ قاضی صاحب کی موجودگی میں وہ کوئی تماشا نہیں چاہتے تھے تبھی اسے اپنی غصہ سے لال ہوتی آنکھوں سے دھمکایا۔ وہ جہاں کھڑی تھی، وہیں کھڑی رہی۔

زیبا نے آگے بڑھ کر سفید چادر اسے اوڑھائی۔ پاس موجود صوفے پہ وہ یکدم ڈھیر سی ہو گئی۔ ایک بے جان مورت۔۔ ایک زندہ لاش۔۔ اب تو وہ رو رو کر بھی تھک چکی تھی۔

"مہر ندیم احمد آپکو بحق مہر پچاس ہزار سکہ رائج الوقت شاہ ویز نعیم احمد کے نکاح میں دیا جاتا ہے۔۔ آپکو قبول ہے؟ "

نہایت بے دردی سے اسکی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ نکلا تھا۔ مگر وہاں موجود کسی کا دل بھی نہیں پسیجا۔

اس نے ایک نظر اپنے باپ پہ ڈالی۔ "پاپا پلیز۔۔۔ ایسا نہ کیجیئے۔۔۔" اس کے اندر کی آواز ان سے ہمکلام تھی
۔

جواباََ نعیم صاحب نے نہایت غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ انکے ہاتھ کا مٹھی کی صورت بند ہونا دیکھ کر وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ اپنے غصہ کو کس قدر ضبط کر رہے ہیں۔

"قبول ہے۔۔۔" کانپتے ہونٹوں کے ساتھ اسکے منہ سے ادا ہوا تھا۔ شاہ ویز جو نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔ اسکے قبول کہنے پہ ہل کر رہ گیا۔

اسے امید تھی کہ وہ ضرور انکار کر دے گی۔ مگر یہ کیا؟ ساری گیم ہی پلٹ گئی۔ وہ خود اس سب میں جکڑ چکا تھا۔ اس نے بمشکل ہی قلم سنبھالا اور قاضی صاحب کی بتائی گئی تین جگہوں پہ بے دلی سے دستخط کیے۔ جیسے جیسے وہ دستخط کرتی جارہی تھی شاہ ویز کا خون کھولتا جارہا تھا۔

وہ چاہ کر بھی اس شکنجے سے خود کو نکال نہیں پارہا تھا۔ بچاؤ کی ہر ممکن صورت ناممکن ہو چکی تھی۔

اب دستخط کی باری کے شاہ ویز کی تھی۔ اسکے دستخط نکاح نامے پہ پا کر اس نے مایوسی سے قلم پکڑا جو قاضی صاحب نے اسکے ہاتھ میں تھمایا۔

ندیم صاحب کی غصہ سے لال ہوتی آنکھیں دیکھ کر وہ چاہ کر بھی بغاوت نہ کر پایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

- میرا آخر کون ہے؟

ہسپتال میں دونوں شماز کے ساتھ داخل ہوئے۔ اسے مل کر علینہ کی جان میں جان آئی۔

"شکر ہے تم آگئی۔۔" اسے دیکھتے ہی وہ بولی۔ "پتہ ہے وہ کب سے تمہارا پوچھ رہی ہیں۔۔"

اس نے اسے گلے لگانا چاہا لیکن وہ اس سے دور ہی رہی۔

علینہ نے اشارۃََ شماز سے وجہ جاننا چاہی، لیکن اس نے اسے پریشان ہونے سے اشارۃََ منع کیا۔

وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ اسکے ساتھ آخر ہوا کیا ہے؟

اماں بی نے دونوں کو ایک ساتھ دیکھا تو انکا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھا۔ "کہاں چلی گئی تھی تم؟؟" انہوں نے اسے گلے سے لگایا، لیکن وہ مٹی کی مورت بنے انہیں بس دیکھنے لگی۔

"ہم تمہیں دور تھوڑی نا بھیج رہے تھے؟؟" اب کے انہوں نے اسکا ماتھا چوما۔

"اللہ تم دونوں کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے۔۔ آمین۔۔"

انکی بات پہ علینہ نے حیرانگی سے شماز کی طرف دیکھا۔ شماز نے اسے دیکھا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے باہر آئی۔

"کب ہوا یہ سب؟؟" اس نے حیرانگی سے استفسار کیا۔

"آج صبح۔۔" وہ بے دلی سے بولا۔

"ابھی جنت ہو کر گئی ہے۔۔ اس نے تو مجھے ایسا کچھ بھی نہیں بتایا۔۔" اسکی حیرانگی ابھی بھی برقرار تھی۔

"وہ اس سب میں شامل نہیں تھی۔۔"

اب کے اسکی حیرانگی میں مزید اضافہ ہوا۔ "جنت مہر کی زندگی کے اتنے اہم فیصلے میں شامل نہیں؟ ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟؟" اس نے دل میں خود سے سرگوشی کی۔

شماز کی طرف سے گزشتہ رات ہونے والی ہر بات کو سن کر اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اتنا سب۔۔اتنی جلدی۔۔یہ سب تو غلط ہے شماز۔۔۔" اس نے اسے کہا تو شماز نے مایوس کن نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"کچھ غلط نہیں ہے اس میں۔۔سوائے اس کے، مہر کا گھر سے بھاگ جانا۔۔شکر ہے شاہ ویز نے اسے اپنا لیا۔۔ورنہ ہم کسی کو منہ دکھانے کا لائق نہ ہوتے۔۔۔"

یہ کیا؟؟ مجرم کو ہی مسیحا مانا جا رہا تھا۔۔ایسے کیسے ممکن ہو گیا؟ علینہ کا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا۔اس نے چاہا کہ اس سے مزید بات کرے مگر اسکی حالت کے پیشِ نظر وہ خاموش ہی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اماں بی ہسپتال سے گھر آچکی تھیں۔گھر میں موجود ہر صورتحال کا وہ بخوبی جائزہ لے رہی تھیں۔کس کا کیا رویہ ہے؟؟ اور کسے کس سے مسئلہ ہے؟ انہیں سب کا لہجہ صاف سمجھ آرہا تھا۔

"میری عدم موجودگی میں ان دونوں کے نکاح کے علاوہ اور کیا ہوا ہے گھر میں؟" علینہ انکے لیئے سوپ لے کر گئی تو انہوں نے اس سے استفسار کیا۔

"اور کیا ہو گا؟؟ نکاح ہی ہوا ہے۔۔ تابینہ پوپھو نے بتایا تو تھا آپکو۔۔" انکے سوال پہ وہ بھلے ہی پریشان ہو گئی تھی، لیکن خود کو نارمل کرتے ہوئے مسکرائی۔

"امممم۔۔ تو پھر آئے کیوں نہیں دونوں ابھی تک میرے پاس؟؟ میں نے کافی دیر سے دونوں کو پیغام بھجوایا ہے۔۔ لیکن ابھی تک میرے پاس دونوں میں سے ایک بھی نہیں آیا؟؟ "

"جی۔۔" اس نے انجان بننے کی کوشش کی۔

"ایمل کہاں ہے؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے۔۔ میں نے اسے کہا ہے کہ دونوں کو بلا کر لائے۔۔ بلاؤ اسے ذرا۔۔ میں پوچھوں ذرا اس سے۔۔" اب کے وہ اپنی بارعب آواز میں بولی۔

"جی۔۔" اس نے گلاس میں پانی ڈالا اور انکی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے انکے کمرے سے باہر آئی۔

باہر آتے اس نے ایمل کے بارے میں شماز سے پوچھا۔

"کچن میں گئی ہے۔۔" وہ ناشتہ کی میز پہ ناشتہ کر رہا تھا۔

"امممم۔۔ وہ فوراََ سے کچن میں پہنچی۔

"تم نے ان دونوں کو اماں بی کا پیغام نہیں دیا؟؟؟"" اس نے چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے پکڑا۔

"بول کر تو آئی ہوں۔۔ مگر مہر بھابھی نے تو۔۔" وہ افسردہ ہوئی۔

"کیا؟؟" علینہ نے سوالیہ پوچھا۔ "اچھا۔۔رکو۔۔میں شماز کو چائے دے آؤں۔۔ آکر تم سے بات کرتی ہوں۔۔"

وہ اسکے پاس سے ہوتے ہوئے باہر آئی۔ چائے ناشتے کی میز پہ رکھی تو شماز نے اسے خوب گہری نظر سے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ اس سے کچھ پوچھ پاتا، وہ دوبارہ کچن میں واپس آئی جہاں ایمل اسکے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہاں۔۔اب بولو۔۔ کیا کہا اس نے تمہیں؟؟"

"میں نے بھابھی کہا تو مجھے غصہ سے ڈانٹ دیا۔۔ کہنے لگیں کہ۔۔ میں تمہاری کوئی بھابھی وابھی نہیں ہوں۔۔ آج کے بعد مجھے بھابھی کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔" اس نے اسکی زبانی ساری بات جوں کی توں بتائی۔

"اور؟؟" علینہ کو حیرانگی ہوئی۔

"اور کیا؟؟ میرے منہ پہ دروازہ بند کر دیا۔۔" وہ منہ بسورتے ہوئے ذرا اداسی سے بولی۔

"اور شاہ ویز؟؟؟" اس نے سوال کیا۔

"اتنی عزت افزائی کے بعد اب شاہ ویز بھائی کے کمرے میں کون جاتا؟ وہاں تو اس سے زیادہ بے عزتی ہونی تھی۔۔" وہ ذرا منہ بنا کر بولی۔

"اچھا۔۔ تم پریشان نہ ہو۔۔ میں کرتی ہوں بات۔۔" وہ وہاں سے باہر آئی تو شماز نے اسے پیچھے سے پکارا۔

"سب ٹھیک تو ہے؟؟ پریشان لگ رہی ہو۔۔" وہ چائے کا گھونٹ بھرتے رکا۔

"سب ٹھیک ہے۔۔ آپ سب نے جو سیاپا ڈالا ہے، اسی کا حل ڈھونڈ رہی ہوں۔۔" اس نے اتنا کہا اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"علینہ رکو۔۔" اس نے ذرا اونچی آواز لگائی تو وہ سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے رکی۔

"کیسا سیاپا؟؟ بتاؤ گی کچھ؟؟" وہ اٹھا اور اسکے پاس آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اسکے کمرے میں آئی تو وہ حسبِ معمول تیار ہونے میں مصروف تھا۔

"اس سے اچھا میں یہاں آتا ہی نہیں۔۔" اس نے خود سے کہا۔

"ہاں۔۔ لیکن اب تم یہاں آ چکے ہو۔۔" وہ اسکے سامنے آتے ہی بولی۔

"آپ۔۔ یہاں۔۔" اس نے قدرے حیرانگی سے سوال کیا۔

"مزید یہ کہ تم اب نکاح بھی کر چکے ہو۔۔ تو اپنی ذمہ داریاں اب نہیں سنبھالو گے تو آخر کب سنبھالو گے؟؟؟" اس نے مزید استفسار کیا۔

"بھابھی پلیز۔۔۔ میں نہیں مانتا اس سب کو۔۔" وہ اپنے ہاتھ پہ گھڑی باندھتے ہوئے الجھ کر بولا۔

اسکے سفید شفاف چہرے پہ پریشانی کی شکنیں صاف عیاں تھیں۔

"تو؟ کیوں کیا نکاح؟ کیوں کیے دستخط؟ اگر وہ تمہیں اتنی ہی بری لگتی ہے تو۔۔" وہ ذرا تلخ انداز میں بولی۔

"میں نے کب کہا وہ بری ہے؟" وہ چڑ کر بولا۔

"تو؟؟؟ پھر مسئلہ کیا ہے؟؟" قریب تھا کہ وہ اپنا سر پیٹ ڈالتی۔

"مسئلہ نہیں مسائل۔۔ اور وہ ہیں آپ لوگ۔۔ آپ لوگوں کی خود ساختہ اور من گھڑت باتیں۔۔ جس کا خمیازہ ہم دونوں بھگت رہے ہیں۔۔"

اس کی طرف سے کی جانے والی بدلحاظی بلاشبہ علینہ کے لیئے کوئی عام بات نہیں تھی۔ لیکن وہ جو کہہ رہا تھا، کیوں کہہ رہا تھا؟ وہ اس سب میں ضرور الجھ کر رہ گئی تھی۔

دوسری طرف شماز اس سے بحث میں الجھا ہوا تھا۔ "مہر۔۔ مجھے تم سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔۔" وہ مایوسی سے بولا۔

"اور مجھے بھی آپ سے اُس سب کی توقع نہیں تھی۔" وہ ڈنکے کی چوٹ پہ بولی تو شماز نے قدرے غور سے اسے دیکھا۔

"مہر۔۔ اماں بی بلا رہی ہیں تمہیں۔۔ اس سے پہلے کہ انہیں کوئی شک ہو۔۔ بہتر ہے کہ تم۔۔"

"ہاں تو؟؟ بہتر ہے نا کہ ان کا شک یقین میں بدل جائے۔۔ وہ جان جائیں آپ سب کی اصلیت۔۔" وہ بدتمیزی سے بولی تو شماز نے اسے آنکھوں کے کناروں کو گول کرتے ہوئے گھورا۔

"اور کیا ہے اصلیت ہماری؟؟"

"یہ تو میں انہیں ہی بتاؤں گی۔۔ کہ کیسے آپ سب نے مجھے مجبور کیا۔۔" اس نے میز پہ موجود اپنے نوٹس اٹھائے، دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھا اور وہاں سے جانے لگی۔

"رکو۔۔۔تم انہیں کچھ نہیں بتاؤ گی۔۔" وہ اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بتاؤں گی میں۔۔انہیں سب بتاؤں گی۔۔اور آپ سب میں سے کوئی مجھے روک کر دکھائے تو صحیح۔۔۔" وہ اکڑ کر بولی۔

"ہاں تو انہیں یہ بھی بتانا کہ تم تابینہ پوپھو کے ہاں نہیں گئی تھی۔۔بلکہ۔۔" وہ ادھوری بات کرتے کرتے رک گیا۔

"بلکہ؟؟؟" وہ دکھ سے بولی۔

"شماز بھائی۔۔آج یہ بات میں آپ سے آخری بار کہہ رہی ہوں۔۔اللہ کا پکا وعدہ۔۔میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔" اسکے کانپتے لبوں نے اسکا ساتھ نہ دیا تو وہ رونے لگی۔

دوسری طرف علینہ نے خود کو اس سے مزید بحث کرنے سے دور ہی رکھا۔

"خیر۔۔اماں بی بلا رہی ہیں تمہیں اور اسے بھی۔۔"

علینہ کی بات سن کر وہ اپنا بیگ اٹھاتے اٹھاتے رکا۔

"کیوں؟؟"

"کیوں سے کیا مطلب ؟؟ اب عمران خان تو ہو نہیں تم۔۔ کہ تمہیں بلانے کے لیئے اسپیشل نوٹس دیا جائے۔۔"

اس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"اچھا۔۔ آتا ہوں۔۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"برائے مہربانی۔۔ یہ جو منہ پہ بارہ بجا رکھے ہیں اس پہ وہی وقت لاؤ، جو ابھی بج رہا ہے۔۔" وہ جاتے جاتے رکی اور پلٹ کر بولی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اماں بی کے پاس داخل ہوا تو اسے وہاں پہلے سے ہی موجود پایا۔

اماں بی اس سے بڑے لاڈ و پیار سے باتیں کر رہی تھیں۔ "کب سے بلوایا ہے میں نے۔۔"

"جی۔۔ میں بس آ ہی رہی تھی۔۔" اس نے اپنا لہجہ درست کیا اور نیم انداز میں مسکرائی۔

"ام م۔۔ کہاں ہے وہ؟؟" انہوں نے بڑی محبت سے اسکے بارے میں دریافت کیا۔ کہاں وہ کرخت مزاج خاتون؟ اور کہاں یہ نرم دلی۔۔ اسے یہ سب ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ انہیں جواب دینے کے لیئے وہ اپنا گلہ صاف کرنے لگی۔

اس سے پہلے وہ جواب دیتی، شاہ ویز کو دروازے پہ کھڑا دیکھ کر اماں بی نے اسے اندر آنے کے لیئے کہا۔

"تم۔۔ آؤ تم بھی۔۔"

وہ انکے سامنے جھکا تو اماں بی نے اسکے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ پھیرا۔ اس نے جھکے ہوئے سر سے ایک نظر مہر کو دیکھا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ مہر نے بے پرواہی سے اسے دیکھا۔ وہ اسے حتی المقدور جتنا اگنور کر سکتی تھی، اس نے کیا۔

"یہ کیا؟؟ تم دونوں کہاں جانے کی تیاری میں ہو؟؟" اس کے ہاتھ میں بیگ تھا، تو مہر کے ہاتھ میں نوٹس۔۔

"جی۔۔ یونیورسٹی۔۔" مہر نے انہیں جیسے آگاہ کیا ہو۔

انکے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں نمودار ہوئیں۔

"یونیورسٹی سے چھٹیاں لے لو کچھ دن کی۔۔ اور تم۔۔ تمہارے باپ سے میں بات کر لیتی ہوں۔۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں تم دونوں کو۔۔" انہوں نے حکمیہ انداز میں کہا۔

"لیکن۔۔ میرا آج پیپر ہے۔۔" اس نے بہانہ گڑھا تو وہ خاموش ہو کر رہ گئیں۔

"جی۔۔ اور میری بھی میٹینگ ہے۔۔۔" اس نے بھی فوراََ سے کہا۔

"اچھا مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتی ہوں۔۔" اماں بی کے اگلے حکم نامے کی بو اسے محسوس ہو رہی تھی، تبھی وہ وہاں سے فوراََ اٹھی۔

"رکو۔۔۔" انکے پکارنے پہ وہ جاتے جاتے رکی۔

"کس کے ساتھ جا رہی ہو؟؟" انکے سوال پہ اسکے لیئے آزمائش تھی۔

"جی ڈرائیور کے ساتھ۔۔"

"جاؤ۔۔۔" انہوں نے شاہ ویز کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ جسے وہ بخوبی سمجھ تو چکا تھا لیکن پھر بھی انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جی؟؟"

"جی۔۔ آج سے اسکا ہر چھوٹے سے چھوٹا کام تمہاری ذمہ داری ہے۔۔ سمجھے۔۔۔" انہوں نے یہ بات دونوں کو دیکھ کر کہی، جیسے دونوں کے اندر کچھ ٹٹولنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

"میں چلی جاؤں گی۔۔ اسے خوامخواہ زحمت ہو گی۔" مہر نے واضح الفاظ میں ان سے کہا۔

ان سے بات کرنا، دیوار میں سر دے مارنے کے مترادف تھا۔

"شاہ ویز۔۔ ہمارے گھر کی رحمت کیا زحمت ہو گی تمہارے لیئے؟؟" اس کے چہرے کے بدلتے زاویے انہیں بہت کچھ سمجھا رہے تھے۔

"ن۔نن۔۔ نہیں۔۔ نہیں۔۔ بالکل بھی نہیں۔۔" وہ ذرا رک رک کر بولا۔

"ام مم م۔۔ تو جاؤ۔۔اب دیر نہیں ہو رہی؟؟" وہ نیم انداز میں مسکرائیں تو دونوں یکے بعد دیگرے وہاں سے چلے گئے۔

"دونوں میں بزرگوں کا شرم لحاظ ہے یا بات کچھ اور ہے، جو دونوں ایک دوسرے سے کھِچے کھِچے سے ہیں؟؟" ان کے جانے کے بعد وہ خود سے محوِ گفتگو ہوئیں۔وہ ایک عمر گزار چکی تھیں۔اگلے کا رویہ کیسا ہے؟وہ پل بھر میں سمجھ جاتی تھیں۔

مجھے آزاد کر دو

پورا رستہ دونوں خاموش رہے۔شاہ ویز کے موبائل پہ بار بار آنے والی کال سے ماحول میں میں پھیلی خاموشی ختم ہوئی۔وہ بار بار کال ڈسکنیکٹ کر رہا تھا، جو اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔لیکن پھر بھی اس نے اس سے بات کرنا

گوارانہ کیا۔ جیسے جیسے وہ کال ریجیکٹ کر رہا تھا، اسکے غصے کی شدت شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔ آخر شماز نے اسے میسج بھیجا۔

"ابا تمہارا انتظار کر رہے ہیں جلدی پہنچو۔۔۔" اس نے غصہ سے موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھا۔

"جو گھنٹی میرے گلے باندھی ہے اسکا کیا کروں؟" اس نے نہایت کرخت انداز میں خود سے کہا۔ کیونکہ وہ یہ خود سے ہی کہہ سکتا تھا۔

یونیورسٹی کے پاس پہنچتے ہی اس نے گاڑی روکی۔ وہ گاڑی سے اتری تو اس نے اس سے بات کرنے کی جسارت کی۔

"مجھے کال کر دینا میں آجاؤں گا لینے۔۔"

اس نے اسکی بات کو اَن سنا کیا اور گاڑی سے باہر آتے ہی، گاڑی کا دروازہ زور سے بند کیا کہ اسکے کان پھٹ گئے۔ دروازہ بند ہونے کی زور دار آواز سے وہ ہل کر رہ گیا۔ اسکے اس انداز میں ہی اسکے لیئے واضح طور پہ جواب تھا۔

اس نے پلکیں جھپکا کر اسے دیکھا جو اب یونیورسٹی کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس چکا ہے۔ گاڑی چلاتے ہوئے وہ صرف و صرف اس مسئلے سے نکلنے کی ترکیب کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

جنت کے اٹلی جانے میں چند روز ہی باقی تھے۔ وہ کسی نہ کسی طرح مہر سے ملنا چاہتی تھی لیکن کوئی صورت نہیں بن پا رہی تھی۔ اگلی صبح اسکا میسج موصول ہوتے ہی اس نے اپنا ہینڈ بیگ اور موبائل لیا اور وہاں سے ڈرائیور کے ساتھ یونیورسٹی کے لیئے نکل گئی۔

وہ یونیورسٹی کے لان میں بیٹھی اسکا انتظار کرتے ہوئے خوبصورت پھولوں کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"سب کچھ بدل گیا۔۔ سب کچھ۔۔" اس نے آنکھیں موند کر خود سے سرگوشی کی تو اسکی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بے انتہاء اذیت سے بہہ نکلا۔

اس نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو رگڑ کر صاف کیا اور داخلی دروازے کی جانب اپنی نظریں جما دیں۔ وہ داخل ہوئی ہی تھی، کہ مہر اپنی جگہ سے فوراََ سے ہلی۔ اسکا دھندلا چہرہ اسے واضح ہوتا گیا تو وہ اسکی جانب بھاگی اور اسکے سینے سے جا لگی۔

"جینی۔۔۔" اس سے مل کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مہر۔۔مہر۔۔" جنت نے اسے خود سے الگ کیا اور اسکے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے اسے بے بسی سے دیکھنے لگی۔

"سب بدل گیا جنت۔۔سب بدل گیا۔۔۔"

"ایم۔۔سوری۔۔میں تمہارے لیئے چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکی۔۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ ماموں ندیم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔۔" وہ تاسف سے بولی۔

اسکی بات سن کر اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور اسکی کہی بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں وہاں سے آنے سے پہلے انہیں سب بتا کر آئی تھی۔۔" اس نے اسکا تجسس دور کرتے ہوئے اسے بتایا۔

"کیا؟؟" وہ حیران ہو کر رہ گئی۔

"وہ سب جانتے ہیں؟؟"

"ہاں۔۔سب جانتے ہیں وہ۔۔ لیکن افسوس ہے مجھے کہ انہوں نے تمہارے حق میں کچھ نہیں کہا۔۔" وہ قدرے مایوسی اور افسردگی سے بولی۔

اسکی بات سن کر وہ مزید رو پڑی۔

جنت نے اسے سنبھالا اور لان میں موجود بینچ پر بیٹھا دیا۔

"جنت۔۔ ایسے کیوں کیا تایا ابا نے؟؟انہوں نے کیوں کیا میرے ساتھ ایسا؟؟" وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

"یہ تو میں بھی سمجھ نہیں پائی۔۔" اس نے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر وہ اسکے گلے سے لگی روتی رہی۔ وہ اتنا روئی کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔ جنت نے اسے پانی پلایا اور پر سکون کیا۔

کچھ دیر بعد وہ نارمل ہوئی تو جنت نے اس سے مزید سوال کیا۔ "اماں بی ٹھیک ہیں؟؟"

"ہاں ٹھیک ہیں۔۔ بالکل۔۔ انکی فکر میں میری زندگی ختم کر دی سب نے۔۔"

اور وہ؟ میرا مطلب اس سے بات ہوئی؟؟" وہ ذرا رک کر بولی تھی۔

"نہیں۔۔ لیکن۔۔ وہی چھوڑ کر گیا ہے یہاں۔۔ "

"مہر۔۔ کیسے رہو گی اس کے ساتھ؟؟" اسکی فکر بجا تھی۔

"مجھے رہنا بھی نہیں اس کے ساتھ۔۔" اس نے قطعیت سے جواب دیا۔

اس نے سمجھنے کی کوشش کی۔ "مطلب رخصتی نہیں ہوئی؟؟"

"نہیں۔۔"

"مہر۔۔مجھے تمہاری بہت فکر رہا کرے گی یار۔۔ تمہاری حالت دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔۔اور تم پہ تو یہ سب بیت رہا ہے۔۔"

"کاش۔۔یہی حال میرے اپنوں کا بھی ہوتا۔۔کاش۔۔"

"مہر۔۔میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ صبر کرو۔۔شاید تمہیں ابھی صبر آئے بھی نہ۔۔ لیکن اتنا کہوں گی کہ اتنا صبر بھی نہ کرنا کہ ظالم تمہیں مظلوم سمجھ کر تم پہ ظلم کرتا ہی جائے۔۔"

"مجھے لگتا تھا کہ۔۔میں۔۔مہر نعیم احمد اپنے لیئے ہر دیوار سے ٹکرا جاؤں گی۔۔ لیکن۔۔مجھے کیا پتہ تھا؟ وہ دیوار میرے اپنے ہی ہونگے؟؟؟ جانتی ہوں کہ میرا قصور بہت بڑا ہے۔۔ لیکن وہ بھی تو اس میں برابر کا حصے دار تھا۔۔ پھر مجھے ہی کیوں سزا سنائی گئی؟؟ اسے کیوں نہیں؟ اسے کیوں نہیں؟؟"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یونیورسٹی کے باہر تقریباً آدھے گھنٹے سے کھڑا وہ اسکا انتظار کر رہا تھا۔

"اسکے ساتھ جو کچھ بھی تم نے کیا ہے۔ یہ مت بھولنا کہ میں بھول چکا ہوں۔۔ اب کے اسکے ساتھ تم نے کچھ بھی برا کیا تو ایک بات یاد رکھنا۔۔ اسکا قرض تمہاری ماں کو چکانا ہو گا۔ میرا احترام تو تمہارے دل میں ہے ہی نہیں لیکن اپنی ماں کی عزت تو کرتے ہو نا؟" آفس میں داخل ہوتے ہی انکی نصیحت آمیز دھمکیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔

"اور سب سے اہم بات! اماں بی کے لیئے کسی بھی قسم کا سٹریس، انکی جان لے سکتا ہے اور اگر تمہارے کسی عمل سے میری ماں کو سٹریس پہنچا تو اپنا انجام سوچ لینا تم۔۔"

جیسے جیسے ندیم صاحب کی باتیں اسکے دماغ پہ حاوی ہوتی جا رہی تھیں۔ ویسے ویسے وہ غصے سے آگ بگولہ ہو رہا تھا۔

"نہ کال اٹھا رہی ہے اور نہ ہی باہر آ رہی ہے۔۔" وہ غصہ سے بھرا ہوا تھا۔

اسی اثناء میں ایمل کی کال پہ وہ ذرا نارمل ہوا۔

"بھائی آتے ہوئے پریذنٹیشن پیپجز تو لیتے آیئے گا۔۔ ان پہ نوٹس بنانے ہیں مجھے۔۔" اسکے فون اٹھاتے ہی اس نے فرمائش ڈال دی۔

"او۔کے۔۔ مہر کو یونیورسٹی سے لیتے ہی۔۔" اس سے پہلے وہ فون رکھتی، اس کی بات پہ وہ رکی۔

"کسے؟ مہر بھابھی کو؟ وہ تو کب کی گھر آگئی ہیں۔۔" اس نے اسے اطلاع دی تو اس نے اپنا فون رکھ دیا۔

"عجیب ہے یہ۔۔ نجانے یہ لڑکی میرے کس گناہ کی سزا ہے؟؟" وہ ہاتھ کی پشت کو گاڑی کے شیشے پہ مار کر بولا۔ شیشہ تو ٹوٹنے سے بچ گیا، لیکن اسکے ہاتھ میں شدید درد ہونے لگا تھا اور اسکی آنکھیں بے حسی اور اذیت سے سمندر کی مثل بھر سی گئیں۔ جن میں طوفان آنے سے پہلے گہری خاموشی صاف عیاں تھی۔

وہ گھر آیا تو نعیم صاحب نے اسے بڑے لاڈ سے گلے لگایا۔ وہ سیکنڈ فلور کے کاریڈور سے کھڑی یہ منظر دیکھ کر اندر ہی اندر جل کڑھ رہی تھی۔

"پاپا۔۔ آپ میرے سر پہ تو محبت بھرا ہاتھ نہ رکھ سکے۔۔ لیکن اپنی بیٹی کے دشمن کے ساتھ۔۔۔" وہ زیر لب قدرے دکھ سے خود سے بولی۔

وہ بمشکل ہی ان کا اپنا پن برداشت کر پایا تھا۔ اس نے ان سے جان چھڑوائی اور فوراً سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر والے کمرے کی جانب بڑھا۔ جوں ہی اسکا دھیان مہر پہ پڑا، اسکا سفید شفاف چہرہ غصہ سے لال ہو چکا تھا۔ مہر نے لاپرواہی سے اسے دیکھا، جیسے اسے دھتکار رہی ہو۔ اور وہاں سے تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

کمرے میں آتے ہی اس نے اپنا بیگ ایک سائیڈ پہ پھینکا اور خود کے ساتھ الجھنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے یہ ؟؟؟"

ایمل نے دروازے پہ دستک دی تو اس نے ذرا نارمل ہوتے ہوئے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔

"ہاں آجاؤ۔۔ "

"بھائی چائے پہ سب انتظار کر رہے ہیں آپکا۔۔ اماں بی کب سے آپ کا پوچھ رہی ہیں۔۔ "

"ابھی تو آیا ہوں۔۔ کیا ایک لمحے کے لیئے بھی مجھے اس گھر میں سکون نہیں مل سکتا کیا؟؟؟" وہ غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

"بھائی۔۔ اس قدر خراب موڈ کیوں ہے آپکا؟ کچھ ہوا ہے کیا؟؟" اس نے سادگی سے پوچھا تو وہ مزید چڑا۔

"اور کچھ ہونا باقی ہے؟؟ پاگل ہو جاؤں گا میں۔۔ تنگ کرر کھا ہے ابا نے اور انکی دھمکیوں نے۔۔ اور اوپر سے یہ عذاب۔۔ مہر۔۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"دھمکی؟؟ کیسی دھمکی؟؟" اس نے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہی۔

"کچھ نہیں۔۔ تم جاؤ۔۔ انہیں بول دو کہ میں سو رہا ہوں۔۔" اس نے اسے بہانہ بتا تو دیا مگر اگلے ہی لمحے ندیم صاحب کے سوالات سے بچنے کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا اور اسکے آگے آگے چل دی۔

وہ باہر آیا تو نیچے لاؤنج میں سبھی گھر والے ایک ساتھ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ وہ خراماں خراماں قدم بڑھاتے ہوئے سیڑھیاں اترا، سب کو سلام کیا اور ندیم صاحب کے برابر میں آکر بیٹھ گیا۔

"سناؤ؟ کیسا رہا دن؟" نعیم صاحب نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

"جی۔۔ چچا جان۔۔ ٹھیک۔۔"

"ہم لوگ تم دونوں کی شادی کی رسم کا سوچ رہے ہیں۔۔" ان کی اگلی بات سن کر وہ تو جیسے سکتے میں آگیا۔ مہر جو سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھی، انکی بات سن کر اس کے پاؤں، وہیں منجمد ہو کر رہ گئے۔

"ہاں۔۔ تم دونوں کا نکاح میرے سامنے نہ سہی مگر، شادی کی رسم میرے سامنے ہو گی تو میرے اس بے چین دل کو ذرا سکون آ جائے گا۔۔۔ "

انکی بات پہ سب نے انکی طرف دیکھا۔

"اماں بی۔۔ آپ بے چین کیوں ہیں؟؟" ندیم صاحب کا دل دہل کر رہ گیا۔

"بس پتہ نہیں۔۔ مہر کے چہرے پہ ویسی خوشی نہیں ہے، جیسی ہونی چاہیئے۔۔ شاید اس لیئے کہ اسکا نکاح تم لوگوں نے سادگی سے کر دیا۔۔" انکے اندازے پہ سبھی حیران تو تھے مگر انکے اگلے خودساختہ اندازے پہ مہر کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا۔

"مہر آپی۔ آیئے نا۔۔" ایمل نے چائے کی ٹرے میز پہ رکھی تو اسکا دھیان اسکی طرف پڑا جو سیڑھیوں کی گرل کو پکڑے کھڑی تھی۔

"ہاں۔۔ آؤ۔۔" اماں بی نے اسے پکارا۔

وہ انکے پاس گئی تو انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ اسکے سر پر پھیرا۔

"سدا سہاگن رہو۔۔" انکی طرف سے دی جانے والی دعا، اسکے لیئے دعا نہیں بلکہ بد دعا تھی، ایسی بد دعا جس سے وہ ہر ممکن صورتحال چھٹکارا پانا چاہتی تھی۔

"یہاں۔۔ میرے سامنے بیٹھو دونوں۔۔" ان کی فرمائش پہ شاہ ویز کا جی چاہا کہ وہ اپنے ساتھ بیٹھنے والی کا سر پھاڑ دے۔۔ اور ایسا ہی کچھ حال مہر کا بھی تھا، جب اماں بی نے دونوں کو ایک ساتھ بیٹھنے کا حکم نامہ جاری کیا۔

"علینہ۔۔ مٹھائی لے آؤ۔۔" علینہ نے شوگر پاٹ میز پہ رکھا اور انکے حکم پہ عمل کرتے ہوئے فریج سے مٹھائی نکال کر لائی۔

"ابھی رمضان میں چند روز باقی ہیں۔۔ لیکن۔۔" وہ کہتے کہتے رکی اور کچھ دیر توقف کے بعد بولیں۔

عید کے دوسرے روز شادی کی رسم ہو گی۔۔" آخر انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا۔

"جی۔۔ بہتر۔۔" ندیم اور نعیم صاحب نے انکی ہاں میں ہاں ملائی۔

زیبا کا سارا دھیان مہر پہ تھا جو شاہ ویز کے برابر میں بیٹھی غصہ سے اپنی انگلیاں کاٹ رہی تھی۔ جبکہ سامعیہ نے ایک نظر شاہ ویز کو دیکھا جس کی ناک غصہ سے سرخ ہو چکی تھی۔

"چلو بھئی منہ میٹھا کرو۔۔" نعیم صاحب اٹھے اور باری باری سب کے سامنے مٹھائی کی پلیٹ کرتے ہوئے مسکرا دیئے۔

انہوں نے برفی کا ایک پیس اٹھایا اور شاہ ویز کا منہ میٹھا کروایا، اسکے برابر میں بیٹھی مہر کے سامنے مٹھائی کرتے ہی انہوں نے برفی کا ٹکڑا اسی پلیٹ میں واپس رکھ دیا تاکہ انہیں مہر کو کھلانا نہ پڑے۔

انہوں نے پلیٹ کو میز پہ رکھا اور وہاں سے آناً فاناً غائب ہو گئے۔

انکے اس عمل سے تقریباً سبھی حیران تھے۔ اماں بی نے ماتھے پہ تیوری چڑھاتے ہوئے نعیم کو دیکھا، جو انہیں مہر سے کچھ کھچا کھچا سا محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے ؟؟" انہوں نے زیبا سے استفسار کیا۔

"کچھ نہیں۔۔" وہ زبردستی ہی مسکرا پائی تھی۔

"تو یہ نعیم۔۔ مہر سے۔۔" انکی الجھن، انکے چہرے پہ واضح تھی۔

"نہیں۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔ مہر کو برفی کہاں پسند ہے ؟؟ نہیں تو وہ اسے کھلا دیتے۔۔" اس کی من گھڑت بات پہ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولیں۔

"مہر۔۔"

"جی۔۔" انکے پکارنے پہ، اس نے فوراً سے "جی" کہا۔

"تم خوش ہونا؟" انہوں نے یقین کی غرض سے پوچھا۔

سوال بھلے ہی انہوں نے کیا تھا، مگر گھر کے سب افراد اسکے جواب کے منتظر تھے۔

اس نے انکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ ضبط کے باوجود اسکی آنکھیں بھر آئیں تو وہ پریشان ہوئیں۔

انکا سوال انکے کان میں پڑ چکا تھا، تبھی وہ فوراً کمرے سے باہر آئے۔

"اماں بی۔۔ بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے؟ کیوں خوش نہیں ہو گی بھلا۔۔" نعیم صاحب نے بات کا رخ بدل کر مہر کو اشارۃً وہاں سے جانے کے لیئے کہا۔

تین چار روز بعد انہوں نے اس پہ نگاہ ڈالی تھی۔ انکا دیکھنا ہی تھا کہ وہ فوراً وہاں سے اٹھی اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کمرے میں آ گئی۔

"اسے کیا ہوا؟" انہوں پریشانی سے استفسار کیا۔

"شرما گئی ہے۔۔" انہوں نے گویا بات کو رخ دوبارہ بدلا۔ تو وہ چپ چاپ سب کا منہ دیکھنے لگیں۔

گھر کے سبھی افراد ہی تقریباً ان سے نظریں چرا رہے تھے۔ اور وہ سبھی کی آنکھوں میں چھپا راز ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ سمجھ چکی تھیں کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔۔ مگر کیا ہے؟ یہ وہ چاہ کر بھی پتہ نہیں لگا پا رہی تھیں۔

*****

دیر رات وہ اماں بی کی باتوں کو سوچتا رہا۔ مہر کا بدلا تاثر انہیں ایک الگ ہی کہانی بیان کر رہا تھا۔ اگر انہیں کسی بھی چیز کی بھنک لگ جاتی تو وہ مشکل میں آسکتا تھا۔

وہ اس قدر الجھ رہا تھا کہ گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز اسکے کانوں میں زہر گھول رہی تھی، جس سے وہ بیزار ہونے لگا تھا۔ ابھی وہ ایک ٹک ٹک سے بیزار تھا کہ اسی اثناء میں اسکے موبائل پہ بیپ ہوئی۔

"باہر آؤ۔۔ لاؤنج میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔۔" اسکی طرف سے دھمکی آمیز میسج کیا گیا، جسے سن کر وہ اٹھ بیٹھا۔

"میں جانتی ہوں۔۔ تم جاگ رہے ہو۔۔ اس سے پہلے میں آؤں۔۔ بہتر ہو گا کہ تم۔۔۔" اس نے ادھورا میسج کرتے ہوئے اسے صاف اور واضح انداز میں دھمکی دی تھی۔

اسکے دونوں میسج پڑھتے ہی وہ آگ بگولہ ہو کر رہ گیا۔

"عذاب۔۔ عذاب نہیں بلکہ عذاب الیم ہے یہ۔۔" وہ اپنے ساتھ ہی الجھ رہا تھا۔

دوسری طرف وہ لاؤنج میں بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ وہ گہرے اندھیرے میں روشن ہوئے پیلے بلب کو بغور دیکھ رہی تھی۔ پورے گھر میں کافی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ اب اسے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے، اسکے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ لیکن پھر بھی اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ وہ سیڑھیاں اترا اور دھیرے دھیرے اسکے قریب آیا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے ؟؟ رات کے اس پہر تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے ؟؟"

لاؤنج میں موجود خاموشی کا سکوت ٹوٹا۔

وہ خاصا سیخ پا ہوا۔ عین ممکن تھا کہ وہ غصہ سے چیختا مگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

دوسری طرف وہ بڑے سکون سے اٹھی اور اسکے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ خاموشی اسکے لبوں پہ ابھی بھی برقرار تھی۔ جس سے وہ مزید چڑ گیا تھا۔ "یہاں رات کے اس پہر کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو تمہیں اندازہ ہے کہ کیا ہو گا؟؟" وہ ذرا آہستہ آواز میں بولا مگر اس کا چہرہ غصے سے خاصا سرخ ہو چکا تھا۔

طنزیہ مگر زخمی مسکراہٹ اسکے لبوں پہ آرکی تھی۔ وہ اسکے قریب آ کھڑی ہوئی۔

" کیوں؟؟ نکاح میں ہوں تمہارے۔۔ کسی بھی وقت، کہیں بھی۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتی اس نے اس کی بات کاٹی۔

"شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔" وہ اس سے چند قدم دور ہوا۔

"زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں۔۔ تمہارے باپ کی وجہ سے یہ سزا کاٹ رہا ہوں میں۔ مجھے کوئی شوق نہیں تھا تم سے نکاح کرنے کا۔ "

"سزا۔۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔۔" اسکی بات سن کر وہ اذیت سے مسکرائی تو اس نے جواب مانگتی نظروں سے اسے گھورا۔

"مسٹر شاہ ویز ندیم احمد۔۔۔ تو؟ سزا سے نکل آؤ۔ دے دو طلاق مجھے۔۔" اس نے بڑے آرام سے کہا، جیسے بڑی ہی کوئی عام بات ہو۔

اسکے الفاظ سنتے ہی اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔۔ اور سانس پھول سا گیا۔

"کیوں؟؟ کیا ہوا؟" اس نے طنزیہ کہا۔

"نہ تو تم مجھے پسند کرتے ہو۔۔ اور نہ ہی میں تمہیں۔۔ تو پھر اس رشتے کا مقصد؟؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

"پاگل ہو تم؟؟؟ یہ سب اتنا آسان نہیں۔۔ بہتر تو یہ تھا کہ تم اس سجیل کے ساتھ آئی ہی نہ ہوتی۔۔" وہ ذرا آہستہ سے دانت پیس کر بولا تو اس نے ترس کھا کر اسکی طرف دیکھا۔

"افسوس ہے تم پہ۔۔ اور افسوس ہے تمہارے مرد ہونے پہ۔۔۔" اسکی آنکھیں اسے وحشت دلا رہی تھیں۔

"خود تو یہ تسلیم کر نہ سکے کہ تم ہی تھے جس نے مجھے گھر سے جانے کا مشورہ دیا۔۔ اور جس نے مجھے اس رات بحفاظت گھر پہنچایا اس پہ الزام؟" اس کی آواز بھرا سی گئی۔

نہ چاہتے ہوئے بھی وہ قدرے تحمل سے اسکی بات سنتا چلا گیا۔

"کاش۔شاہ ویز۔کاش۔تم سب کو بتا دیتے کہ میں گھر سے بھاگی نہیں تھی بلکہ تم نے مجھے فیصل آباد جانے کا کہا۔۔ تمہیں سب معلوم تھا۔۔ کیوں نہیں کہا سب سے؟؟" اس کی آواز ذرا اونچی ہوئی تو وہ اسکے قریب آیا۔

"ذرا آہستہ۔۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا اور پھر مزید بولا۔

"زیادہ بھاؤ کھانے کی ضرورت نہیں۔۔ کہا تھا ساتھ دوں گا۔۔ یہ نہیں کہا تھا کہ تم مجھے پھنساؤ گی تو تمہارا ساتھ دوں گا۔۔" اس نے یکدم ہی پینترا بدلا تھا۔

"تم سے زیادہ چیپ انسان میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔ تمہاری وجہ سے، میرا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی، میں میرے سب گھر والوں کی نظروں سے گر گئی ہوں۔۔ میرے پاپا۔۔ وہ تو میری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کر رہے۔۔" آخر اسکی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بے انتہاء اذیت سے بہا تو اس کے اندر ندامت کی ہلکی سی لہر پیدا ہوئی۔

"اور تم۔۔ تم سب کی نظر میں ہیرو بن گئے۔۔ میرا قصور تمہاری حقیقت جانتے ہوئے بھی، صرف تم پہ اعتبار کرنا تھا۔۔" وہ سسک کر بولی۔

"خیر۔۔ مجھے ابھی اور اسی وقت چھوڑ دو۔۔" اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور اپنا سانس بحال کرتے ہوئے بولی تو وہ گہری سوچ میں محو ہوا۔

"اسکے ساتھ جو کچھ بھی تم نے کیا ہے۔ یہ مت بھولنا کہ میں بھول چکا ہوں۔۔ اب کے اسکے ساتھ تم نے کچھ بھی برا کیا تو ایک بات یاد رکھنا۔ اسکا قرض تمہاری ماں کو چکانا ہو گا۔ میرا احترام تو تمہارے دل میں ہے ہی نہیں لیکن اپنی ماں کی عزت تو کرتے ہو نا؟"

"اور سب سے اہم بات! اماں بی کے لیئے کسی بھی قسم کا سٹریس، انکی جان لے سکتا ہے اور اگر تمہارے کسی عمل سے میری ماں کو سٹریس پہنچا تو اپنا انجام سوچ لینا تم۔۔"

ندیم صاحب کی کہی ایک ایک بات اسکے دماغ میں گردش کرنے لگی تھی۔اسکے ہاتھ پاؤں تقریباً ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔

"شاہ ویز۔۔کچھ کہہ رہی ہوں میں۔۔خود کو آزاد کردو نا اور مجھے بھی۔۔پلیز۔۔آزاد کردو اس سزا سے۔خدا کے لیئے۔۔مجھے طلاق دے دو۔۔کہو تین لفظ اور مجھے اور خود کو اس عمر قید سے رہائی دے دو۔"وہ اسکے سامنے کھڑی گر گرائی۔

اس نے نظر بھر کر اسکی طرف دیکھا۔وہ مہر جو مضبوط نظر آتی تھی،وہ کیسے اسکے سامنے کمزور پڑ گئی؟وہ اس سے چھٹکارا تو چاہتا تھا مگر اسکے باپ کے کہے لفظوں نے تو جیسے اسکی زبان پہ تالے ڈال دیئے تھے۔

"سن رہی ہوں میں۔۔تم کہو۔۔"وہ آنکھوں کو بند کیے،اس سے التجائیہ انداز میں بولی۔

اس نے کچھ کہنے کے لیئے جوں ہی لب کھولے ہی تھے کہ لاؤنج میں موجود بڑا بلب روشن ہوا،جس سے پورے لاؤنج میں دن جیسا اجالا ہو گیا۔

وہ سایہ جو پچھلے دس منٹ سے انکی باتیں قدرے انہماک سے سن رہا تھا،آخر کمرے کے دروازے سے باہر آیا جس کی آواز نے دونوں کی گفتگو کے درمیان خلل پیدا کر دیا۔

حقیقت!

"چپ کر جاؤ۔۔ کوئی شرم لحاظ باقی نہیں رہا تم لوگوں میں ؟" ان کی زوردار آواز لاونج میں گونجی تو دونوں سہم کر رہ گئے۔

وہ لاٹھی کا سہارا لیئے بمشکل ہی کھڑی تھیں۔

"اماں بی! آپ۔۔" شاہ ویز کا سانس خشک ہو کر رہ گیا۔ دوسری طرف مہر کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

"میرے کمرے میں آؤ۔۔" اب کے انہوں نے ذرا آہستگی سے کہا مگر حکم واضح صاف اور واضح جھلک رہا تھا۔

دونوں انکے قدموں کی پیروی کرتے کرتے انکے کمرے میں آئے۔

شاہ ویز نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ جواباََ اس نے بھی تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں تو کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کے درمیان ؟؟" وہ لاٹھی کا سہارا لیئے دیوان کے پاس کھڑی تھیں۔

"اماں بی! پلیز بیٹھ جائیں۔۔ آپ کی طبعیت پہلے ہی۔۔۔" اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا، انہوں نے آنکھیں گول کرتے ہوئے شکایتی انداز سے دونوں کو خوب گھورا۔

"میری طبعیت کا اگر تم دونوں کو ذرا سا بھی احساس ہوتا تورات کے اس پہر تم لوگ۔۔" وہ دکھ سے بولیں۔

"نہیں۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔ جیسا آپ سمجھ رہی ہیں۔۔ ہم تو صرف بات ہی کر رہے تھے۔۔" شاہ ویز نے بات کو چھپانا چاہا۔

"بات۔۔ بات یا فیصلہ ؟؟" اب کے مہر کا سانس بھی پھول سا گیا۔

"کیا تم دونوں کا نکاح زبردستی کیا گیا ہے ؟؟" وہ استفہامیہ انداز میں بولیں تو دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس سے پہلے مہر کچھ بولتی شاہ ویز تیزی سے بولا۔

"اماں بی۔۔ پلیز بیٹھ جایئے۔۔" اس نے مکرر کہا جس پہ وہ اسے کاٹ کھانے کو بولیں۔

"اتنا دَم ہے مجھ ادھیڑ عمر بڑھیا میں کہ تمہاری حقیقت سن کر کم از کم زمین پہ نہیں گروں گی۔۔" انہوں نے اسکے اپنے آگے بڑھتے ہاتھوں کو ایک ہی جھٹکے سے پیچھے کیا تو اسکی گھڑی اتر کر زمین پہ گرتے ہوئے، انکی کرسی کے نیچے جا گری۔

"مہر۔۔ تم بتاؤ مجھے۔۔ جو کچھ میں نے سنا ہے سب سچ ہے کیا؟؟" وہ لاٹھی کو زمین پہ مضبوطی سے ٹکائے بولیں۔

مہر نے ایک نظر اٹھا کر انکی طرف دیکھا جو انکی جواب کی منتظر تھیں تو دوسری نگاہ شاہ ویز پہ ڈالی جو آنکھوں کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا کہہ رہا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں۔۔ مہر۔۔" وہ اسکے قریب آ کر ذرا اونچا بولیں تو وہ خوفزدہ ہو کر رہ گئی۔ خوف میں اسکے منہ سے کچھ نکل نہ پایا سوائے "جی" کے، جو اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بمشکل ہی کہا تھا۔

"آج تمہیں کسی کا خوف نہیں ہونا چاہیئے۔۔ کیونکہ تم میرے سامنے ہو۔۔ میں تمہاری بات سنوں گی بھی اور تمہیں ان سب کے ڈھائے ہوئے ظلم سے نکالوں گی بھی۔۔" انہوں اپنے دوسرے ہاتھ کی مدد سے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے، اپنے مضبوط سہارے کا احساس دلایا۔

"تابینہ کے بعد۔۔ اب تم۔۔ میں اپنی بچیوں کے ساتھ کسی قسم کا ظلم نہیں ہونے دوں گی۔۔" انکی آنکھیں بھر آئیں اور آواز بھرا سی گئی تو مہر نے انکا ہاتھ پکڑ کر انہیں کرسی پر بٹھایا۔

"ایک غلطی ہوئی تھی مجھ سے۔۔ اپنی بیٹی کی بات نہ سن کر۔۔ لیکن یہ سب اب دہرایا نہیں جائے گا۔۔"

ان کے لہجے میں ندامت عیاں تھی۔

"اماں بی۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔آپ خوامخواہ پریشان۔۔"اس نے پھر سے بولنے کی کوشش کی تو وہ جنجھلائیں۔

"میں نے تم سے کچھ نہیں پوچھا۔۔تم کچھ بتانا ہی چاہتے ہو تو صرف اتنا بتاؤ۔۔کیا تم نے اسے گھر سے بھگایا؟؟"

انہوں نے دوٹوک بات کی۔

اسکا سانس پھولنے لگا تھا اور جسم پریشانی سے پسینے میں شرابور ہونے لگا۔

"اماں بی۔۔اصل میں۔۔وہ۔۔۔"

"ہاں یانا؟؟"انہوں نے اسے مزید بحث سے روکا۔

اس نے ایک نظر مہر کو دیکھا جو قدرے طمانیت سے اماں بی کے پاس بیٹھی اسکے جواب کے انتظار میں تھی۔تو دوسری نظر اماں بی پہ ڈالی جن کی گہری کالی آنکھیں اسے وحشت دلا رہی تھیں۔

اس نے مجرموں کی طرح اثبات میں سر ہلایا۔

"جاؤ یہاں سے۔۔"وہ حکمیہ انداز میں بولیں۔

"مگر۔۔آپ۔آپ میری پوری بات تو۔۔"وہ کانپتے ہوئے بولا۔

"بولو۔۔ کیا ہے تمہاری پوری بات ؟؟" وہ قدرے سکون سے سوالیہ انداز میں بولیں۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا مہران سے التجائیہ انداز میں بولی۔

"یہ جھوٹ بولے گا آپ سے۔۔ اماں بی! اس کی کوئی بات مت سنیئے گا۔۔ پلیز۔۔ اماں بی۔۔ یہ پھر سے ایک نئ کہانی بنا دے گا، جیسے اس نے جنت کی دفعہ بنائی تھی کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے۔۔ جبکہ ایسا نہیں تھا۔۔ وہ گھر سے ہر گز بھاگی نہیں تھی۔۔ بلکہ وہ تو اسے اسکی محبت اسکے منہ پہ مارنے کے لیئے گئی تھی، تاکہ وہ جہانگیر بھائی کے ساتھ سینسیئر ہو کر رشتہ قائم کر سکے۔۔" وہ بے ضبط بولتے ہوئے، بے اختیار رو دی۔

اسکے ایک ایک انکشاف پہ اماں بی حیران تھیں۔

"اماں بی۔۔ سہیل نے بھی کچھ غلط نہیں کیا تھا۔۔ اس نے جنت کو اس رات اپنے گھر آنے پہ بھی واپس بجھوا دیا تھا۔ اسکے دل میں کوئی میل نہیں تھا۔۔ اگر ہوتا تو وہ جنت کو وہیں روک رکھتا۔ اماں بی! کدورت اگر کسی کے دل میں تھی تو اسکے۔۔۔" وہ اسکی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

اسکی ایک ایک بات پہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ وہ حیران تھا کہ آخر وہ کیسے اتنا سب ایک ساتھ بول سکتی ہے؟

"اور اماں بی۔۔وہ سجیل ہی تھا، جو مجھے فیصل آباد سے لے کر آیا۔۔میں یہاں آئی تو اس نے سارا الزام مجھ ہی پہ ڈال دیا۔۔اور خود بری الذمہ ہو گیا۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اسکا ایک ایک انکشاف اماں بی کے دل پہ قیامت کی طرح ثابت ہوا تھا۔

"ابھی بھی تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟؟" انہوں نے اسکی طرف خوب گہرے غور سے نگاہ ڈالی، جو ان سے نظریں چرا رہا تھا۔

"اماں بی۔۔مجھے اس کے نکاح میں نہیں رہنا۔۔اماں بی پلیز۔۔میں نے آپکو بتانے کی بہت بار کوشش کی لیکن مجھے سب گھر والوں نے۔۔" اسکے ہاتھ کی چوڑیاں کرسی سے جا لگیں تو زمین پہ بکھر گئیں، جس کی اس نے پرواہ نہ کی۔

وہ انکی گود میں سمٹ آئی۔

وہ مہر جو ان سے گھبرا جایا کرتی تھی، ڈر جایا کرتی تھی، آج انکے گلے لگ کر خوب زارو قطار سے رو رہی تھی۔اور انکا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

"کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہو گی۔۔ کسی کے ساتھ بھی نہیں۔۔" انہوں نے اسکا ماتھا چوم کر اسکے آنسو صاف کیے۔

دوسری طرف انکی نگاہیں شاہ ویز پہ تھیں، جو انکے قریب آرہا تھا۔

"اماں بی۔۔ پلیز۔۔ مجھے ایسے تو نہ دیکھیئے۔۔" وہ انکے گھٹنوں کو پکڑے بولا۔ "مجھے معاف کر دیں۔۔ پلیز۔۔"

"تمہاری ہر غلطی کو میں نے تمہارا بچپنا سمجھ کر معاف کیا ہے۔۔ لیکن یہ غلطی۔۔ غلطی نہیں ہے۔۔ گناہ ہے ۔۔ تم نے میری معصوم بچیوں کی زندگی کے ساتھ بہت بڑا کھیل کھیلا ہے۔۔ ورغلایا ہے مجھے۔۔" وہ اس سے پیچھے کو ہولیں۔

وہ مجرموں کی طرح انکے سامنے بیٹھا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

"کوئی ایسا فیصلہ نہ کیجیئے گا کہ میری امی کی زندگی۔۔" وہ کمزور ہوا۔

مہر نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"ایک اور نیا بہانہ ہے اس کا۔۔ اسے نہ تائی جی کا خیال ہے اور نہ کسی اور کا۔۔" اس سے پہلے مہر اپنی بات پوری کرتی اماں بی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔

"پوری بات بتاؤ لڑکے۔۔ تمہاری ماں کا اس سب میں کیا؟؟؟؟" انہوں نے تیکھے لہجے میں استفسار کیا۔

"ابا نے کہا کہ اگر۔۔" اس نے انکی زبانی ساری بات تفصیلی طور پہ انہیں بتائی تو وہ گہری سوچ میں پڑ گئیں۔

دوسری طرف مہر کو اس پہ رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا، نہیں تو وہ اسکے منہ پہ زوردار طمانچہ مارتی کہ اسے ساری قسمیں یاد آ جاتیں، جو کبھی اس نے اسکے سامنے بھی کھائی تھیں۔

****

"کیسی ہیں جانِ جانو۔۔ پاکستان جا کر بھول گئی ہیں کیا؟؟" جہانگیر آفس سے فارغ ہوا تو واپسی پہ ڈرائیو کرتے وقت اس سے کال پہ محو گفتگو ہوا۔

"آپ کو بھول جانے کا جرم نہیں کر سکتی میں۔۔" وہ شرارتی انداز میں بولی۔

"امم۔۔ یہ جرم کبھی کرنا بھی نہیں۔۔ عمر قید سناؤں گا سیدھا۔۔" وہ حسبِ معمول نارمل انداز میں بولا تو وہ کھکھلا کر ہنسی۔

"ہر سزا سر آنکھوں پہ۔۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔

"امم۔۔ تو دھیرے دھیرے مجھ جیسی ہو رہی ہیں آپ۔۔ گڈ چینج۔۔" اس نے اسے سراہا۔

"اور بتایئے۔۔ کیسے ہیں وہاں سب؟ اماں بی کی طبعیت کیسی ہے اب؟ "

"سب ٹھیک ہیں۔ اور اماں بی بھی بہتر ہیں اب۔۔ ان شاء اللہ دو تین روز تک آجاؤں گی۔۔" اسکی بات سن کر وہ خوشی سے پھولے نہیں سمارہا تھا۔

"لیکن کب؟ میں پلین ٹکٹ کنفرم کروادیتا ہوں۔۔"

" اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ ڈیڈی ہیں نا یہاں۔۔ وہ کروادیں گے۔۔ آپ بس سرپرائز کا انتظار کریں۔۔" وہ شوخ انداز میں بولی تو وہ رشکیہ انداز میں مسکرایا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔ ویسے ممی بہت خوش ہیں تم سے۔۔"

"اور ممی کا بیٹا۔۔" وہ کھسیانی ہنسی ہنس دی۔

"وہ تو آپکے عشق میں سر سے پاؤں تک گرفتار ہو چکا ہے مسز۔۔" وہ خمار آلود لہجے سے بولا تو وہ لجائی سے مسکرادی۔

****

جب سے اسکا نکاح ہوا تھا، وہ سکون سے سو نہیں پا رہی تھی۔ صبح اتوار تھا، یہ جانتے ہوئے وہ صبح دیر تک سوتی رہی۔ گھر میں کیا کہرام برپا ہونے والا ہے اس بات سے بے خبر وہ بڑے سکون سے نیند کی چادر اوڑھے سو رہی تھی۔ یہ نیند شاید اسکی زندگی کی آخری پر سکون نیند تھی۔ اماں بی سے بات کرنے کے بعد وہ بہت حد تک پر سکون ہو چکی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اسے نیند بھی بے حد سکون سے آئی تھی۔

ابھی صبح کے دس بجے ہی تھے کہ علینہ کمرے کا دروازہ زور زور سے پیٹنے لگی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہی تھی ۔جوں ہی دستک نے زور پکڑا تو وہ بیڈ پر سے اٹھ بیٹھی۔

دروازہ جس طرح بج رہا تھا۔ اس سے اسکا دل بند ہونے لگا تھا۔ آخر خود کو سنبھالتے ہوئے، اس نے اپنے بکھرے بال باندھے اور کمرے کا دروازہ کھولا۔

"کیا ہو گیا ہے بھابھی؟؟ اتوار والے روز بھی کیا سکون سے سو نہیں سکتے یہاں؟" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

"تمہیں سکون کی پڑی ہے۔۔ غضب ہو گیا ہے گھر میں۔۔" علینہ کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

وہ دروازے پہ ہی کھڑی رہی۔ نہ اسے اندر آنے کا کہا اور نہ خود اندر کی طرف پلٹی۔

"غضب تو ہو ہی رہا ہے یہاں۔۔ کوئی نئی بات؟؟" اسکی بے باکی پہ علینہ ششدر تھی۔

"کم از کم۔۔ آج تو زہر نہ اگلو۔۔" وہ تاسف سے بولی تو وہ طنزیہ مسکرائی۔ "اماں بی! انکی حالت۔۔" اسکے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ گئے تھے، تبھی وہ مسکرائی۔

"اوہ! تو یہ سب تو ہونا ہی تھا۔۔ گھر والوں کو کیا لگا کہ انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے؟ اب اماں بی انہیں بتائیں گی۔۔" وہ ڈھنکے کی چوٹ پہ بولی تو علینہ کے چہرے پہ حیرت کے آثار اور نمایاں ہوئے۔

"تو تمہاری وجہ سے؟؟" وہ سمجھ چکی تھی کہ اصل بات کیا ہے؟

"انہیں ایک نہ ایک روز تو سب پتہ چلنا ہی تھا۔۔ خیر مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔ اب گھر والے جانیں اور اماں بی۔۔" وہ کندھوں کو اچکائے ہوئے بولی۔

"خیر! بہت نیند آرہی ہے مجھے۔۔ جائیں یہاں سے۔۔" وہ اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے بڑی بے نیازی سے بولی اور کمرے کی طرف واپس کو ہوئی۔

"وہ شاید اس دنیا میں نہیں رہیں۔۔" وہ فوراََ سے بولی۔

اسکے جاتے قدم رک سے گئے۔ اس نے علینہ کو یکدم پلٹ کر سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

علینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ مہر کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ بے حس و حرکت اسکا چہرہ دیکھنے لگی ، جس نے اسے یہ خبر سنائی تھی۔

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً سے سیڑھیاں اترتے ہوئے بھاگی بھاگی انکے کمرے میں آئی۔ اسکے کندھوں پہ پھیلا دوپٹہ سیڑھیاں اترے ہوئے وہیں جا گرا۔

علینہ نے فوراً سے اسکا دوپٹہ اٹھایا اور بھاگی بھاگی اسکے پیچھے آئی۔

اسکی نگاہیں صرف اماں بی کی ہی طرف تھیں جن کا اس وقت ڈاکٹر چیک اپ کر رہا تھا۔ علینہ نے فوراً سے آگے بڑھ کر اسکے کندھوں تک دوپٹہ پھیلایا۔

گھر کے تمام افراد انکے گرد دائرہ بنائے، ڈاکٹر کی طرف سے دی جانے والی اطلاع کے انتظار میں کھڑے تھے۔ اسکے ہاتھ پاؤں پسینے سے شرابور اور پریشانی سے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔

دوسری طرف شاہ ویز کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ اس نے اپنے ماتھے پر سے پسینے کو صاف کیا تو شماز نے گہرے غور سے اسے دیکھا، جس پہ اس نے نظریں چراتے ہوئے اس سے نگاہیں پھیر لیں۔

"ایم۔۔سوری۔" ڈاکٹر کی طرف سے مایوس کن الفاظ میں اطلاع دی گئی۔ "پینِک اٹیک ہوا ہے انہیں۔"

"انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔" ندیم صاحب کے منہ سے ادا ہوا۔ انکی حالت دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔

سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ گھر کی عورتوں کی طرف سے روایتی انداز میں رونے کا سلسلہ شروع ہوا تو ڈاکٹر نے وہاں سے جانا مناسب سمجھا۔

"کل تک تو ٹھیک تھیں۔۔ کتنی خوش تھیں۔۔ اچانک کیا ہو گیا انہیں۔۔" نعیم صاحب اپنی کانپتی آواز میں بولے۔

مہر کے قدم برف کی طرح منجمد ہو کر رہ گئے۔ اسکے ذہن میں اماں بی کی ایک ایک بات گھوم رہی تھی۔

"کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہو گی۔۔ کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ تمہاری ہر غلطی کو میں نے تمہارا بچپنا سمجھ کر معاف کیا ہے۔۔ لیکن یہ غلطی۔۔ غلطی نہیں ہے۔۔ گناہ ہے۔۔ تم نے میری معصوم بچیوں کی زندگی کے ساتھ بہت بڑا کھیل کھیلا ہے۔۔" اسکے قدم پیچھے کی جانب مڑنے لگے تبھی شماز کا دھیان اسکے ہاتھ پہ موجود چوڑیوں پہ پڑا جو بالکل ویسی ہی تھیں جیسی اسے اس کمرے سے ملی تھیں۔ وہ سب سے پہلا شخص تھا جو اس کمرے میں اماں بی کے پاس آیا تھا۔ ٹوٹی ہوئی چوڑی دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ اماں بی کے کمرے میں کوئی تو آیا ہے۔۔ "کچھ تو ضرور ہوا ہے۔۔"

اس سے پہلے وہ کمرے سے باہر جاتی، شماز نے اسکا ہاتھ پکڑا، جس میں میرون رنگ کی چوڑیاں تھیں۔ اسکے ہاتھ پکڑنے پہ خوف سے اسکی نگاہیں پھیل سی گئیں۔ اس نے اسے خوب گھورا اور اسکے ہاتھ پہ موجود چوڑیوں کو اتارتے ہوئے اپنی پینٹ کی جیب میں رکھا۔ علینہ نے شماز کو اسکی چوڑیاں اتارتا ہوا دیکھا تو سمجھنے والے انداز سے دونوں پہ نگاہ ڈالی۔

ندیم صاحب اپنی ماں کے قریب آئے اور انکے چہرے کو ہاتھ لگاتے ہوئے خوب رو دیئے۔

"اماں بی! اٹھ جایئے۔۔ اماں بی۔۔۔"

گھر میں ایک کہرام برپا تھا۔ ہر کوئی رو رہا تھا سوائے مہر اور شماز کے۔ دونوں پہ سکتہ طاری ہو چکا تھا۔ دونوں کی خاموشی کو گھر کے سبھی افراد نے محسوس کیا۔

علینہ نے بہت چاہا کہ مہر رو لے۔ مگر اسکی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ نکل پایا۔

****

دوسری طرف جنت تک یہ خبر بلاواسطہ پہنچائی گئی۔

"تمہاری اماں بی! تمہیں یاد کر رہی ہیں بہو۔۔ چلو آؤ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔۔" مسز ہارون کی بات پہ اسکی چھٹی حِس نے اسے کسی چیز سے خبردار کرنا چاہا۔

"وہ ٹھیک تو ہیں؟؟" اس نے ان سے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہیں۔۔ تم ناشتہ کر لو پھر چلتے ہیں۔۔" وہ چائے کپ میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"امممم۔۔ کس نے فون کیا تھا؟" اس نے ٹوسٹ پہ جیم لگاتے ہوئے نارمل انداز میں پوچھا۔

"تمہاری بھابی علینہ نے۔۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔" وہ گہری سوچ میں پڑ گئی۔ "سوچا تھا وہاں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔ لیکن اماں بی! آپ کی خاطر۔۔"

"کیا ہوا؟" مسز ہارون نے تشویشی انداز سے پوچھا۔

"اِن سے پوچھ لوں۔۔ پھر چلتے ہیں۔۔"

"اوہ۔۔ ہو۔۔ میں کہہ رہی ہوں نا۔۔ تو بس ٹھیک ہے۔۔ ویسے بھی انہی کے لیئے ہی تو یہاں آئی ہو۔۔ جہانگیر کو بھلا کیا اعتراض ہو گا؟؟" انہوں نے اسے بے فکری کا احساس دلایا۔

دوسری طرف وہ خاصی پریشان تھیں کہ کیسے اسے وہ سب بتا پائیں گی؟

"مہر۔۔۔ اماں بی نہیں رہیں۔۔ نہیں رہیں وہ۔۔" علینہ نے اسے جنجھوڑتے ہوئے کہا تو اس نے پریشان کن نگاہوں سے اسکے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی۔ اسکی آنکھیں پتھرا چکی تھیں جن سے آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ بہہ پایا۔

"نہیں۔۔ زندہ ہیں وہ۔۔ زندہ رہنا ہو گا انہیں بھابھی۔۔ انہوں نے تو مجھ سے کہا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ بھی نا انصافی نہیں ہونے دیں گی۔۔" وہ چیخ چیخ کر بولی تو زیبا اور سامعیہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

تابینہ نے معنی خیز نظروں سے روتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اشش۔۔ چپ کر جاؤ۔۔ مہر۔۔" علینہ نے اسے ہلاتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور بولتی جنت گھر کے مرکزی دروازے سے لاؤنج میں داخل ہوئی۔

تابینہ فوراََ سے اٹھی اور اسے اپنی بانہوں میں لیتے ہوئے اسے سنبھالا۔

انکا اپنا حال رو رو کر برا ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اسے سنبھال رہی تھیں۔ "سنبھالو خود کو۔۔ سنبھالو جنت۔۔۔ اللہ کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے میری بچی۔۔ جیسے اسکی رضا۔۔ ویسے ہم راضی۔۔" انہوں نے تسلی آمیز لہجے میں نہ صرف اسے تسلی دی بلکہ خود کو بھی تسلی دی۔

"اونچی آواز میں رونے سے گناہ ہو گا۔۔ ضرور رو۔۔ لیکن۔۔ صبر سے۔۔"

قسمت کی یہ کیسی ستم ظریفی تھی؟ جن کے سایے سے بھی وہ کبھی دور نہ ہوئی تھی، آج انکے اس دنیا سے چلے جانے سے پہلے ان سے مل ہی نہ پائی۔ نجانے کتنی باتیں تھیں، جو وہ ان سے کرنا چاہتی تھی مگر قسمت نے اسے موقع ہی نہ دیا۔

بعض اوقات انسان کتنا مجبور ہو کر رہ جاتا ہے؟ جن کے جانے سے جان جاتی ہے، انہیں اپنے ہاتھوں سے رخصت کرنا پڑتا ہے۔ یہی قدرت کا نظام ہے اور یہی قدرت کا فیصلہ۔۔

****

اماں بی کو اس دنیا سے گئے تقریباََ دو روز ہو چکے تھے۔ اس بیچ وہ علینہ کے کہنے پہ مہر کے پاس ہی رکی۔

"خدارا! اسے رلانے کی کوشش کرو جینی۔۔ اس طرح سے۔۔"

"بھابھی۔۔ کیا کروں۔۔ میری کہی کوئی بات اس پہ اثر ہی نہیں کرتی۔۔" جینی کی اپنی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔

"بھابھی! وہ بالکل ٹھیک تو تھیں۔۔ انکی حالت ایسی تو نہیں تھی کہ وہ اس دنیا سے ہی چلی جاتیں۔۔ ہمیں چھوڑ کر ہی چلی جاتیں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو علینہ نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

سامعیہ نے دونوں کو کچن میں روتے دیکھا تو دونوں کے پاس آئیں۔

"سنبھالو خود کو۔۔۔ اللہ کی یہی مرضی تھی۔۔" انکے الفاظ، انکے حلق میں ہی رہ گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو کر رہ گئے۔

"پچھلے دو دنوں سے اس نے روٹی کا ایک نوالہ بھی حلق سے نہیں اتارا۔ پلیز ممانی جان! آپ جایئے نا اس کے پاس۔۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"رات میں تمہارے سامنے گئی تو تھی۔۔ لیکن وہ تو کسی سے بھی بات کرنے سے قاصر ہے۔۔" انہوں نے اپنے آنسو صاف کیے اور فریج میں سے جوس کا کین نکالتے ہوئے گلاس میں ڈالا۔

"لائیے مجھے دیجیئے۔۔" شماز انکی باتیں سن کر کچن میں آیا اور انکے ہاتھ سے جوس کا گلاس پکڑتے ہوئے وہاں سے نکلا۔

"شماز۔۔ آپ۔۔" علینہ نے سوالیہ انداز میں کہا تو وہ جاتے جاتے پلٹا۔

"لیٹ می ہینڈل دِس میٹر۔۔"

جنت نے علینہ کی طرف سوال کن نگاہوں سے دیکھا تو اس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا کیونکہ سامعیہ کی موجودگی میں وہ اسے کچھ بتا بھی نہیں سکتی تھی۔ **************

وہ کمرے میں آیا تو وہ کھڑکی کی جانب منہ موڑے کھڑی، دھوپ کی شعاعوں کو خوب غور سے دیکھ رہی تھی۔ کھڑکی کہ پھیلی دھول کو وہ اپنی انگلی کی مدد سے دھیرے دھیرے صاف کر رہی تھی۔ وہ دروازے پہ ہی کھڑا رہا کہ شاید وہ رخ موڑے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ تبھی اس نے دستک دی اور اندر آتے ہوئے جوس کا گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔ اسکے قدموں کی آواز وہ سن چکی تھی مگر دانستہ اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ آخر وہ اسکے قریب آیا۔ اس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے کھڑکی سے پیچھے کرتے ہوئے کھڑکی کا پردہ آگے کر دیا، جس سے کمرے میں پھیلی دھوپ چھاؤں میں بدل گئی۔

"بیٹھو یہاں۔۔" اس نے اسے کرسی پہ بٹھایا اور خود دوسری کرسی اسکے سامنے رکھے، اسکے سامنے آ بیٹھا۔

اس نے اسے خوب غور سے دیکھا جس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں اور وہ مری مری سی حالت میں اسکے سامنے بیٹھی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ رہی تھی۔ آخر وہ کچھ سوچتے ہوئے اٹھا اور جوس کا گلاس میز پر سے اٹھاتے ہوئے اسکے پاس دوبارہ آیا۔

اس نے جوس کا گلاس اسکے سامنے کیا تو اس نے نظر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔

"پیئو۔۔" وہ ذرا نرم لہجے میں بولا اور اسکے قریب بیٹھا۔

دوسری طرف وہ ٹس سے مَس نہ ہوئی۔

"جسٹ ڈرنک اِٹ۔۔" اب کے اسکے لہجے میں سختی تھی۔

اس نے نظر اٹھا کر یکبارگی میں اسے دیکھا اور جوس کا گلاس اسکے ہاتھوں سے پیتے ہوئے رو دی۔

شماز نے معنی خیز نگاہوں سے اسے خوب غور سے دیکھا۔ وہ جب جوس کا گلاس ختم کر چکی تو اس نے اسکے ہاتھ سے گلاس پکڑا۔

جنت اور علینہ دونوں اسکے کمرے کی جانب آئیں مگر دونوں میں ہونے والی گفتگو جوں ہی انکے کانوں میں پڑی تو وہ جاتے جاتے رکی۔

"کس بات پہ خاموشی ہے اب؟؟"وہ نارمل انداز میں سوالیہ بولا لیکن طنز صاف اور واضح تھا۔

"تم ہی چاہتی تھی کہ انہیں سب پتہ چل جائے۔۔تو ہو تو گیا ہے۔جو تم چاہتی تھی۔۔"وہ پھر سے بولا۔"قتل کرنے والے اداس کب سے ہونے لگے؟"اب کے وہ پھٹ پڑا تھا۔

"قتل؟؟نہیں۔۔نہیں۔۔میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔"آخر اسکی خاموشی ٹوٹی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا تو پرسوں رات، انکے کمرے میں کیا کرنے گئی تھی تم؟؟"اس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ نظریں جھکا کر رہ گئی۔

"اب جھوٹ مت بولنا۔۔"وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا شماز بھائی۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔"روتے روتے اسکی ہچکی بندھ چکی تھی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا؟تم نے؟؟"وہ اپنا ہاتھ دباتے دباتے رہ گیا۔"تو پھر کیا ہے یہ سب؟کیا ہے؟؟"اس نے اپنی ایک پینٹ کی جیب سے ٹوٹی ہوئی چوڑی نکالی تو دوسری سے اسکے ہاتھ سے اس روز اتاری گئی چوڑیاں۔

"اب بھی کہو یہ تمہاری نہیں؟؟" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

ان دونوں میں ہونے والی گفتگو سن کر باہر موجود علینہ اور جنت ششدر رہ گئیں۔ دونوں نے گہری کھلی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ شماز یہ کیسا انکشاف کر رہا تھا؟ دونوں اندر ہی اندر خوف زدہ تھیں۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ میں نے تو صرف ان سے بات کی تھی۔۔ انہیں صرف بتایا تھا جو آپ لوگوں نے میرے ساتھ کیا۔۔ میں کیوں قتل کروں گی انکا۔۔ کیوں؟؟؟" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور وہ اسکے سامنے بیٹھا بے حسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جنت نے چاہا کہ اندر جا کر معاملہ سنبھالے مگر علینہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر جانے سے اشارۃََ روکا۔

"یہ قتل ہی ہے۔۔ تم نہیں جانتی کہ تمہاری اس بیوقوفی سے کیا ہو گیا ہے؟ اماں بی! اماں بی نہیں رہیں اس دنیا میں۔۔ نجانے تم نے کس انداز میں ان تک ساری بات پہنچائی ہے کہ وہ یہ سب برداشت ہی نہیں کر پائیں۔" وہ چیخ چیخ کر بولا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کہا ان سے۔۔ آپ شاہ ویز سے پوچھ سکتے ہیں۔۔ وہ وہیں تھا تب۔۔" وہ بے اختیار، بناء سوچے سمجھے بولتی چلی گئی۔

شاہ ویز کے ذکر پہ اسکا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ بھی کرسی پر سے اٹھی اور اسکے پاس جا کھڑی ہوئی جہاں وہ اس سے منہ پلٹ کر کھڑا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ آپ شاہ ویز سے پوچھ سکتے ہیں۔۔ وہ وہیں تھا تب۔۔ ہم دونوں آپس میں بات کر رہے تھے تو انہوں نے ہمیں دیکھ لیا۔۔ اور۔۔" وہ سسکی لیتے ہوئے بولی اور پھر سے رو دی۔

"شماز بھائی! مجھے آپکی قسم۔" اب کے شماز نے پلٹ کر اسکے چہرے پہ نگاہ ڈالی۔

اسکی آنکھوں سے زارو قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ چاہتے ہوئے بھی وہ اسکے آنسو صاف نہ کر پایا۔

"آپ جانتے ہیں۔۔ میں آپکی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتی۔۔ جانتے ہیں بچپن میں کتنی دفعہ جنت مجھے آپکی قسم دے دیا کرتی تھی اور میں اسکی آئس کریم کو ہاتھ تک نہیں لگاتی تھی۔ اور جب آپکی قسم نہیں دیتی تھی تو میں اسکی آئس کریم چَٹ کر جایا کرتی تھی۔" اس نے اسے بچپن کا وہ قصہ سنایا جو اسے بھی ابھی تک یاد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مہر سے بہت حد تک اٹیچڈ تھا۔

آخر شماز کی آنکھوں کے کنارے بھی بھیگ گئے۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا سوائے انہیں سچ بتانے کے۔۔ اور وہی واحد تھیں جنہیں میرے سچ پہ اعتبار بھی آگیا تھا۔۔ لیکن وہ۔۔ وہ کیسے ؟ کیسے مجھے چھوڑ کر جا سکتی ہیں ؟ انہوں نے تو کہا تو کہ وہ ناانصافی نہیں ہونے دیں گی۔۔۔ وہ میرے ساتھ ہیں۔۔ مگر۔۔"

اسکی حالت دیکھ کر شماز نے اسکے سر پہ ہاتھ دیا۔

"میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہے۔۔ پھر بھی تم نے ؟؟" وہ دکھ سے بولا۔ "تم نہیں جانتی کہ گھر والوں میں سے کسی کو اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو کیا کہرام برپا ہو گا ؟"

ابھی وہ دونوں بات کر ہی رہے تھے کہ ٹی وی لاؤنج میں سے ندیم صاحب کی زور دار آواز سے پورا گھر ہل کر رہ گیا۔

علینہ اور جنت دونوں فوراََ سیڑھیوں کی جانب بھاگیں، جہاں سے نیچے ٹی وی لاؤنج کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

انکی زوردار آواز سن کر وہ بھی ہل کر رہ گیا۔ وہ فوراََ باہر کی جانب بھاگا۔ مہر بھی اسکے ساتھ پیچھے پیچھے آئی۔

"تم سچ بتاؤ گے یا میں خود اگلواؤں تمہارے منہ سے؟؟" وہ اسکا گریبان پکڑے بولے تو سامعیہ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔

نعیم اور زیبا نے بھی آگے بڑھتے ہوئے معاملے کی نزاکت کو سمجھنا چاہا۔

"ایسا بھی کیا ہو گیا ہے؟ جوان بچہ ہے۔ اسکے ساتھ کس قسم کا سلوک کر رہے ہیں آپ؟؟"

انہوں نے تنبیہی انداز میں انگلی سے انہیں دور رہنے کا اشارہ کیا۔ انکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ جبھی سامعیہ نے ان سے پیچھے ہو جانے میں ہی اپنی خیریت جانی۔

"بھائی صاحب! کیا ہو گیا ہے؟ اماں بی کو گئے ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں؟ کہ آپ نے گھر کا ماحول۔۔" آخر تابینہ نے بولنے کی جسارت کی۔

"یہی مجرم ہے اس گھر میں برپا ہوئی قیامت کا۔۔" انکی بات سن کر گھر کے تمام افراد ششدر رہ گئے۔

اسکا گریبان ابھی تک انکے ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔ جس سے اسکی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"آج کوئی اس کی طرف داری نہ کرے۔۔ تابینہ تم بھی نہیں۔۔۔" انہوں نے تابینہ کو دور رہنے کا کہا۔

انکی آنکھیں اسے مزید خوف دلا رہی تھیں، تبھی اس نے اپنے قدم پیچھے کی طرف کھسکا لیئے۔

"اس کی وجہ سے۔۔اسکی وجہ سے میری ماں۔۔"انہوں نے ایک ہی جھٹکے سے اسکا کالر چھوڑا جو انکے ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔وہ زمین پہ جا گرا۔لاؤنج میں موجود صوفے کی نکڑ اسکے ماتھے پہ جا لگی، جس سے اسکے ماتھے پر سے خون بہنے لگا۔ مگر وہ پھر بھی خاموش تھا۔

شماز سیڑھیاں اترتا ہوا فوراََ نیچے آیا۔"ابا۔۔ابا۔۔۔کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"وہ ندیم صاحب سے بولا۔

"پاگل ہو گیا ہوں میں۔۔میری اس نالائق اولاد نے پاگل کر دیا ہے مجھے۔۔پاگل۔۔"وہ کڑھے سخت لہجے میں بولے۔

وہ شاہ ویز کے قریب آیا جو زمین پہ بیٹھے خاموشی سے اس سے التجا کر رہا تھا۔

"ابا۔۔آخر ایسا کیا ہو گیا ہے جو آپ اس طرح سے؟؟"وہ اس کے پاس سے اٹھا اور دوبارہ ندیم صاحب کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اس سے پوچھو۔۔پوچھو اس سے؟آخر ایسا کیا کہا اس نے میری ماں سے کہ وہ۔۔"وہ چیخ کر بولتے ہوئے رو دیئے۔

میلوں کا فاصلہ

اس سے رہا نہ گیا۔ آخر وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتری۔ "اسے کیوں کوس رہے ہیں اب ؟؟" وہ جارحانہ انداز میں بولی تو سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"آپ سب جانتے تو تھے۔۔" اسکی ذو معنی بات پہ نعیم صاحب نے آنکھیں گول کرتے ہوئے اسے دیکھا اور اسکی بات کو سمجھنا چاہا۔ "اسے کچھ کہنے سے پہلے یہ سوچ لیجیئے گا کہ سچ آپ بھی جانتے تھے۔۔"

وہ ان کے سامنے کھڑی دھمکانا انداز میں بولی تو نعیم صاحب نے اسے خوب جھاڑا۔

"تایا ابا ہیں تمہارے۔۔ تمیز سے بات کرو۔۔ اور یہ اتنی بے باکی سے کس سچ کی بات کر رہی ہو تم؟" وہ کافی دنوں بعد اس سے ہمکلام ہوئے تھے۔ جس پر وہ زخمی انداز میں مسکرا دی۔

"پاپا۔۔ آپ پوچھیئے ان سے۔۔ یہ بتائیں گے آپ کو سچ۔۔ بتایئے تایا ابا۔۔۔" وہ انکے قریب جا کر ذرا بے خوف ہو کر بولی تو شماز نے اسے خوب گھور کر دیکھا۔ جواباً ندیم صاحب خاموش رہے۔

"آپ جانتے بھی تھے کہ نہ میں اس سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔۔ اور نہ ہی یہ۔۔ پھر بھی آپ نے۔۔" اسکے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہے، کہ نعیم صاحب نے زور دار تھپڑ اسکے منہ پہ رسید کیا۔

"چٹخ۔۔۔" پورے لاؤنج میں تھپڑ کی زور دار آواز گونجی۔ جنت اور علینہ دونوں بھاگی بھاگی نیچے آئیں۔

"تم اتنی بے باک کب سے ہو گئیں؟ تایا ابا ہیں تمہارے۔۔ تایا ابا۔۔"

تھپڑ پڑتے ہی اسکا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا، جو انکے تھپڑ سے لال سرخ ہو چکا تھا۔

"نعیم۔۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ ہٹو پیچھے۔۔" ندیم صاحب نے انہیں اس سے دور کیا۔

"بھائی جان! کس سچ کی بات کر رہی ہے آخر یہ؟ بتایئے مجھے؟؟" نعیم صاحب کے سوال پہ انکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

انہوں نے ایک نظر سامعیہ کو دیکھا، جو انہی کی طرف نظریں گاڑھے ہوئے تھی۔

"یہ نہیں بتائیں گے۔۔ ان میں ہمت ہی نہیں ہے۔۔" مہر روتے ہوئے بولی۔

"تایا ابا۔۔ خدا کے لیئے۔۔ خدا کے لیئے۔۔ ابا کو بتایئے کہ میں نے انکی عزت کو پامال نہیں کیا۔۔ خدا کے لیئے۔ بتایئے۔۔" وہ انکے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے گڑگڑا رہی تھی۔

انہوں نے نعیم صاحب کو نظریں چراتے ہوئے دیکھا جو ان سے جواب کی آس لگائے ہوئے تھے۔

"مہر۔۔۔پاگل ہوگئی ہو تم؟؟ ہوش میں آؤ۔۔ابا کو کیوں بیچ میں لا رہی ہو تم؟" شماز نے اسے شانوں سے پکڑتے ہوئے خوب جنجھوڑا۔

"ہاں ہوگئی ہوں پاگل۔۔ آپ سب نے پاگل کر دیا ہے مجھے۔۔ آپ سب ذمہ دار ہیں اماں بی کی موت کے ۔۔ آپ سب کی اصلیت برداشت نہیں کر پائیں وہ۔۔" وہ بے اختیار بولتی چلی گئی۔ اور وہ سب بول گئی، جس سے اسے شماز نے منع کیا تھا۔

ندیم صاحب کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے شاہ ویز کو معنی خیز نگاہوں سے گھورا جو ان سے نظریں چرا رہا تھا۔

"کیسی اصلیت؟ کیا ہے آخر ہماری اصلیت؟ سن رہی ہو زیبا؟ یہ ہے تمہاری تربیت۔۔" انہوں نے زیبا کو آنکھیں نکالیں جو دور کھڑی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"جی چاہتا ہے کہ ابھی اور اسی وقت۔۔" اس سے پہلے وہ اسکے قریب آکر اس پہ دوبارہ سے ہاتھ اٹھاتے، شاہ ویز تیزی سے آگے بڑھا۔

"بس چچا جان۔۔ بس۔۔" اس نے پوری قوت سے انکا ہاتھ پکڑا جس پہ وہاں موجود سبھی لوگ ہکا بکا رہ گئے۔

"آخر سمجھتے کیا ہیں آپ؟ بیٹی ہے یہ آپ کی۔۔بیٹی۔۔" وہ چیخا تھا۔

"اگر وہ کچھ کہنا چاہتی ہی ہے تو سن کیوں نہیں لیتے آپ لوگ؟ ہر کوئی اپنی الگ پنچائیت لگائے بیٹھا ہے۔۔اور رہی بات اماں بی کی تو۔۔ہاں۔۔میں نے بتایا تھا انہیں سب۔۔میں نے۔۔" وہ اونچا اونچا بولا۔

"پوپھو۔۔وہ تو آپ کے ساتھ کیئے گئے ظلم کو لے کر بھی خود کبھی معاف نہیں کر پائیں۔۔" اب کے وہ تابینہ کے قریب آیا۔

"انہیں جب علم ہوا کہ وہ سب ایک بار پھر سے دہرایا گیا ہے، جو آپ کے ساتھ ہوا تو بہت دکھی تھیں وہ ۔۔بہت دکھی۔۔" اس نے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا۔

اسکی ایک ایک بات پہ سارے گھر والے رو رہے تھے۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ سچ انکی جان لے لے گا۔۔" اس نے خود کو ضبط کیا اور مزید بولا۔

مہر نے اسے حیران کن نگاہوں سے دیکھا جو اسکا کیا دھرا سب اپنے سر لے رہا تھا۔ اس نے چاہا کہ وہ کچھ کہے ،لیکن کچھ بھی بول نہ سکی۔

"آپ کے نزدیک سچ چھپانا گناہ ہے۔۔ لیکن مجھے نہیں لگتا کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔۔ گناہ تو یہ ہے کہ اسے زبردستی آپ سب نے میرے نام سے منسوب کیا ہے۔۔" اشارہ صاف مہر کی جانب تھا۔

یہ شاہ ویز ہے؟ جنت کی آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا۔ ایسا ہی کچھ حال مہر اور گھر کے باقی افراد کا تھا۔

ندیم صاحب کا چہرہ غصے سے بھر گیا۔

"تو نکاح کو تم گناہ کہتے ہو؟" وہ اس پہ دھاڑے۔

"گستاخی معاف ابا۔۔ جیسا آپ نے کیا ہے وہ گناہ ہی ہے۔۔" آخر اس نے صاف لفظوں میں کہنے کی جسارت کی

۔

"یار کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔" سارا معاملہ ہی شماز کی سمجھ سے باہر تھا۔

ندیم صاحب جو اسکی ایک ایک بات کو بمشکل ہی ضبط کر رہے تھے، آخر اسکے قریب آئے۔

"تو تمہیں احساس ہو گیا کہ تم نے غلط کیا؟" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوالیہ بولے۔

"مجھے تو احساس تھا ہی۔۔ لیکن آپ کو تو اب بھی احساس نہیں ہو رہا۔۔" وہ بے خوف و خطر بولا۔

"جی چاہتا ہے تمہاری جان لے لوں۔۔" وہ اپنی مٹھی کو دباتے ہی رہ گئے تبھی وہ آگے بڑھی۔

"بس بہت ہو گیا تایا ابا۔۔ بس کریں۔۔ اب نہ تو کوئی اس پہ ہاتھ اٹھائے گا۔۔ اور نہ ہی مجھ پہ۔۔" اب کے اس کے انداز میں وارننگ تھی۔ وہ انکے سامنے، اسکے لیئے ڈھال بن کر کھڑی تھی، جس پہ شاہ ویز بناء آنکھوں کو جھپکائے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

ہر طرف گہری خاموشی تھی۔ چند سیکنڈ بعد سامعیہ کی آواز سے لاؤنج کا سکوت ٹوٹا۔

"علینہ۔۔ اندر لے کے جاؤ اسے۔۔" انہوں نے حکمیہ انداز میں اسے مہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے علینہ آگے بڑھتی، نعیم صاحب بولے۔

"ہاں تو ہو گیا فیصلہ۔۔"

انکی بات پہ زیبا کا سانس خشک ہو کر رہ گیا۔

"کیسا فیصلہ؟" اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ نعیم صاحب غصہ میں کوئی بھی فیصلہ لے سکتے ہیں۔

"جس کی طرف داری کر رہی ہے، اسکے ساتھ جائے۔۔" انکی ذو معنی بات پہ سبھی کے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں واضح ہوئیں۔

انہوں نے ندیم صاحب کو دیکھا اور نظروں ہی نظروں میں انہیں گزشتہ رات ہوئی بات پہ عمل کا کہا۔

"ان دونوں کو فیصل آباد والے گھر میں شفٹ کر دیں۔۔ مہر کو دیکھنا میرے لیئے کسی اذیت سے کم نہیں۔۔"

ان کے ذہن میں اپنے بھائی کے کہے گئے الفاظ گونجے۔

وہ فوراََ سے کمرے میں گئے تو سب کا تجسس مزید بڑھا۔ سامعیہ کا تو کلیجہ منہ کو آ گیا۔

"شماز۔۔ روکو اپنے ابا کو۔۔ کہیں یہ۔۔۔" خوف کے مارے اسکے ماتھے پہ پسینہ آنا شروع ہو گیا تھا۔

اس سے پہلے شماز انکے پیچھے جاتا، وہ کمرے سے باہر آئے۔ انکے ہاتھ میں موجود پیپرز کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

انہوں نے وہ کاغذات اسکے منہ پہ پھینکے۔ "لو اٹھاؤ یہ۔۔ اور چلے جاؤ یہاں سے۔۔" وہ حکمیہ انداز میں بولے۔

زمین پہ کاغذات گرے ہی تھے، کہ تابینہ کے سامنے ماضی کی جھلکیاں گردش کرنے لگیں۔

اس سے یہ سب برداشت نہیں ہو پا رہا تھا، تبھی وہ وہاں سے بھاگتے ہوئے آناََ فاناََ غائب ہو گئی تھی۔

"پھپھو۔۔۔" علینہ نے اسے جاتا دیکھا تو زیرِلب اسے پکارا مگر وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

****

اس نے اسے فوراََ کال کی۔ کوئی تین چار مرتبہ کال کرنے کے بعد اس نے کال ریسیو کی اور اسپیکر پہ ڈال دی۔

"جی۔۔کیسی ہو؟" وہ آفس میں کام کر رہا تھا۔اور سحیل اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"راحت۔۔مجھے لینے آجائیے۔۔" وہ اس سے فون پہ بات کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہو؟" اسکی آواز سن کر اسکا دل دہل کر رہ گیا۔

سحیل جو کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"نہیں۔۔میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔شاید میں مر جاؤں گی۔۔" اسکی ہچکی بندھ چکی تھی۔

"تابینہ۔۔ سنبھالو خود کو۔۔۔ جانتا ہوں۔۔انکے جانے کا تمہیں بہت دکھ ہے۔۔ لیکن اللہ کی مرضی کے آگے انسان بے بس ہوتا ہے۔۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

"راحت۔۔۔ایک بار پھر سے وہ سب دہرایا جا رہا ہے۔۔" وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

"کیا مطلب؟ کیا دہرایا جا رہا ہے؟" اسکا دل بند ہونے کے قریب تھا۔

"مہر کے ساتھ۔۔۔" وہ اتنا ہی بول پائی تھی۔

"کیا ہوا مہر کو؟ آپیہ؟؟" اس سے پہلے راحت بولتا، سحیل نے ہڑبراتے ہوئے پوچھا۔

"سحیل۔۔۔" اس نے اسکا نام لیا اور اسے ساری بات واضح طور پہ بتائی۔

فون اسپیکر پہ ہونے کے باعث، دونوں تک ایک ایک بات صاف پہنچ رہی تھی۔

اس سے پہلے، اسکی بات مکمل ہوتی، سجیل اسکے پاس سے اٹھا اور وہاں سے چل دیا۔

"سجیل۔۔رکو۔۔۔سجیل۔۔۔کہاں جا رہے ہو تم؟؟" اس نے فوراً سے فون رکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"رکو۔۔۔سجیل۔۔۔" وہ اپنے آفس سے باہر نکل کر بولا۔

وہ جاتا جاتا رکا۔

سارا اسٹاف دونوں کو الجھتے ہوئے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بھائی پلیز۔۔آج مجھے مت روکیئے۔۔پلیز۔۔۔" وہ پلٹ کر، اسے دیکھ کر بولا۔

اس نے اسٹاف کو دیکھا اور ذرا آہستہ آواز میں اسے سمجھاتے ہوئے تنبیہی انداز میں بولا۔

"سجیل۔۔تم وہاں نہیں جاؤ گے۔۔سنا تم نے۔۔

"اسے میری ضرورت ہے بھائی۔۔میں اسکے ساتھ یہ سب نہیں ہونے دے سکتا۔۔"

"کیا لگتے ہو تم اس کے؟ کس حق سے جاؤ گے تم؟ لگتی کیا ہے وہ تمہاری؟؟" اس نے اسے خوب جھاڑا۔

"بھائی۔۔کم از کم آپ تو۔۔" وہ تڑپ کر بولا۔ "خیر۔۔" وہ دکھ سے بولتے ہوئے اسکے سامنے سے آناً فاناً غائب ہو گیا۔

اسکے نکلتے ہی راحت اسکے پیچھے پیچھے گیا۔ اس نے اپنی گاڑی نکالی اور اسکی گاڑی کے پیچھے دوڑا دی۔

"پاگل ہو گیا ہے یہ لڑکا۔۔" وہ تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اسکی گاڑی کے پیچھے جانے لگے۔

دوسری طرف وہ ایک سو بیس کی اسپیڈ پہ گاڑی چلاتے ہوئے مین روڈ پہ گاڑی کسی ہوائی جہاز کی طرح بھگا رہا تھا۔

****

"ابا۔۔مجھے یہ سب نہیں چاہیئے۔۔" اس نے زمین پہ گرے کاغذات کی طرف اشارہ کیا۔

" ابا۔۔ آج اگر میں نے سچ بولنا چاہا تو آپ نے میرا ساتھ نہیں دیا۔۔" وہ بے پناہ اذیت سے بولا۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔۔" انہوں نے خود کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ میرے شاہ ویز کو مجھ سے دور کیوں کر رہے ہیں آپ؟" آخر وہ ماں تھی، کہاں چپ رہ سکتی تھی؟

"اگر اس گھر میں کسی کو بھی اسکی طرف داری کرنی ہے تو اسکی بھی اس گھر میں جگہ نہیں۔۔" انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا تو سب ششدر رہ گئے۔

اس نے زمین پہ بکھرے کاغذات کو اٹھایا اور انہیں ایک ساتھ اکٹھا کرتے ہوئے، انکے قریب آیا۔

"آپ کا یہ سب کچھ آپکو ہی مبارک۔۔ آپ نے شاید انہیں نہیں دیکھا تھا۔۔ میں نے محسوس کیا تھا، انکی آنکھوں میں چھپا درد۔۔ جو جرات وہ مجھے دے کر گئی ہیں میں کم از کم اب اس سے بھاگ نہیں سکتا۔۔" اس نے کاغذات انکے سامنے کیے، لیکن وہ جوں کے توں کھڑے رہے۔ آخر اس نے کاغذات سامنے میز پر رکھے اور اپنی ماں کے قریب آیا۔

"امی۔۔" وہ انکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیئے بولا۔

"رو کیوں رہی ہیں؟ آپ یہی تو چاہتی تھیں کہ میں سچ کا سامنا کروں۔۔" اس نے انکی آنکھوں کو صاف کیا جس سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔

"تو دیکھیئے۔۔ وہی کر رہا ہوں۔۔ جیسا آپ چاہتی ہیں، ویسا ہی بنوں گا۔۔ آج یہ سب چھوڑ کر اپنی مرضی سے جا تو رہا ہوں۔۔ لیکن مجھے ایک بات کی تسلی تو رہے گی کہ میری ماں مجھ سے خوش ہے۔۔" وہ انکے گلے لگ کر خوب رویا۔

"ابا۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ؟ ابا ایسا مت کیجیئے۔۔" شماز کی بات پہ انہوں نے اپنی غصہ سے بھری، گہری لال آنکھیں اسے دکھائیں۔

اس نے سامعیہ کو بمشکل ہی چپ کروایا اور پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے جنت کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے چاہا کہ وہ کچھ کہے، لیکن مارے ندامت کے اسکے منہ سے کچھ بھی نہ نکل سکا۔ جنت نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں لیئے اسے دیکھا اور اسکے قریب آئی۔

"مہر کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔۔" وہ ذرا آہستہ آواز میں بولی۔

اسکی بات پہ وہ چونکا۔

"اب تم جاسکتے ہو۔۔" ندیم صاحب مکرر بولے تو وہ اس سے تھوڑا پیچھے کو ہولی۔

اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا، جو اب کے اس سے منہ پلٹ کر کھڑے تھے۔ اس نے انکے قریب جانا چاہا۔ لیکن چاہ کر بھی انکے سامنے خود کو اور ذلیل کرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ اس کے پاؤں گھر کے مرکزی دروازے کی جانب چل پڑے۔

"تایا ابا۔۔ کس بات سے ڈر رہے ہیں؟ اپنے بھائی کی نظروں میں گرنے کا خوف ہے آپکو؟ تو بے فکر رہیئے۔۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔ لیکن۔۔" مہر نے پھر سے اپنی سی کوشش کی۔

نعیم صاحب کے بولنے پہ اسکی بات ادھوری ہی رہ گئی۔ "اپنے ساتھ اسے بھی لے جاؤ۔۔۔" ابھی وہ گھر کے مرکزی دروازے کے پاس ہی پہنچا تھا کہ انکے الفاظ اسکے کان میں پڑے۔ اسکی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

"پاپا۔۔" وہ زیرِ لب بولی۔

شاہ ویز نے فوراََ پلٹ کر دیکھا۔ اس کا پہلا دھیان ہی جنت پہ پڑا جو التجائیہ انداز میں اسے مہر کو اپنے ساتھ لے جانے کو کہہ رہی تھی۔

آخر وہ اسکی محبت تھی۔ وہ محبت جسے اس نے بے پناہ چاہا تھا۔ آج وہ اس سے اپنی بیسٹ فرینڈ کے لیئے التجا کر رہی تھی۔

اس نے ایک لمحے کے لیئے اپنے رکے ہوئے قدموں کو دیکھا مگر پھر تیزی سے اسکی جانب بڑھا تو وہ حیران رہ گئی۔

"پاپا۔۔ مجھے نہیں جانا کہیں۔۔ پاپا۔۔" وہ بھاگی بھاگی انکے پاس گئی تو وہ اس سے منہ پھیر کر کھڑے ہو گئے۔

"شماز بھائی۔۔" اب کے وہ اس کے قریب آئی تو اس نے دکھ بھرے لہجے سے اسے دیکھا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

"علینہ۔۔ جا کر اماں بی کی چادر لے آؤ۔۔"

"بھائی! آپ بھی۔۔۔" وہ اسکے سامنے گڑگڑائی۔

تھوڑی سی دیر کے بعد ہی وہ اسکے لیئے اماں بی کی چادر لے آئی۔ جسے اس نے شماز کے ہاتھ میں پکڑا یا۔

اس سے پہلے شماز وہ چادر اسے دیتا، اس نے آخری کوشش کرنا چاہی۔

"امی۔۔ مجھے روک لیجیئے۔۔۔ امی۔۔" وہ زیبا کے پاس آئی۔

زیبا نے اسکے بکھرے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کیا اور اسکا ماتھا چوما۔

"چلی جاؤ یہاں سے۔۔" وہ ذرا تحکم سے بولیں۔ انکی آنکھوں میں دکھ ہی دکھ تھا۔

انکا فیصلہ سنتے ہوئے، اسکے قدم ان سے پیچھے کی طرف ہونے لگے۔ ساری دنیا ہی اسکے خلاف ہو جاتی، تو وہ جی لیتی۔۔ لیکن اسکی سگی ماں نے، اسے وہاں سے جانے کا حکم دے دیا۔

"یہاں کوئی میرا نہیں ہے۔۔ کوئی بھی نہیں ہے۔۔" آخر اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

شمازاس کے قریب آیااور اسکے سر پر اماں بی کی بڑی سی چادر اوڑھاتے ہوئے رو پڑا۔

"ایک دن تھا، تمہارے اسی بھائی نے سرخ دوپٹہ تمہارے سر پر اوڑھتے ہوئے تمہیں سدا سہاگن رہنے کی دعا دی تھی۔۔اور آج۔۔اماں بی کی چادر تمہارے سر پر دے کر تم سے اس بات کا وعدہ مانگ رہا ہوں کہ تم انکی اس چادر کی ہمیشہ لاج رکھو گی۔۔" اسکا سانس پھول سا گیا تھا۔کانپتے ہاتھوں سے اس نے انکی چادر اسکے سر پہ اوڑھا دی۔اور اسکا ہاتھ شاہ ویز کے ہاتھ میں دے دیا۔

"اسکا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا۔۔"اس نے شاہ ویز سے کہا، جس کے ہاتھ میں اسکا ہاتھ تھا۔

"مجھے نہیں جانا۔۔مجھے نہیں جانا۔۔"وہ بار بار اسی بات کی تکرار کر رہی تھی۔

"تسلی رکھو۔۔"جنت اسکے قریب آئی اور اسکے گلے لگتے ہوئے مزید بولی۔"اب یہی تمہارا سب کچھ ہے۔۔"

اسکے بارے میں اسکی رائے کا تبدیل ہونا دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔اس سے پہلے وہ اس سے کچھ کہہ پاتی نعیم صاحب کی زوردار آواز دوبارہ سے گونجی۔

"لے جاؤ اسے۔۔"

شاہ ویز نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا۔ اس سے پہلے وہ کسی سے مل پاتی، وہ اسے آناََ فاناََ وہاں سے لے کر غائب ہو گیا۔

اسکے جاتے ہی نعیم صاحب، ندیم صاحب کے قریب آئے۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔۔ جو آج اس نے بدتمیزی کی۔۔" وہ معذرتانہ انداز میں بولے تو جنت ندیم صاحب کے قریب گئی۔

اسکے اندر آگ لگ چکی تھی۔

"ماموں جان۔۔ دکھ نہیں ہوا آپ کو؟" اسکے لہجے میں طنز واضح تھا۔

دونوں نے نظریں گھما کر اسے دیکھا۔

"گستاخی معاف۔۔ آپ نے اپنے بھائی کا رشتہ بچایا ہے۔۔ لیکن اس سب میں، ان دونوں کا انسانیت پر سے اعتبار آپکی وجہ سے ضرور اٹھ گیا ہے۔۔"

نعیم صاحب نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"مت دیکھیئے مجھے ایسے۔۔ آپکی سوالیہ نظروں کا کوئی جواب نہیں میرے پاس۔۔سچ کیا ہے؟ یہ اب ماموں جان اپنے منہ سے ہی آپکو بتائیں گے۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ بولتے، اس نے مزید اپنی بات جاری رکھی۔

"بے فکر رہیئے۔۔ مجھے نکالنے کے لیئے آپکو حکم نامہ جاری نہیں کرنا پڑے گا۔۔ ویسے بھی میرا یہاں اب کوئی نہیں رہا، جو میں یہاں رکوں گی۔۔" اسکی ایک ایک بات میں طنز تھا۔

اس نے اتنا کہا اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کمرے میں آگئی۔علینہ بھی بھاگی بھاگی اسکے پیچھے آئی۔

سامعیہ فوراََ زیبا کے قریب گئی اور اسے گلے سے لگاتے ہوئے حوصلہ دیا۔

"بھابھی۔۔ میری بیٹی۔۔ ایسے حالات میں، ایسے رخصت ہو گی میں نے سوچا نہیں تھا۔۔ کتنا ارمان تھا مجھے اسے دلہن بنا دیکھنے کا۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جنت کی ایک ایک بات ندیم صاحب کے لیئے اذیت سے کم نہ تھی، تبھی انہوں نے اسے سب سچ بتانے کا فیصلہ کیا۔ "نعیم۔۔ سچ یہ ہے کہ۔۔ وہ گھر سے بھاگی ضرور تھی لیکن۔۔۔ "

جوں ہی انہوں نے لب کھولے ہی تھے کہ نعیم صاحب تڑپ کر بولے۔

"کوئی کچھ بھی کہے۔۔ لیکن مجھے آپ پہ اعتبار ہے بھائی۔۔ اماں بی کو تو ہم کھو چکے ہیں، لیکن اب میں آپکو کھونا نہیں چاہتا۔۔" انکے الفاظ سن کر انکے کھلے لب ہمیشہ کے لیئے بند ہو کر رہ گئے۔

انکے ادھورے لفظ پاس کھڑے شماز کو بے چین کر گئے تھے۔ وہ اسکے آگے کا سچ جاننا چاہتا تھا۔ لیکن کے آگے کی حقیقت کیا ہے؟ یہ جاننا اب اسکے لیئے بہت ضروری ہو گیا تھا۔

****

اس نے گاڑی اسکی گاڑی کے سامنے روکی تو سحیل کو یکدم بریک لگانا پڑی۔ وہ تھوڑی سی دیر کیے بناء ہی گاڑی سے نکلا اور اسکی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس پہ چیخا۔

"پاگل ہو گئے ہو تم؟ کس راستے کی طرف نکل پڑے ہو تم؟؟" وہ اسٹیرنگ پہ ہاتھ رکھے، سر کو جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔

"سحیل۔۔ وہ اسکے گھر والے ہیں۔۔ وہ اسکے ساتھ سیاہ کریں یا سفید؟ ہم لوگ ان کے کسی معاملے میں نہیں پڑ سکتے۔۔" اب کے وہ ذرا نرمی سے بولا۔

"بیسٹ فرینڈ ہے وہ میری۔۔اسے میری ضرورت ہے بھائی۔۔"اس نے نظریں اٹھاتے ہوئے، ان سے بات کرنے کی جسارت کی۔

"اس نے مانگی تم سے ہیلپ؟؟"راحت کو اسکی بات پہ واقعی غصہ آگیا تھا۔

"کیا یہ شرط ہے کہ جب دوست ہیلپ مانگے تو ہی اسکی ہیلپ کی جاسکتی ہے؟"ان کے غصہ کے پیشِ نظر وہ ذرا سکون سے بولا۔

اسکے سوال پہ وہ جزبز ہو کر رہ گیا۔

" سحیل۔۔ سنبھالو خود کو۔۔کیوں اپنی اور اسکی زندگی مشکل بنا رہے ہو؟؟اس طرح سے تو تم ان کو گوں کا شک اور پکا کر دو گے کہ واقعی وہ تمہارے ساتھ۔۔۔"اسکی ادھوری بات صاف مطلب بیان کر رہی تھی۔

"مجھے اس رات ہی، اسے وہاں اکیلے نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا۔۔اسکے ساتھ بھی تو وہی سب ہو رہا ہے جو سب آپیہ کے ساتھ ہوا۔۔فرق صرف اتنا ہے کہ اب کہ اماں بی کے بیٹوں کے دماغوں میں خناس بھر گیا ہے۔۔عزت کی بات کرتے ہیں یہ کمینے لوگ۔۔۔اپنی بیٹیوں پہ اعتبار تو ان کو ہے نہیں۔۔عزت بھلا کہاں دیں گے اسے۔۔"
اس نے گاڑی کے شیشے پہ زور سے ہاتھ مارا۔

"سجیل۔۔" وہ تڑپ کر بولے۔

"میں جانتا ہوں کہ وہ تمہاری دوست ہے۔۔ مگر اب۔۔ اب وہ کسی کی بیوی ہے۔۔۔ اسے تمہاری ضرورت ہو گی بھی تو وہ کبھی تم سے ہیلپ نہیں مانگے گی۔۔" انہوں نے اسے سمجھایا۔

"بھائی۔۔ آپ یہ کی حالت آپکے سامنے ہے۔۔ تو سوچیئے مہر پہ کیا بیت رہی ہو گی؟ کیا اسکے گھر میں ایک بھی مرد نہیں جو اسکا ساتھ دے سکے؟"

بلا شبہ اسکی ایک ایک بات سچ تھی، لیکن اس وقت اسکا وہاں جانا بہت سی جانوں کو عذاب میں ڈال سکتا تھا۔

****

"جی چاہتا ہے اسی ٹیکسی سے کود کر اپنی جان دے دوں۔۔" وہ زیرِ لب خود سے بولی۔ اسکے کہے الفاظ اس تک صاف پہنچ گئے تھے۔ تبھی اس نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ۔۔" وہ ٹیکسی میں اسکے برابر میں بیٹھی، اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی جو اسکے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔

" مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا۔۔ چھوڑو مجھے۔۔" وہ پھر سے بولی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کے سامنے والے شیشے سے دونوں کو الجھتے ہوئے دیکھا۔ "باجی کوئی مسئلہ ہے؟" آخر اس نے خدمتِ خلق کو اپنا فرض سمجھا۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔ یہیں سائیڈ پہ اتار دیجیے۔۔" اس نے اسے گھورا تو اس نے زور آزمائی بند کی۔

ٹیکسی سے اترتے ہی اس نے اسکا ہاتھ چھوڑا۔ اور ٹیکسی والے کو کرایہ دیا۔

"تم اس کو بھگا کر لے کر جا رہا ہے صاحب؟" اس نے اسے بقیہ پیسے واپس دیئے۔

اسکا سوال سن کر اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔ اسکے ساتھ کھڑی مہر نے ٹیکسی ڈرائیور کو خوب غصہ سے دیکھا تو اس نے اس پر سے اپنی نگاہیں ہٹائیں۔

اس نے بقیہ رقم اس سے پکڑی اور وہاں سے نکلنے کی کی۔

بس اسٹیشن پہ پہنچ کر اس نے گاڑی کی ٹکٹیں لیں۔

"خدا کے لیئے۔۔ ایسے بیہیو نہ کرو۔۔ کم از کم فیصل آباد جانے تک تو۔۔" وہ اس سے التجائیہ انداز میں بولا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا پلیز۔۔" اب کے اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے بے چارگی سے دیکھا۔

"تو کہاں جاؤ گی ؟؟" اس سے پہلے وہ اس سے کچھ کہتی، دو پولیس اہلکار ان کے پیچھے آ کھڑے ہوئے۔

"کون ہو تم دونوں؟ کہاں جا رہے ہو؟" انکی بارعب آواز سن کر وہ خوفزدہ ہو کر رہ گئی۔

"فیصل آباد جا رہے ہیں۔۔" اس نے بے خوف ہو کر، پر اعتمادی سے جواب دیا۔

"آپس میں کیا رشتہ ہے تم دونوں کا۔۔"

"بیوی ہے یہ میری۔۔" اس نے صاف الفاظ میں کہا۔

"نکاح نامہ دکھاؤ۔۔" اس کے سوال پہ مہر کو اس پہ شدید غصہ آیا۔

"نکاح نامہ لے کر کون پھرتا ہے؟" اس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"اس بس اسٹیشن میں ہمارے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔۔ ان سے چھان بین کر لیں تو زیادہ اچھا ہو گا۔۔"

اس نے آنکھوں کے اشارے سے اسے پولیس والے سے الجھنے سے منع کیا۔

"ارے بی بی۔۔ ہمیں تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔۔ اس ٹیکسی ڈرائیور نے شکایت کی ہے اس لڑکے کی۔۔ زبردستی کر رہا ہے یہ تمہارے ساتھ؟ بتاؤ؟ اسے ابھی کے ابھی پھینٹی پڑے گی تو ساری ہیروگری نکل جائے گی اس کی۔۔" اس سے پہلے وہ اسے پکڑتا، مہر نے اسے روکا۔

"نہیں۔۔ایسا نہیں ہے۔۔یہ۔۔" مہر کا اپنے لیئے پرواہ دیکھ کر وہ نیم انداز میں زیرِ لب مسکرایا۔

"یہ لیجیئے۔۔۔اور مجھے امید ہے کہ اس سے آپکو تسلی ہو جائے۔۔"

اسکی جیب سے نکاح نامہ برامد ہوتا دیکھ کر مہر کی حیرانگی قابلِ دید تھی۔

****

"جینی۔۔ جینی۔۔" شماز سیکنڈ فلور پہ آتے ہی اسے اوازیں لگانے لگا جو اپنا سامان پیک کر رہی تھی۔

"یہ جا رہی ہے یہاں سے شماز۔۔" علینہ نے اسکے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس سے کہا۔

"جینی۔۔سچ کیا ہے؟مہر بھی کچھ بتانا چاہتی تھی۔۔اور اب تم بھی۔۔۔"

"کیوں؟" وہ اپنے کپڑے تہہ لگاتے لگاتے رکی۔"اب کیوں جاننا ہے؟جب وہ چیخ چیخ کر بتا رہی تھی،تب تو کسی نے سنا نہیں۔۔اور اب۔۔" اس نے ترس کھا کر اسے دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑتے ہوئے بولی۔

"پلیز بھائی۔۔اب اگر شاہ ویز نے اسکے لیئے اسٹینڈ لے ہی لیا ہے تو مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو کوئی سچ بتانا بھی چاہیئے۔صرف ایک گزارش ہے۔۔مہر پہ گھر سے بھاگنے کا الزام مسترد کر دیجیئے۔۔وہ بے گناہ ہے۔۔بے قصور ہے وہ۔۔" اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"جینی۔۔ خدا کے لیئے۔۔ مجھے سچ جاننا ہے۔۔"

"پلیز۔۔ شماز بھائی۔۔ ڈر گئی ہوں آپ سب سے۔۔ آپ سب ایسے تو نہ تھے۔۔" وہ دکھ سے بولی۔ "اور کیا پتہ سچ جاننے کے بعد بھی آپ بھی ماموں جان کی طرح اپنے بھائی کو ہی امپورٹنس دیں۔۔ ویسے بھی۔۔ اب سچ کو گولی ہی ماریں۔۔ اور جیئیں اپنی یہ مصنوعی زندگی۔۔ جس میں صرف اور صرف آپ لوگوں کی زندگیاں ہی اہم ہیں۔۔" اس نے سوٹ کیس کو بند کیا اور موبائل پہ کال ملاتے ہوئے ڈرائیور کو آنے کے لیئے کہا۔

"جینی۔۔ میں چھوڑ آتا ہوں تمہیں۔۔" اسکی پیشکش پہ علینہ نے جینی کو اشارۃََ اسکے ساتھ جانے کے لیئے کہا تو چاروناچار اسے خاموشی سے اسکے ساتھ جانا پڑا۔

****

"یہ تمہاری جیب میں کیسے؟" ڈیوو بس کا انتظار کرتے ہوئے دونوں پلیٹ فارم پہ بیٹھے تھے۔

"اماں بی کو سب بتانے کے بعد میں ساری رات بیقرار رہا۔۔ پہلی دفعہ مجھے احساس ہوا کہ میں واقعی غلط ہوں۔۔ اسی رات سوچ لیا تھا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔۔ لیکن۔۔" اسکی زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔ اسکی حالت دیکھ کر اس نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"پھر؟"

"پھر وہ چلی گئیں۔۔ ہماری وجہ سے۔۔ بلکہ نہیں۔۔ میری وجہ سے۔۔ صرف میری وجہ سے۔۔" اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"چاہا کہ تم سے بات کروں۔۔ لیکن تم نے ہر ایک سے بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔۔ سوچا آج تمہیں لے کر کورٹ میں جاؤں گا۔۔ یہ نکاح نامہ اسی غرض سے اپنی جیب میں ڈالا تھا کہ تمہارے سامنے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔۔ اس سے پہلے میں ایسا کر پاتا۔۔ ابا نے میرے ہاتھ سے گری گھڑی انکے کمرے میں دیکھ لی۔۔" وہ مایوسی سے بولا۔

"تو ابھی بھی وقت ہے۔۔ چلتے ہیں کورٹ۔۔" وہ بے پرواہی سے بولی۔

اسکی بات سن کر اس نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ "ابھی کس طوفان سے گزر کر آئے ہیں اور تم ہو کہ ابھی بھی۔۔"

"ہاں تو کیا کروں؟ کیا کروں میں؟ تمہاری وجہ سے میرے اپنے میرے نہیں رہے۔۔ تمہیں اب احساس ہو رہا ہے تو میں اس احساس کا کیا کروں؟ اچار ڈالوں؟؟ کیا پتہ تم اب بھی پہلے کی طرح ڈرامہ کر رہے ہو۔۔" اسکے الفاظ بمشکل ہی اس کے حلق سے نکلے تھے۔

اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے پانی کی صورت بہہ رہے تھے، جسے ضبط کرنے میں وہ ناکام ہی رہی۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" وہ ندامت سے نظریں جھکا کر صاف الفاظ میں سوالیہ بولا۔

"تم اچھے سے جانتے ہو کہ میں کیا چاہتی ہوں۔۔ لیکن تم میری چاہت مجھے دے نہیں سکتے۔۔ اگر کچھ دے سکتے ہو تو میرے پاپا کا اعتبار مجھے واپس لا دو۔۔ کر سکتے ہو تم ایسا؟ بولو؟؟" اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہا جو ندامت کے مارے زمین میں گڑھے ہوئے تھیں۔ آخر اس نے ہتھیار ڈال ہی دیئے۔

"مہر۔۔ کورٹ چلتے ہیں۔۔ آج ہی قانونی طور پر میں تمہیں اپنے اور تمہارے اس رشتے سے۔۔"

"بس۔۔ یہی کر سکتے ہو تم۔۔ تو منہ زبانی کہو نا۔۔" وہ اپنا سانس بحال کرتے ہوئے بولی۔

"تو یہی تو چاہتی ہو تم۔۔ اب اس طنز کا مقصد جان سکتا ہوں میں؟" وہ اسکے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ اسکے برابر میں آ کھڑی ہوئی۔

"یہ ہے وجہ۔۔ یہ ہے وہ زنجیر جو میرے سر پر ہے۔۔"

اس نے اپنی چادر کو ہاتھ لگا کر اسے کہا۔

"پہلی اور آخری مرتبہ مجھ پہ بھروسہ کرلو۔۔ پلیز۔۔۔ صرف کچھ دن۔۔ اسکے بعد میرا وعدہ ہے تم سے ۔۔ تمہارے پاپا نہ صرف تمہیں اپنائیں گے بلکہ تمہاری اس رشتے سے بھی جان چھڑوا دیں گے۔۔" وہ پورے وثوق سے بولا۔

"تم جیسا انسان صرف خواب ہی دکھا سکتا ہے۔۔"

****

"وہ سجیل کے ساتھ بھاگی نہیں تھی شماز بھائی۔۔ بلکہ سجیل سے میں نے ہی مدد مانگی تھی کہ وہ اسے وہاں سے جا کر لے آئے۔۔ شاہ ویز کا کیا سب کیا دھرا سجیل کے آگے آگیا۔۔ اور مہر۔۔ اسکا حال تو آپکے سامنے ہی ہے ۔۔"

اسکے منہ سے سارا سچ سننے کے بعد وہ ہکا بکا رہ گیا۔

اسکی کہی ایک ایک بات سن کر اسکے ہاتھ سے گاڑی بے قابو ہونے لگی۔ اس نے گاڑی کو ایک سائیڈ پہ بریک لگائی اور اسکی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیا یہ سب ابا کو بھی پتہ ہے؟" اس کے منہ سے پہلا سوال ہی یہ نکلا جس پہ اس نے اثبات میں گردن ہلا کر جواب دیا۔

"ان بلیو ایبل۔۔" اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا۔ "تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا یہ سب؟ بہت ظلم ہو گیا ہم سے جنت۔۔ بہت بڑا ظلم۔۔" اسکی زبان کانپنے لگی۔ "جس انسان نے ہماری عزت کو بے عزت کیا ہم نے اسی کو ہی اپنی بیٹی سونپ دی۔۔" اسکا سانس پھول سا گیا تھا۔

"میں نے ایک ایک لفظ ماموں جان کو بتایا تھا۔۔ لیکن۔۔" وہ مایوسی سے بولی۔ "مجھے لگا کہ وہ اسکے ساتھ کچھ بھی برا نہیں ہونے دیں گے۔۔ لیکن۔۔" اسکی آواز میں بھی لغزش تھی۔

"جنت۔۔ بہت بڑا ظلم ہو گیا ہے مجھ سے۔۔ وہ مجھ سے چیخ چیخ کر کہتی رہی کہ وہ بے قصور ہے۔۔ بے گناہ ہے۔۔ لیکن۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ "میں بھی اپنے ابا کی طرح خود غرض نکلا۔ اپنے بھائی پہ ہی اعتبار کیا۔۔" جینی نے دکھ بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کتنا مان تھا اسے مجھ پہ؟ ہر بات کے لیئے میرے پاس بھاگ کر آجایا کرتی تھی کہ میں اسکا ساتھ دوں گا۔۔ لیکن۔۔ میں نے ہی۔۔ خود میں نے۔۔ اپنے ان ہاتھوں سے اسکے سر پر سرخ دوپٹہ اوڑھایا۔۔ وہ سرخ دوپٹہ

نہیں بلکہ اسکے ارمانوں کا خون تھا۔۔ ایک بہن کا بھائی پہ اعتبار کا خون۔۔" اسکے ذہن میں ایک ایک چیز گھوم رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا، جیسے وہ منظر اسکے سامنے دوبارہ سے آ گیا ہو۔

بھرم

"میں اگر شماز بھائی کو پہلے بتا دیتی تو شاید۔۔۔" وہ کھانے کی میز پہ بیٹھی گہری سوچ میں محو تھی۔

مسز ہارون اسکے قریب آئیں۔

میز پہ چکن نہاری، بریانی اور سلاد کی پلیٹ سجی ہوئی تھی، جو کسی کا بھی دل للچانے کے لیئے کافی تھی۔ لیکن اسے اس سب سے کہاں غرض؟؟

"کیا ہوا؟ بیٹا؟ کھانا شروع نہیں کیا ابھی تک؟"

"جی آپکا انتظار کر رہی تھی۔۔" وہ اپنے خیال سے نکلی۔

"چلو کھانا شروع کرو۔۔" وہ کرسی پہ بیٹھی۔

ہارون صاحب بھی ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے۔" کیسی طبعیت ہے بیٹی؟"

"جی ٹھیک ہوں۔۔" وہ آسودہ سی مسکان لیئے بولی۔

انہوں نے ایک نظر مسز ہارون پہ ڈالی جنہوں نے اسے اشارۃََ اسے تسلی دینے کے لیئے کہا تو انہوں نے تسلی آمیز لہجے میں اس سے بات جاری رکھی۔

"بیٹا ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ نو ڈاؤٹ ان کا چلے جانا بہت بڑا لاس ہے۔۔ لیکن اللہ کے کاموں میں بھلا کب کوئی دخل دے سکتا ہے۔۔" وہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولے تو وہ آبدیدہ ہوئی۔

مسز ہارون نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر اسے دلاسا دیا۔

"جہانگیر کا فون آیا تھا۔ بتا رہا تھا کہ پرسوں کی آپکی ٹکٹ بک کروادی ہے۔۔" وہ اسکے سامنے بیٹھے۔

"ہاں یہ ٹھیک کیا۔۔ وہاں جاؤ گی تو ذرا نارمل ہو جاؤ گی۔" انہوں نے پلیٹ میں اسے چاول نکال کر دیئے۔

"صبح اپنی خالہ سے بھی مل آنا۔۔" انکی بات سن کر اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اماں بی کے جانے کے بعد وہ کافی اداس ہونگی۔۔ بلکہ میں صبح تمہارے ساتھ ہی چلوں گی۔۔"

انکی زبان سے اپنے ان کہے لفظوں کو سن کر وہ رشکیہ انداز میں مسکرائی۔

شروع دن سے ہی انکا اسکے ساتھ نرم اور عاجزانہ رویہ تھا۔ جسے وہ اپنی سب سے بڑی خوش قسمتی سمجھتی تھی۔

☆☆☆☆☆

"یہ کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے ؟؟"فیصل آباد بس اسٹیشن پہ اترتے ہی اس نے پہلا سوال کیا۔

"برائے مہربانی چپ رہو۔۔"وہ خاصا اکتایا ہوا تھا۔

"وجہ ؟؟؟"

"کچھ دیر پہلے جو ڈرامہ ہوا ہے۔ وہ ہے وجہ۔۔ اب کم از کم یہاں میں وہ سب افورڈ نہیں کر سکتا۔۔"اس نے معنی خیز نظروں سے اسے گھورا تو وہ برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

اس نے ٹیکسی کو روکا تو دونوں اس میں سوار ہوئے۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایڈریس سمجھایا۔ اور محسن کال ملائی۔

"بس تھوڑی دیر میں آ رہے ہیں۔۔"

وہ یہ سب کس سے کہہ رہا تھا؟ اسے اس بات کا خاصا تجسس ہوا۔ لیکن وہ اس سے پوچھنے کی جسارت نہ کر پائی۔

گاڑی ایک بڑی سی عمارت کے سامنے رکی۔

اس نے ٹیکسی والے کو کرایہ دیا اور اسے لے کر اس عمارت کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔

"یہ کہاں لائے ہو مجھے ؟؟" وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

اس نے ایک لمحے کے لیئے اسکی آنکھوں میں دیکھا، جس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ تبھی اس نے اسے اسکے انداز میں ہی جواب دینا مناسب سمجھا۔

"میں نے کچھ سمجھایا تھا تمہیں شاید۔۔" وہ نیم برہم لہجہ میں بولا۔

"تم مجھے کہیں بھی لے آؤ اور میں تم سے سوال بھی نہ کروں؟" وہ جنجھلائی۔

"تمیز سے۔۔" اس نے اسے آواز نیچی رکھنے کا اشارۃً کہا۔ کیونکہ محسن لفٹ سے باہر نکلتے ہوئے انکی طرف آرہا تھا۔

"سلام بھابھی۔۔" اس نے شاہویز سے مصافحہ کیا اور مہر کو سلام کیا۔ اسکے منہ سے اپنے لیئے بھابھی سن کر اس نے شاہویز کو خوب گھورا۔

"کیا ہوا؟ کچھ برا کہہ دیا میں نے؟ آپ نے تو سلام کا جواب ہی نہیں دیا۔۔" محسن خاصا پریشان ہوا۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"یار بہت تھک گئے ہیں۔۔ کیا ہمیں یہیں کھڑا رکھنے کا ارادہ ہے تمہارا؟" شاہ ویز نے تھوڑی سی دیر کیے بناء ہی اسے یاد دلایا۔

"اوہ۔ ہاں۔ آؤ۔ نمی کب سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہی ہے۔۔" اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔

دونوں اسکے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

"کیا واقعی شاہ ویز بدل چکا ہے؟ یا صرف میری نظروں کا دھوکہ ہے؟" وہ لیمپ کی روشنی میں بیٹھی، آج ہونے والے واقعے کو سوچ رہی تھی۔ لائٹ کو آن آف کرتے ہوئے، وہ خاصی الجھ چکی تھی۔

"مہر کا خیال تو رکھے گا ناوہ۔۔" اس نے گویا خود سے سوال کیا۔

وہ اپنے خود سے کیئے گئے سوال سے چونک اٹھی۔ اس نے فوراً سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا اور اسکا نمبر ڈائل کیا۔

"معزز صارف! آپکا مطلوبہ نمبر فی الحال میسر نہیں۔۔ کچھ دیر بعد کال کریں۔۔ شکریہ۔"

ایسا تیسری چوتھی مرتبہ ہو رہا تھا۔ وہ دونوں کا یکے بعد دیگرے کال کر رہی تھی۔ مگر بے سود۔

دوسری طرف وہ دونوں آپس میں خاصے الجھے ہوئے تھے۔

مہر کسی صورت بھی محسن کے فلیٹ پہ رہنے کے لیئے رضامند نہیں تھی۔ جبکہ وہ اسے بار بار سمجھاتے ہوئے تقریباً تھک چکا تھا۔

"مہر صرف کچھ دن۔۔ اس کے بعد میں۔۔"

"بس۔۔۔" وہ جنجھلائی۔

"بڑی باتیں کر کے مجھے لے کر آئے تھے اپنے ساتھ۔۔ آخر کیوں؟ جب تایا ابا تمہیں گھر کے کاغذات سونپ رہے تھے، ان سے کیوں نہیں لیئے وہ؟" وہ اسے ایک سے بڑھ کر ایک بات سنانے میں مصروف تھی۔

"مہر۔۔ کیا بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو تم؟ اور پلیز۔۔ خدا کے لیئے مہر۔۔ اپنا والیم آہستہ رکھو۔۔" اس کی آواز تھوڑی اونچی ہوئی تو اس نے اسے التجائیہ انداز میں سمجھایا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔ سمجھے تم۔۔" وہ دانت پیستے ہوئے ذرا آہستہ آواز میں اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تو وہ تناؤ کا شکار ہوا۔

"ٹھک۔۔ ٹھک۔۔" دروازے پہ جوں ہی دستک ہوئی تو دونوں کے مابین کشیدگی کا سلسلہ کچھ دیر کے لیئے رک سا گیا۔

"شاز۔۔۔ کھانا تیار ہے تم اور بھابھی آ جاؤ۔۔" محسن نے اتنا کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"بھابھی۔۔"اس کا منہ غصہ سے بھر گیا تھا۔

"اسے سمجھا دو۔ ایک بار اور مجھے بھابھی کہا تو منہ توڑ دوں گی اس کا۔۔"اسکا جارحانہ انداز دیکھ کر وہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

"تم چل رہی ہو میرے ساتھ کھانے کے لیئے؟"اس نے دوٹوک سوال کیا تو اس نے آنکھوں کو گول کرتے ہوئے سوالیہ انداز سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ پھر وہ تمہیں بھابھی کہے گا اور اپنی جان سے جائے گا۔۔"اس کے انداز میں شرارت تھی۔ وہ نیم انداز میں مسکراتے ہوئے اسکے پاس سے ہٹا اور کمرے کے باہر چلا گیا۔

"کہاں پھنس گئی ہوں میں۔۔ کہیں پھر سے تو اس پہ بھروسہ کر کے میں غلطی تو نہیں کر رہی ہوں؟"اس نے خود پہ اوڑھی، اماں بی کی چادر کو اتارا اور تہہ کرتے ہوئے کرسی پہ رکھا۔

"اب یہی تمہارا سب کچھ ہے۔" جوں ہی وہ کرسی پہ بیٹھی، اسکے ذہن میں آج صبح ہونے والا منظر گھومنے لگا۔

"اب یہی تمہارا سب کچھ ہے۔۔" اس کے یہ الفاظ بار ہا اسکے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے۔

" جینی۔۔ تم تو اس سے اچھے سے واقف تھی۔ تم نے کیسے یہ سب کہہ دیا؟" اس نے خود کلامی کی۔

اسکا جی چاہا کہ وہ اس سے بات کرے لیکن ایسا ہونا ناممکن سا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنا فون ساتھ رکھا ہی نہیں تھا۔ اتنی مہلت ہی کہاں ملی تھی اسے؟

رات گئے وہ راکنگ چیئر پہ ہی بیٹھی رہی۔ مگر شاہ ویز نے کمرے میں قدم تک نہ رکھا۔ بلکہ اسے باہر لاؤنج سے دونوں (محسن اور شاہ ویز) کے لڈو کھیلنے کی آوازیں اونچا اونچا ضرور آرہی تھیں۔

سورج کی کرنیں اسکے چہرے پہ پڑی ہی تھیں کہ اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولیں۔

پوری رات گزر گئی لیکن اس نے ایک لمحے کے لیئے بھی اسکی حالت دریافت کرنے کے لیئے اسکی خبر تک نہ لی۔

بھوک سے اسکا حال برا ہو رہا تھا۔ وہ اٹھی، ہاتھ منہ دھویا اور سائیڈ ٹیبل پہ پڑے گلاس میں بوتل سے پانی ڈالتے ہوئے وہ بمشکل ہی دو گھونٹ اپنے حلق میں اتار پائی تھی۔

کل صبح جو جوس شماز نے اسے پلایا تھا، اس نے صرف وہی پی رکھا تھا۔

چوبیس گھنٹے گزر گئے لیکن روٹی کا ایک نوالہ بھی اسکے حلق میں نہ گیا۔ بھوک کے مارے اسکی آنکھوں سے اب آنسو آنا شروع ہو گئے تھے۔

اس نے ادھر، ادھر دیکھا لیکن کہیں کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔ آخر اس نے الماری کھولی اور اس میں سے کچھ ڈھونڈنے لگی۔ الماری میں کپڑے کافی حد تک بکھرے پڑے تھے اور ان میں ایک شاپر میں لپٹی ہوئی فینائل کی گولیاں بڑی احتیاط سے رکھی گئیں تاکہ الماری میں کوئی کیڑا وغیرہ نہ گھس سکے، اگر گھسے بھی تو کپڑوں کو نقصان پہنچانے سے پہلے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اس نے جوں ہی شاپر کو کھولا تو ایک سانس روکنے والی بدبو سے اسکا سامنا تھا۔ اس نے گولیوں کو ہاتھوں میں پکڑا اور اپنے ناک کے قریب کیا۔

"اخ۔۔۔ یہ کیا ہے۔۔" وہ زیرِلب خود سے بولتے ہوئے گہری سوچ میں محو ہوئی۔ ایک سے بڑھ کر ایک خیال اسکے ذہن کو جنجھوڑ رہا تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔

****

علی الصبح مسز ہارون اور وہ سات بجے کے قریب تابینہ کے ہاں پہنچیں۔

"امید ہے ہمارے اس وقت آنے میں آپکو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں ہوا ہو گا۔۔" مسز ہارون معذرتانہ انداز میں بولیں تو تابینہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں بے فکری کا احساس دلایا۔

"پریشانی بھلا کیا ہو گی؟ آپکا اپنا گھر ہے۔۔"

انہوں نے ایک نظر سامنے صوفے پہ براجمان، راحت صاحب کو دیکھا، جن کا پورا دھیان جنت پہ تھا، جو کچھ بھی بولنے سے عاری تھی۔

"اصل میں مجھے کلینک کے لیئے نکلنا تھا۔۔ سوچا جاتے جاتے جنت کو آپ کے پاس چھوڑ جاؤں۔۔ رات میں اسے پِک کر لوں گی۔۔ بہت مِس کر رہی تھی یہ آپکو۔۔ ویسے بھی کل شام میں اسکی فلائٹ ہے۔۔ سوچا آپ سے مل لے گی تو اچھا فیل کرے گی۔۔" انہوں نے تمہید باندھتے ہوئے ساری بات واضح کی تو تابینہ کو انکے خلوص پہ پیار سا آگیا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔۔"

"نہیں۔۔ اس میں شکریہ کی کیا بات۔۔" انہوں نے جنت کی طرف دیکھا جو نظریں جھکائے بس خاموشی سے زمین کو دیکھے جا رہی تھی۔

انہیں اسکی خاموشی ذرا عجیب تو لگی مگر اپنا وہم جانتے ہوئے انہوں نے اسے اگنور ہی کیا۔

"میں چائے لاتی ہوں۔۔" وہ اسکے پاس سے اٹھی ہی تھی کہ انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

"چائے ہی کیوں؟ آپ اپنی بھانجی کو اچھا سا ناشتہ کروائیے۔۔ میں چلتی ہوں۔۔ میری ڈیوٹی کا ٹائم ہو رہا ہے۔۔"

انہوں نے اپنے بیگ کی سٹریپ کو اپنے کندھے پہ لٹکایا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آپ ناشتہ کر کے جاتیں تو ہمیں اچھا لگتا۔۔" وہ بھی انکے برابر کھڑی ہوئیں۔

"کوئی بات نہیں۔۔ شام کے کھانے پہ ملتے ہیں۔"

انہوں نے گویا خود کو خود ہی دعوت کے لیئے مدعو کیا تو وہ پر مسرت ہوئیں۔

****

اس نے کمرے میں قدم رکھا تو اس نے اپنے آپ کو نارمل کیا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

وہ اس سے منہ پھیر کر کھڑی تھی۔

"میں نے الگ فلیٹ کے لیئے بات کی ہے محسن سے۔۔ وہ کہہ رہا تھا یہیں گیسٹ روم میں ہی رک جاؤ۔۔" اس نے اسکا موڈ آف دیکھا تو گزشتہ رات والی بات کو ہی واضح کرنا مناسب سمجھا۔

"کچھ دن بس۔۔ جلد ہی اچھی نوکری مل جائے گی تو میں الگ فلیٹ ایزیلی افورڈ کر سکوں گا۔۔ آئی ہوپ۔۔ تم میری پوزیشن کو سمجھو گی۔۔"اس نے خود کو مجبور پیش کرتے ہوئے اسے سمجھانا چاہا۔

"تم تو ایسے بات کر رہے ہو جیسے میں ہمیشہ کے لیئے تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں؟"اسکے لہجے سے طنز صاف واضح تھا۔

اسکی بات سن کر اس نے اسکا تنقیدی جائزہ لیا۔وہ بمشکل ہی اپنے پاؤں پہ کھڑی ہو پا رہی تھی۔

"کیا ہوا تمہیں؟ تم ٹھیک تو ہو؟"اس سے پہلے وہ آگے بڑھتا،وہ بیڈ پہ ڈھے سی گئی۔اسکے منہ سے جھاگ نما چیز نکلنے لگی، جسے دیکھ کر وہ اور زیادہ خوفزدہ ہو کر رہ گیا۔

"یہ کیا کیا تم نے؟ کیا کھایا ہے تم نے؟؟"اس نے اسے اپنی بانہوں میں بھرا۔

اسکے گہرے سیاہ بال اسکے کندھے پہ گرنے لگے تھے۔وہ اسکے اتنا قریب تھا کہ اسے اسکی سانسیں اکھڑنے کی آواز صاف صاف سنائی دے رہی تھی۔

"مہر؟؟ مہر؟؟ تم ٹھیک ہو؟؟ مہر؟؟ مہر؟؟ میری آواز آرہی ہے تم تک؟ مہر؟؟ مہر؟؟"اسکی آواز نے زور پکڑا تو محسن اور نمی بھاگتے بھاگتے گیسٹ روم کی طرف بھاگے۔

وہ اسے بانہوں میں لیئے اونچا اونچا رو رہا تھا۔ جوں ہی دونوں کا دھیان مہر پہ پڑا تو دونوں کی آنکھیں پھیل سی گئیں۔ اسکے منہ سے سفید جھاگ نکلے جا رہی تھی۔ اور اسکے ہاتھ پاؤں بری طرح سے کانپ رہے تھے۔

اس نے فوراََ سے ایمبولینس کو کال کی۔

****

"کیا بات ہے جنت بیٹی؟ اتنا اداس کیوں ہو؟" راحت صاحب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے اسکی طرف دیکھ کر بولے۔

جواباََ اس نے صرف رونے والے انداز سے انہیں دیکھا تو انکا دل تڑپ کر رہ گیا۔

"خفا ہو مجھ سے؟؟" انہوں نے خود سے اخذ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ بالکل بھی نہیں۔۔" اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

وہ کچن سے باہر آئی اور ناشتہ میز پہ لگاتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھ کر سوالیہ بولی۔

"خیر ہے؟ مجھے تو لگ رہا تھا آپ لوگ خوب گپیں لگا رہے ہوں گے۔" اس نے تھرماس سے چائے کے کپوں میں چائے نکالی۔

اب وہ کپ ان کے سامنے رکھ رہی تھی، مگر پھر بھی دونوں کی طرف سے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا گیا تھا۔

"سجیل اٹھا نہیں ابھی تک ؟" اس نے راحت صاحب سے پوچھا تو اسکے دل کی دھڑکن رک سی گئی۔ اور کیوں نہ رکتی ؟ اسکا نام ہی ایسا تھا جسے چاہ کر بھی وہ اپنے ذہن کے نقشے سے کبھی ہٹا ہی نہ پائی۔

"اٹھ جائے گا خود ہی۔۔ چھوڑو۔۔" انکے لہجے میں اسکے لیئے بے پرواہی دیکھ کر اسے تشویش ہوئی لیکن اس نے دونوں میں سے کسی کو کچھ بھی محسوس نہ کروایا۔

"ارے ؟ ایسے کیسے ؟ آپ لوگ ناشتہ شروع کیجیئے۔۔ میں اسے بلا کر لاتی ہوں۔۔" تابینہ کرسی پہ بیٹھتے بیٹھتے رکی اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کاریڈور سے ہوتے ہوئے اسکے کمرے تک آن پہنچی، جہاں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر لمبی تانے سو رہا تھا۔

"سجو ؟ میری جان۔۔" وہ اسکے قریب بیٹھی اور اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ذرا محبت سے بولی۔

اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا اور پھر بے دلی سے منہ بناتے ہوئے، سر پہ تکیہ رکھ کر دوبارہ لیٹ گیا۔

"سجیل۔۔ کیوں خفا ہو ہم سے ؟ "

انکے سوال پہ اس نے تکیہ ایک سائیڈ پہ رکھا اور بیڈ پر سے اٹھ بیٹھا۔

"خفا؟ کیوں ؟ کیوں ہوں گا میں خفا؟" لہجے میں طنز صاف عیاں تھا۔

اسکی سو جھی ہوئی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ اس نے ساری رات جاگ کے گزاری ہے۔

"سوئے نہیں رات بھر؟"

"جب آپ عذاب کی کیفیت میں ہوں تو رات بھر نیند کہاں آتی ہے آپیہ ؟؟" اسکے حلق سے بمشکل ہی آواز نکل پائی تھی۔

"سحیل۔۔ خدا کے لیئے آگے بڑھو۔۔ تمہارے ماضی میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے، جسے تم یاد کرو۔۔ کیونکہ وہ اب کسی اور کا ہو چکا ہے۔۔" اسکی بات سن کر وہ زخمی انداز میں مسکرایا۔

"وہ تو میری کبھی تھی بھی نہیں۔۔ وہ جس کی تھی، اسکی ہو چکی۔۔ لیکن مہر۔۔" کہتے کہتے اسکی زبان رک سی گئی

۔

"مہر؟؟" اسکی ادھوری بات پہ اس نے تجسس کا اظہار کیا۔

"اسکا کیا قصور تھا؟ آپ بھی تو وہیں تھیں آپیہ ؟ ہونے دیا اسکے ساتھ اپنے جیسا ظلم ؟؟" اسکی آنکھوں کے کنارے تک دکھ سے بھیگ گئے تھے۔

"سجو۔۔ تم مہر سے کیا محبت ؟؟" اس نے معنی خیز نظروں سے اپنی ادھوری بات سے اس سے سوال کیا۔

"نہیں۔۔ اس سے کہیں زیادہ۔۔ اسکا دکھ مجھے یہاں فیل ہوتا ہے آپیہ۔۔ یہاں۔۔" اس نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بتایا تو اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"ضروری نہیں کہ میرا اسے سوچنا محبت ہی ہو۔۔ ہاں میں اپنی چاہت میں اسکی دوستی کو نجانے کب بھول گیا؟ مجھے اندازہ ہی نہ ہوا۔" اس نے صاف لفظوں میں اسے اسکے کیے گئے سوال کی وضاحت دی۔

"خود کو سنبھالو پلیز۔۔" اس نے اسے تسلی دی تو اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔

"اچھا چلو۔ جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر آجاؤ۔ ناشتے کے لیئے ہم سب انتظار کر رہے ہیں تمہارا۔۔ آجاؤ۔۔"

"ہم سب ؟" اسکی حیرت واضح تھی۔

"ہاں۔۔ میں، تمہارے بھائی اور۔۔" وہ کہتے کہتے خاموش ہوگئی مگر اسے تجسس میں ضرور ڈال گئی تھی۔

"اور ؟؟" اس نے پوچھنا چاہا مگر وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

دوسری طرف ناشتے کی میز پہ وہ دونوں اسکا انتظار کر رہے تھے۔

"ایک تو یہ دونوں۔۔ ان کی گپیں ہیں کہ کبھی ختم ہی نہیں ہوں گی۔۔ تم چائے لو بیٹی۔۔" اس نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

"جی۔۔" اس نے کپ کو اٹھایا، جس کے کناروں کو وہ رگڑتے ہوئے، کچھ سوچنے میں مصروف تھی۔

"میری وجہ سے اگر کبھی بھی تمہارا دل دکھا ہو تو مجھے معاف کرنا بیٹی۔۔" انکے لہجے میں شرمندگی واضح تھی۔

انکے الفاظ سن کر وہ چائے کا گھونٹ بمشکل ہی حلق سے نیچے اتار پائی تھی۔

"جو ہوا اسے جانے دیجیئے انکل۔۔ شاید ایسا سب لکھا تھا۔۔" تابینہ سیڑھیوں سے اترتی ہوئی دونوں کو دکھائی دی تو راحت صاحب نے بات کا رخ بدلا۔

"آیا نہیں پھر؟؟" انہوں نے شرارتی انداز سے اسے چھیڑا تو وہ ناراض سی ہو گئی۔

"ایک تو آپ اسکے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔۔ آجاتا ہے میرا سجو۔۔" وہ کرسی پہ انکے برابر اور جنت کے سامنے بیٹھی۔

"شاید میری وجہ سے وہ آنا نہیں چاہتے ہوں گے۔۔" اس نے بلا تاخیر اسکے نا آنے کی وجہ بیان کر ڈالی۔

دونوں نے ٹکر ٹکر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔۔بلکہ اسے تو پتہ بھی نہیں ہے کہ تم یہاں آئی ہو۔۔" تابینہ نے اسکی غلط فہمی دور کرتے ہوئے اسے گہری نگاہ سے دیکھا۔

"اور جہانگیر کیسا ہے؟بات ہوئی ہے اس سے؟" وہ جیسے اسکے اندر کچھ ٹٹولنا چاہتی تھی۔

"جی۔۔وہ تو میرے بناء کافی اداس ہیں۔۔" وہ نیم انداز میں مسکرائی۔

"اور تم؟؟" اسکے سوال پہ راحت ہڑبڑا سا گیا۔اس نے کہنی مار کر اسے اشارۃََ چپ رہنے کا کہا۔

"ظاہر ہے۔۔میں بھی۔۔بہت خیال رکھتے ہیں وہ میرا۔۔ابھی بات منہ سے نکالی۔ادھر وہ بات پوری کر دیتے ہیں۔۔" وہ تشکر سے مسکرائی تو تابینہ کے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔

اس نے اسکے سامنے سینڈوچ رکھا اور ساتھ ہی ساتھ اسکے کپ میں تھرماس سے گرم چائے کو انڈیلا۔

"مہر کے بارے میں جان کر کافی دھچکا لگا ہے اسے۔۔رات رات بھر سو نہیں پاتا سجیل۔۔اسے لگتا ہے کہ سب اسکی وجہ سے ہوا۔نہ وہ اسے وہاں سے لاتا نہ یہاں یہ سب ہوتا۔۔ "

اسکی زبانی یہ سب جان کر اس نے تاسف بھری نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔ اصل وجہ تو وہ تھی۔ لیکن دونوں نے سب جانتے بوجھتے بھی ایک دفعہ بھی اسے ملزم نہ ٹھہرایا۔ ایسا کیوں؟ یہ سوال اسکے دل میں تھا، جسے وہ اندر ہی اندر دبا گئی تھی۔

"اچھا کیا جو تم یہاں آگئی۔۔ اک تم ہی ہو جو اسے سمجھا سکتی ہو۔۔ اگر تمہیں کوئی مسئلہ نہ ہو تو کچھ دیر اس سے ۔۔ میرا مطلب ہے کہ وہ۔۔ تم سے ضرور وہ سب کہے گا جو آج کل اسکے دل و دماغ میں چل رہا ہے۔۔" راحت صاحب کی بات پہ اس نے اسپاٹ لہجے میں انہیں دیکھا۔

"میں؟ میں کیا کر سکتی ہوں انکے لیئے؟ جب انہوں نے خود ہی خود کے لیئے کچھ نہیں کیا۔" بے اختیار اسکے منہ سے نکلا تھا۔

اسی اثناء میں وہ اپنے کمرے سے باہر آیا۔ جوں ہی اسکا دھیان ڈائننگ ہال پہ بیٹھی جنت پہ پڑا تو اسکے قدم وہیں ساکت ہو کر رہ گئے۔

"اسکے ذہن میں تابینہ کے الفاظ گھومے۔

"ہم سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔ "میں، تمہارے بھائی اور۔۔ "

جوں ہی اسکا دھیان اوپر پڑا تو اسے وہاں کھڑا دیکھ کر وہ اٹھی۔ اس سے پہلے وہ آگے بڑھتی، وہ الٹے قدموں واپس پلٹ گیا تھا۔

"یہ یہاں کیوں آئی ہے اب؟" اس نے دروازہ بند کیا اور اسکے ساتھ اپنی پشت لگاتے ہوئے زیرِ لب بولا۔

راحت اور تابینہ دونوں نے یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر جنت کو، جو اسکے اس رویے پہ خاصی چپ سادھ گئی تھی۔

****

"نمی۔۔ کپڑوں میں رکھنے والی چیز تھی یہ؟" محسن نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"محسن یہ طریقہ اماں نے بتایا تھا۔۔ اور" میں نے توشاپر میں پیک کر کے ایک سائیڈ پہ رکھی تھی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ اس قدر معاملہ سنگین ہے دونوں کے درمیان کہ وہ الماری میں موجود کپڑوں میں سے ہی یہ ڈھونڈ نکالے گی۔۔" وہ اچھا خاصا گھبرائی ہوئی تھی۔

"اونہہ۔۔ تم اور تمہارے بڑے بزرگوں کے ٹوٹکے۔۔" وہ سخت برہم تھا۔ "یہ مر مرا گئی نا تو سیدھا ہم ہی پھنسیں گے۔۔" اسکی بات سن کر نمی کی آنکھیں خوف سے پھیل سی گئیں۔

دونوں آئی سی یو کے باہر ایک سائیڈ پہ کھڑے آپس میں الجھ رہے تھے۔ دوسری طرف شاہ ویز مایوسی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا، ڈاکٹر کی طرف سے بتائی جانے والی خبر کے انتظار میں تھا۔

"دونوں کے الجھنے کی آوازیں دونوں تک صاف آرہی تھیں۔ لیکن اسے اس وقت صرف پرواہ تھی تو مہر کی۔

"تم اتنا بڑا اقدم اٹھالو گی؟ میں نے سوچا نہیں تھا۔۔" اسکی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔ "تمہارا مجرم ہوں میں۔۔ سزا تو مجھے ملنی چاہیئے۔۔" وہ جیسے خود سے لڑا۔

اسکے ذہن میں کئی دفعہ خیال آیا کہ وہ گھر والوں میں سے کسی کو اطلاع کرے مگر کسی چیز نے اسے ایسا کرنے سے روکے رکھا۔ ایسا گمان ہوتا تھا کہ اسکے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں بندھی جا چکی ہیں۔

"تمہیں کچھ ہو گیا تو میں کیا جواب دوں گا سب کو؟ کتنے مان سے تمہیں، تمہارا ہاتھ پکڑ کر سب کے سامنے سے لے کر آیا تھا۔" یہی وہ الفاظ تھے، جو اسے گھر والوں سے رابطہ کرنے سے روکے ہوئے تھے۔

"بھائی۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" نمی اسکے قریب آکر بولی تو محسن اسکے پیچھے پیچھے آیا۔

"خدانخواستہ اگر اس نے پولیس والوں کو یہ کہہ دیا کہ وہ تمہاری وجہ سے خودکشی کر رہی تھی تو؟؟؟" اسکی بات بھلے ہی درست تھی لیکن بے موقع تھی۔

اسکی بات سے اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"محسن۔۔ کیا ہو گیا ہے آپکو؟ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔ تسلی رکھیں۔۔" اس نے ذرا سختی سے کہا۔

آئی سی یو کی لائٹ آف ہوئی تو تینوں بھاگے بھاگے آئی سی یو کی طرف دوڑے۔

اسٹریچر پہ ڈال کر اسے باہر لایا جا رہا تھا۔ وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی اور اکسیجن پمپ کی مدد سے سانس لے رہی تھی۔

"شی از بیٹر ناؤ۔۔ لیکن حالت ابھی نازک ہی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کریں کہ آپ انہیں بروقت لے آئے۔۔" ڈاکٹر صاحبہ نے اتنا کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

"جب تک ہم ان سے بات نہ کر لیں کوئی انکے قریب تک نہیں جائے گا۔۔" ایک بارعب انسپکٹر نے تینوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔

دوسری طرف سے اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا، جہاں ایک نرس اس کے ساتھ تعینات کی گئی تھی۔

"ہوا کیا تھا؟" وہ تفشیشی انداز میں بولا تو شاہ ویز نے اپنا سانس بحال کرتے ہوئے اسے الف سے یے تک ساری بات بیان کر دی۔

"کیا لگتے ہو تم اس کے ؟ "

"جی۔۔یہ بیوی ہے میری۔۔"اس نے جھٹ سے جواب دیا تاکہ وہ خود سے کچھ اور اخذ نہ کر بیٹھے۔

"کتنے روز ہوئے شادی کو؟ کیا زبردستی شادی کی ہے اس سے ؟ یا بھاگ کر ؟"اسکے سوال در سوال کو وہ ہضم نہیں کر پا رہا تھا۔

"جو اصل بات تھی میں آپکو بتا چکا ہوں۔۔مزید تفشیش کے لیئے۔یہ لیجیئے نکاح نامہ۔۔اور پلیز اور کوئی تفشیش کرنا باقی ہے تو ذرا جلدی کیجیئے۔۔مجھے اسے دیکھنا ہے۔۔"اس نے ذرا غصہ سے جواب دیا جو انسپکٹر کو بھایا نہیں۔

اس نے خود کے غصہ کو کنٹرول کرتے ہوئے ملتجی نگاہوں سے اسے دیکھا تو انسپکٹر کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

"پلیز۔۔"وہ لاچاری سے بولا۔

"او۔کے۔۔او۔کے۔۔"اس نے پر سکون ہو کر کہتے ہوئے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

اسکے لیئے اسکی پرواہ دیکھ کر محسن نے حیران کن نگاہوں سے اسے دیکھا۔نمی کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

****

اس نے دستک دی، لیکن اسے اسکی طرف سے داخلی پیغام نہیں ملا تھا۔ اس نے دوبارہ سے دستک دی تو دروازہ تھوڑا سا سرکا۔ جس سے وہ اندر داخل ہوئی۔ اسکی پہلی نگاہ اس پہ پڑی جو راکنگ چئیر پہ سگریٹ سلگائے ، سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں محو ہے۔

"مجھے یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا۔۔ آپ شاید یہی سوچ رہے ہوں گے کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں؟" وہ اسکی راکنگ چئیر کے پیچھے کھڑی، اسکی حالت کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو بتاؤ؟ کیوں آئی ہو؟" اس نے ذرا بے نیازی سے سوال کیا تو اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

"معافی مانگنے۔۔" اس نے دو لفظوں میں کہا اور وہاں سے جانے کے لیئے اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھائے

۔

"تمہارا بدلہ پورا ہوا مس جنت کبیر خان۔۔" اسکے الفاظ سن کر اسکے قدم رک سے گئے۔ اس نے پلٹ کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جواب کے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"ہاں۔۔ ابھی بھی کوئی حساب میری طرف سے نکلتا ہے تو بتاتی چلو۔۔" اسکے طنز بھرے جملے سن کر اس کا حیرت کے مارے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو اب؟ یہی تو چاہتی تھی تم۔۔ کہ میں اکیلا رہ

جاؤں۔۔ دنیا مجھ پہ تھو تھو کرے۔۔۔ تو وہی تو ہوا ہے۔۔" اسکی سوالیہ نگاہوں کو وہ سمجھ چکا تھا، تبھی خود ہی جواب دیتے ہوئے اسکا تجسس دور کیا۔

"میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا۔۔۔ اور یہ بات آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں کہ میں کیسی ہوں؟ سو سٹاپ بلیمنگ می۔۔" اسکی آواز برابر کانپ رہی تھی۔

"ہاں۔۔ مجھ سے اچھا کون جانتا ہو گا تمہیں؟"

وہ زخمی انداز مسکرایا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے طنز کے تیر زہر میں بگھو بگھو کر مار رہا ہے۔

"آپ طنز کرنا بند کریں گے کیا؟" اس نے سخت کڑے لہجے ملتجی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جا سکتی ہو تم۔۔" وہ اس سے منہ پھیر کر کھڑا ہوا۔

"جا تو چکی ہوں۔۔" وہ قدم بڑھاتے اسکے سامنے آئی۔

"جب جا چکی تھی تو کیوں پھر واپس آئی تم؟ مہر کی مدد کے لیئے کہا تھا تم نے؟ لیکن کیا کیا تم نے؟ تمہارا پلین تو میں سمجھ پایا ہی نہیں۔۔ تم نے ایک ساتھ تین لوگوں سے بدلہ لیا۔۔ واہ! مان گیا مس جنت کبیر خان۔۔ مان گیا تمہیں مس جنت جہانگیر۔۔" اس نے اسکے نام کے ساتھ اسے ایسے پکارا جیسے کوئی گالی ہو۔

"یونیورسٹی تک میں، میں بدنام ہو کر رہ گیا ہوں۔۔ صرف تمہاری وجہ سے۔۔میں ہی تمہارا پلان نہ سمجھ سکا۔۔ جہاں جاتا ہوں۔۔ ہر اسٹوڈنٹ آپس میں چہ مگوئیاں کرتے نظر آتا ہے۔۔ کوئی کہتا ہے۔۔یہ ہے وہ انسان جس نے محبت میں دھوکہ دیا۔۔ اور کوئی تو یہ تک کہتا ہے کہ یہ ہے وہ انسان جس نے جنت کی بہن کو گھر سے بھگایا۔۔ جس سے محبت کرتا تھا، اسے ہی دھوکہ دے دیا۔۔" وہ ایک ایک بات اسے انکی نقالی کرتے ہوئے بتا رہا تھا۔

اس نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

اسکی حالت دیکھ کر وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ کس کرب میں ہے سو اس نے اس سے بحث کو فضول ہی جانا۔

راحت اور تابینہ نے کمرے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ دونوں میں ہونے والی بحث سے انکے قدم رک سے گئے۔

دونوں کی سمجھ میں اب آ رہا تھا کہ آخر کیوں سجیل اتنے دنوں سے غم سے نڈھال ہے۔ وہ اپنے دل کا غبار انکے سامنے تو نہ نکال سکا، لیکن جنت پہ اسے خوب غصہ تھا۔

"شاہ ویز سے بدلہ بھی لے لیا۔۔ مجھ سے بھی۔۔ اور مہر سے بھی۔۔"

اسکے الزامات سن کر اسکا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا۔

"جانتی تھی ناتم کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے؟اور کہیں میری زندگی میں شامل نہ ہو جائے؟اسی لیئے تم نے۔۔" وہ بے ضبط،بناء سوچے سمجھے کچھ بھی بولے جارہا تھا۔

"بس۔۔بس کیجیئے۔۔۔"اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مزید بات کرنے سے روکا۔"اب ایک لفظ اور نہیں۔۔"اس نے انگلی کے اشارے سے ذرادھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ سے محبت؟بے وقوف ہو گی وہ لڑکی جو آپ سے محبت کرے گی۔۔کیونکہ آپ محبت تو کرسکتے ہیں سجیل علی صاحب۔لیکن بھروسہ نہیں۔۔اور نہ ہی ساتھ دے سکتے ہیں۔۔اگر اتنا ہی اسکا احساس تھا تو راحت بھائی سے تھپڑ پڑتے ہی وہاں سے بھاگ کھڑے نہ ہوتے۔۔"غصے کے مارے اسکا چہرہ لال سرخ ہو چکا تھا۔

اسکی بات پہ وہ ہکابکا ہو کر رہ گیا۔

اس نے اتنا کہا اور واپسی کے لیئے دروازے کی طرف قدم بڑھائے مگر جاتے جاتے رکی۔

"آئی ایم پراوڈ ٹو ہیو جہانگیر۔۔الحمدللہ۔۔"وہ مڑ کر اسکے چہرے کی طرف بغور دیکھ کر بولی تو وہ اس سے نظریں چرا تا رہ گیا۔

"اچھا ہوا۔۔اس رات آپ نے مجھے اپنی دو کوڑی کی محبت بھیک میں نہیں دی۔۔ورنہ میں جتنی مرضی دعائیں مانگ لیتی میری زندگی سے گرہن کبھی نہ جاتا۔۔" وہ ذو معنی انداز میں بولی اور دروازہ کھولتے ہی باہر آموجود ہوئی۔

تابینہ نے اسے دیکھ کر معذرتانہ انداز میں ہاتھ جوڑے۔راحت کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔اس نے اسکے ہاتھوں کو پکڑا اور اسکے گلے جالگی۔

"خالہ۔۔ممی نے کہا تو آپ کی طرف آگئی۔۔میں نہیں جانتی تھی کہ ایک اور الزام۔۔ایک اور دکھ۔۔ایک اور اذیت میری منتظر ہے۔۔مجھے خوشی ہے کہ اس رات راحت بھائی نے میرے مشورے پہ عمل نہیں کیا۔۔ شکر ہے میری مہران کے نصیب میں نہیں لکھی گئی۔۔شکر ہے۔۔" وہ بے انتہاء اذیت سے بول رہی تھی۔لیکن آج وہ یہ سب کہہ دینا چاہتی تھی۔اپنے اندر جو بوجھ لیئے وہ اتنے دنوں سے پھر رہی تھی، اسے آج اس نے آخر ہلکا کر ہی لیا۔

اسکا ایک ایک لفظ اندر موجود شخص سن رہا تھا۔"مشورہ۔۔کیسا مشورہ۔۔" اسکے کان کھڑے ہو گئے۔

دوسری طرف وہ وہاں ایک لمحے کے لیئے بھی رکی نہیں۔۔اس نے تیز قدم بڑھائے اور وہاں سے نیچے آئی اور ڈائننگ ہال میں پڑے اپنے بیگ کو اٹھاتے ہوئے گھر کے مرکزی دروازے سے باہر آئی۔

"جنت۔۔جنت۔۔میری بچی۔۔" وہ اسکے پیچھے پیچھے آئی۔

"خالہ۔۔روئیں نہیں آپ پلیز۔۔۔" اس نے پلٹ کر اسے دیکھا اور اسکی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔۔" وہ نظریں جھکائے، ذرا شرمندگی سے بولی۔

"نہیں خالہ۔۔ نہیں۔۔ شرمندگی کی اس میں کیا بات ہے؟ یہ تو خوشی کی بات ہے۔۔میرا آخری بھرم ٹوٹ گیا ۔۔میں خوش ہوں بہت۔۔بہت زیادہ خوش۔۔" وہ بے انتہاء کرب سے گہرا لمبا سانس لیتے ہوئے بولی۔

بالکنی میں کھڑے سجیل تک اسکی آواز صاف آرہی تھی۔وہ لب بھینچ کر دکھ سے مسکرایا۔

"سجیل صاحب سے ایک بات ضرور کہیئے گا۔۔دنیا آپ کو کچھ بھی کہے۔۔فرق نہیں پڑتا۔۔جب آپ اچھے سے جانتے ہوں کہ آپ کیا ہیں؟ اگر اس دنیا کے لوگوں کی اتنی ہی اہمیت ہوتی تو جہانگیر مجھے کبھی اپناتے نہیں۔۔" اس نے جوں ہی اوپر کی طرف نگاہیں اٹھائیں تو اسے بالکنی میں موجود پایا۔

اس نے دو لمحوں کے لیئے اسے دیکھا اور وہاں سے آناً فاناً غائب ہوگئی۔وہ اسے کافی دیر تک دیکھتا ہی رہ گیا باوجود اس کے کہ وہ اسکی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔لیکن پھر بھی اسے اسکا عکس کافی دیر تک دکھائی دیتا گیا۔

****

اسے کمرے میں شفٹ کر تو دیا گیا تھا لیکن اسکی حالت ابھی نازک ہی تھی۔ وہ ذرا بات کرنے کے قابل ہوئی تو اس کا بیان لیا گیا۔

"مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیا تھا؟ دو دنوں سے کچھ کھایا نہیں تھا۔۔ اسی لیئے جب اس پاؤڈر پہ دھیان پڑا تو عجیب فیل ہوا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ یہ۔۔۔" سانس کی نالی کی مدد سے وہ بمشکل سانس لیتے ہوئے بول پا رہی تھی۔

پولیس انسپکٹر نے شاہ ویز کی طرف شکی نگاہوں سے گھور کر دیکھا اور چپ چاپ وہاں سے نکل گیا۔ اسکا بیان سنتے ہی محسن اور نمی کی جان میں جان آئی۔ دونوں نے تشکر سے ایک دوسرے کو دیکھا اور آگے بڑھتے ہوئے مہر کے پاس آئے۔

ایک نرس اسکی نگرانی کے لیئے کھڑی تھی، جو اب اسے انجیکشن لگاتے ہوئے نمی اور محسن کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"یہ بہن ہے میری۔۔" اسکی سوالیہ نگاہوں کو دیکھتے ہوئے نمی نے کہا۔

"اوہ۔۔ ٹھیک ہے۔۔ آپ ذرا رکیئے ان کے پاس۔۔ میں کچھ دوائیاں لے کر ابھی آئی۔" اس نے اتنا کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

کمرے کے ایک کونے میں کھڑا شاہ ویز پریشانی کے مارے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

"کیا میں اتنا برا ہو گیا ہوں کہ مجھ سے چھٹکارا پانے کے لیئے اس نے خودکشی جیسی حرام چیز کا سہارا لیا۔۔ میں لاکھ برا سہی۔۔ لیکن کسی کی موت کی وجہ نہیں بن سکتا کبھی بھی۔۔" سوچ سوچ کر اسکا دماغ تھک چکا تھا۔ رہی سہی کسر اسکے موبائل پہ ہونے والی کال نے پوری کر دی۔

اسے موبائل کی وائبریشن محسوس ہوئی تو اس نے موبائل اپنی پینٹ کی جیب سے نکالا۔ "ثماز بھائی اِز کالنگ۔۔" موبائل پہ بار بار اسکا نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔

اس نے فوراََ سے موبائل کو سائلنٹ پہ لگایا۔ کال آنا بند ہوئی تو اس نے کال ہسٹری چیک کی، جس سے اسے معلوم ہوا کہ وہ پچھلے تین چار گھنٹوں میں اسے کئی بار کال کر چکا ہے۔ خوف کے مارے اسکے پسینے چھوٹنے لگ گئے۔

"کہیں ثماز بھائی کو مہر کی حالت کا پتہ تو نہیں چل گیا۔" وہ زیرِ لب خود سے بولا۔

اس نے میسج باکس دیکھا تو شماز کا ایک سے بڑھ کر ایک دھمکی آمیز میسج اسکا منتظر تھا۔

"میری بہن کو کچھ ہوا تو تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔۔ سمجھے۔۔ کال اٹھاؤ میری۔۔"

"تم ہو کہاں اس وقت؟ مجھے بتاؤ؟ سب جانتا ہوں میں کہ تم ہو کیا؟ تمہاری اصلیت جان چکا ہوں میں۔۔"

"شاہ ویز۔۔ کال می بیک۔۔ آئی ایم ویٹنگ۔۔"

شاہ ویز۔۔ تم مجھے سنگین قدم اٹھانے پہ مجبور کر رہے ہو۔۔ ہو کہاں آخر تم؟"

"شاہ ویز۔۔ اسے کچھ ہوا تو اس بات کی پرواہ نہیں کروں گا کہ تم میرے بھائی۔۔ جان سے مار دوں گا تمہیں سمجھے۔۔"

اسکا ہر میسج ایک سے بڑھ کر ایک تھا جو اسے خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔ اس نے بناء دیر کیے، پہلی ہی فرصت میں موبائل کو پاور آف کیا اور اپنے ماتھے پہ موجود پسینے کو اپنے بازو کی پشت سے صاف کرنے لگا۔

محسن نے اسکی طرف پریشانی سے دیکھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ کچھ تو ضرور ہوا ہے۔۔ لیکن کیا؟ وہ کچھ سوچتے ہوئے اسکے قریب گیا۔

"محسن۔۔ شماز بھائی سب جان گئے ہیں۔۔" اس نے ذرا آہستہ آواز میں کہا۔

اسکی طرف سے دی جانے والی اطلاع سن کر محسن کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"مہر کی خودکشی؟" اس نے خود سے اخذ کرتے ہوئے سوالیہ پوچھا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا تو محسن سمجھ گیا کہ مسئلہ کیا ہے؟

****

اگر وہ اسکے سامنے ہوتا شماز اسے ابھی اور اسی وقت اسے شوٹ کر دیتا۔ اسکے چہرے پہ غصہ کے آثار اور نمایاں ہوئے تو علینہ نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"کیوں پریشان ہو رہے ہیں آپ؟ وہ اسے لے کر گیا ہے تو اسکا خیال بھی رکھے گا۔ تسلی رکھیں۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"اسی چیز کی ہی پریشانی ہے کہ وہ لے کر گیا ہے۔۔" اسکی ذو معنی بات کو وہ سمجھ نہ پائی۔

اس نے آنکھوں میں ہزاروں سوال لیئے اسے دیکھا تو اس نے اسے جنت کی بتائی ایک ایک بات جوں کی توں بتائی۔

"اوہ میرے اللہ! یہ سب۔۔۔" اسکی زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔ وہ سب جانتی تو تھی لیکن ندیم صاحب کو حقیقت معلوم ہے؟ یہ علینہ نہیں جانتی تھی۔

"ہاں۔۔ اتنا بڑا ظلم ہو گیا ہم سے۔۔" اسکی آنکھوں سے بے حد اذیت سے آنسو چھلکے تھے۔

"شماز۔۔ اب تو شادی ہو چکی ہے دونوں کی۔۔ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

"علینہ! تمہیں کیا لگتا ہے؟ میں ابا کی طرح رویہ اختیار کروں گا؟؟؟ سچ جانتے ہوئے بھی میں چپ رہوں گا؟؟ تو یہ سب مجھ سے نہیں ہو پائے گا۔۔" اس نے صاف اور واضح لفظوں میں اسے اپنا مطلب سمجھایا۔

"اسے مہر کی پوزیشن کلیئر کرنی ہو گی۔۔ اور اسے چھوڑنا ہو گا۔۔"

اسکے آخری الفاظ سن کر وہ گرتے گرتے سنبھلی تھی۔ "دنیا کی کسی بھی عورت کے لیئے طلاق کے الفاظ کسی قیامت سے کم نہیں ہوتے۔۔ چاہے وہ اپنے شوہر کو وہ پسند کرتی ہو یا نہیں۔"

"شماز۔۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟؟ اتنی بڑی بات کیسے سوچ لی آپ نے؟ وہ سب کے سامنے اسے لے کر گیا ہے۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔۔" اس نے اسے سمجھایا۔

اسکی بات سن کر وہ دکھ سے مسکرایا۔

"خود کو بچانے کے لیئے لے کر گیا ہے اسے۔۔اور اب دیکھو فون ہی بند کر دیا۔۔"اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کیا تو نمبر بند موصول ہوا۔ جس پہ وہ دانت کچکچا تا رہ گیا۔

ندامت

رات گئے تک وہ اسکے سرہانے کے قریب بیٹھا رہا۔اسکی نگاہیں ایک لمحے کے لیئے بھی اسکے چہرے پر سے ہٹ نہیں پا رہی تھیں۔ اسکا معصوم چہرہ دیکھ کر وہ اسکے حصار میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ آنکھ سے آنسو بے حد اذیت سے بہتے ہوئے اسکے گالوں پہ لڑھک رہے تھے۔

"کس قدر معصوم ہو تم۔۔ کاش مہر میں نے تمہیں اس سب کا مشورہ نہ دیا ہوتا۔۔کاش۔۔ تم تو کہتی تھی کہ تم میری ٹکر کی بندی ہو۔۔تو پھر کیوں ؟ کیوں تم نے خودکشی کرنے میں ہی سکون سمجھا؟ مجھ سے اتنی جلدی ہار نہیں سکتی تم۔۔ نہیں ہار سکتی تم۔۔ "اسکی آنکھیں آنسوؤں سے کافی حد تک بھیگ چکی تھیں ۔وہ اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ،اسکی آنکھ کھلنے کے انتظار میں تھا۔

"شاز۔۔ "محسن وارڈ میں داخل ہوا اور اسکے قریب آکر بولا۔" کھانا کھا لو۔۔ "اس نے اسکی حالت دیکھی تو ایک پل کے لیئے تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"کیا عذاب ہے یار محسن۔۔ دعا کرو اس زحمت سے مجھے چھٹکارا مل جائے ۔۔اس سے میری شادی ہی نہ ہو۔۔ "محسن کے ذہن میں اس کے کہے گئے الفاظ گونجے ۔

"شاز۔۔ سنبھالو خود کو۔۔ "اس نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی ۔

"محسن۔۔یہ اٹھ کیوں نہیں رہی ؟ مجھے اس سے بات کرنا ہے ۔۔پلیز محسن اس سے کہو کہ اٹھ جائے ۔۔ایک دفعہ بس۔۔ ایک دفعہ اپنی آنکھیں کھول کر مجھے اتنا کہہ دے کہ شاہ ویز ندیم احمد تمہاری ٹکر کی بندی ہوں۔۔تم سے ہار نہیں مان سکتی ۔۔کہو نا اسے۔۔ "وہ حواس باختہ ہو کر محسن سے بولا۔

"شاز۔۔۔خدا کے لیے۔۔ مت دو خود کو اذیت۔۔خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔۔ "وہ تڑپ کر بولا۔

"اپنی حالت دیکھو۔۔پلیز اٹھو ۔۔کچھ کھا لو۔۔ "اس نے مکرر کہا۔

"نہیں۔۔ "اسکی نگاہیں ابھی بھی مہر کے چہرے پہ تھیں جو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نیند کی گہری وادی میں سو رہی تھی ۔

نمی وارڈ روم میں داخل ہوئی اور اسکے قریب آکر کھڑی ہوئی ،جہاں وہ شاہ ویز کو سمجھا سمجھا کر تقریباََ تھک چکا تھا۔

"اس نے ابھی تو کھانا نہیں کھایا ۔۔شاہ ویز کے منہ میں نوالا اب تبھی جائے گا جب اسکی آنکھیں کھلیں گی ۔۔ "

محسن نے کچھ بولنا چاہا مگر نمی نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے اس سے مزید بات کرنے سے روکا۔

"شاہ ویز بھائی ! اسکا خیال اب آپکو رکھنا ہوگا۔۔ اور خیال رکھنے والے ضد نہیں کیا کرتے ۔۔بات مان جاتے ہیں یا منوا لیتے ہیں۔۔ آپ بھی مان جایئے ۔۔مان جائیں گے تو۔اپنا آپ بھی منوا لیں گے ۔۔ "اسکی ذو معنی بات کو سن کر محسن نیم انداز میں مسکرایا۔

اس کی بات پہ وہ گہری سوچ میں محو ہوگیا مگر پھر کچھ دیر توقف کے بعد اسکے ہاتھ کو چھو کر اپنے ماتھے سے لگاتے ہوئے بولا۔

"تم جیت گئی مہر۔۔تم جیت گئی ۔۔ "

****

"خیر تھی ؟ اتنی جلدی آگئی ؟ میں شام میں تمہیں پِک کر لیتی ؟ "مسز ہارون لان میں اسے بیٹھا دیکھ کر اسکے پاس آئیں۔

"جی ۔۔اصل میں خالہ کو کسی دعوت پہ اچانک جانا پڑ گیا تو بس ۔۔اس لیئے۔۔ "وہ ان سے نظریں چراتے ہوئے بول رہی تھی ۔" آپکو میسج کیا تھا میں نے ۔۔"

"ہاں ۔۔دیکھا میں نے ۔۔میں تو ایکسپیکٹ کر رہی تھی وہاں شام کی دعوت ۔۔ "وہ ذرا مذاحیہ انداز میں بولیں۔

"بے فکر رہیئے بیگم۔۔۔بہو نے یہاں ہی دعوت کا انتظام کر رکھا ہے ۔۔ "ہارون صاحب لان میں آئے اور دونوں کے سامنے موجود کرسی پہ براجمان ہوئے ۔

"سیرئیسلی ؟ " انکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

"جی جناب۔۔جب سے آئی ہے ۔کچن میں ہی کھانا بنانے میں مصروف رہی ہے ۔۔مجھے تو لگتا ہے بیگم ۔۔آپکے ساس ہونے کا یہ رعب ہے ۔۔ "وہ آنکھ مار کر ذرا شرارتی انداز میں بولے تو جنت کھکھلا کر ہنسی ۔

"نہیں ۔۔ابا جان ایسی بات نہیں ہے ۔۔"

"آپ چپ ہی رہیئے۔۔۔ہم ساس بہو کی محبت کو نظر نہ لگایئے گا۔۔۔ "انہوں نے انہیں خوب گھورا۔

"ابا جان۔۔۔ "اسکے منہ سے اپنے لیئے یہ سن کر وہ ذرا سکون اور خوشی سے بولے۔" بہت اچھا لگا یہ سن کر ۔۔"

"نواز۔۔کتنا اچھا لگے گا نا تمہیں۔۔جب تمہاری بیٹی تمہیں ابا جان کہے گی ۔۔ "وہ زیر لب خود سے بولے اور کسی گہری سوچ میں محو ہوئے ۔

"کیا ہوا اب آپکو؟ کہیں کھو گئے ؟ بہو آج ہی ہمارے ساتھ ہے ۔۔کھانے کے بعد مارکیٹ تک چلتے ہیں۔۔آئسکریم کھانے ۔۔ "ان کے بلانے پہ انہوں نے پلکیں جھپکائیں۔

"ہاں ضرور۔۔ضرور۔۔"

*****

وہ اسکا نمبر ری ڈائل پہ لگا چکا تھا لیکن اب تو اسکا نمبر بھی آف جا رہا تھا۔ اس کا غصہ اسکی ناک پہ صاف نظر آرہا تھا، جو غصے سے لال سرخ ہو رہی تھی۔

"شماز بیٹے۔۔ اپنے بھائی کو تو فون ملاؤ۔۔ میرا دل بڑا بے چین ہو رہا ہے۔۔ مجھے مہر کی فکر ہو رہی ہے۔۔ "زیبا نے اسے لاؤنج میں بیٹھے فون کے ساتھ الجھتے دیکھا تو اسکے قریب آکر بے حد مجبوری سے بولی۔

"چچی جان۔۔پریشان نہ ہوں پلیز۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ "اس نے اپنا غصہ کنٹرول کیا اور اس سے بولا۔

وہ اسکے پاس بیٹھی۔

سامعیہ جو ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا لگا رہی تھی، اسکی بات سن کر پلیٹیں میز پہ لگاتے لگاتے رکی۔

"مجھے اس بات کی ٹینشن نہیں کہ سب ٹھیک ہے یا نہیں۔۔لیکن ایک دفعہ میرے کان میری بیٹی کی آواز سن لیں گے تو انہیں سکون آجائے گا۔۔ " اسکی آواز حلق سے بمشکل ہی نکل پائی تھی کہ اس نے رونا شروع کر دیا۔

"چچی جان۔۔ پلیز۔۔سنبھالیئے خود کو۔۔ "اس نے موبائل کو ایک سائیڈ پہ رکھا اور ان کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا۔

"زیبا۔۔ میرے بیٹے پہ بھروسہ رکھو۔۔ وہ اسے جہاں کہیں بھی لے کر گیا ہو گا۔۔اسکا اپنے سے زیادہ ہی خیال رکھ رہا ہو گا۔۔دیکھا نہیں تھا تم نے ۔۔وہ اسے سب کے سامنے عزت سے اسکا ہاتھ پکڑ کر بڑے حق سے لے کر گیا ہے ۔۔ "سامعیہ نے میز پہ بالترتیب گلاس رکھے اور اسکے پاس آکر بولی ۔

ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر شماز کے اندر اور اگ لگ گئی ۔ اسکا جی چاہا کہ وہ ابھی اپنی ماں کو صاف صاف بتائے کہ اسکی حقیقت آخر ہے کیا؟ سامعیہ نے اسکا غصیلہ انداز دیکھا تو اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"بھابھی ۔۔ تبھی تو اسکے سر پہ چادر اپنے ہاتھوں سے اوڑھائی تھی ۔۔ کاش ! میں اسے ایک دفعہ ۔۔ایک دفعہ تو اماں بی سے بات کر لینے دیتی ۔۔کاش۔ ۔کتنی دفعہ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے اماں بی سے بات کرنی ہے ۔۔اپنے ابا سے بات کرنی ہے لیکن میں نے اسکی ایک نہ سنی ۔ "وہ بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ "

مجھے لگا کہ جنت والا قصہ دوبارہ دہرایا نہ جائے ۔مگر۔میری مہر کے ساتھ وہی سب ہو گا ۔۔ایسا نہیں سوچا تھا میں نے ۔اسکے اپنے لوگوں نے ہی اسکا یقین نہیں کیا۔۔"

اسکی حالت دیکھ کر شماز ان سے ندامت کے مارے نظریں چراتا رہ گیا۔

"کیا رونا لگا رکھا ہے گھر میں؟ مری نہیں ہے تمہاری بیٹی ۔۔جہاں بھی گئی ہے وہ سب اسکا پنا انتخاب ہے۔۔ "نعیم صاحب ڈائننگ ٹیبل پہ آکر بیٹھے ۔ باری باری گھر کے تمام افراد بھی وہاں آموجود ہوئے ۔

"چچا جان۔۔پلیز۔۔۔ "شماز اپنی جگہ سے اٹھا اور انکے سامنے موجود کرسی پہ آموجود ہوا۔ علینہ نے میز پہ سلاد کی پلیٹ رکھی اور اسے آنکھوں کے اشارے سے چپ رہنے کا کہا۔

"آپ اس قدر سنگ دل ہوسکتے ہیں کیونکہ آپ باپ ہیں ۔۔مگر میں کیا کروں؟ میں ماں ہوں اسکی۔۔آپ کی ہر بات مان تو لی ہے اس نے اب۔۔ کیا اب اسکی خبر تک نہیں لیں گے آپ ؟ " وہ اٹھی اور بے ضبط روتے ہوئے بولی ۔

اسکا حال دیکھ کر سبھی دل بھر آئے تھے ۔

شماز نے اپنے باپ کو خوب گھور کر دیکھا ،جو اسکی نگاہوں کو خوب سمجھتے ہوئے اس سے نظریں چرا رہے تھے ۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے یہ ۔۔کم از کم ۔۔دونوں ہیں کہاں ؟یہ تو ہمیں جاننے کا پورا پورا حق ہے ۔۔حالات کیسے جا رہے ہیں اگر انہیں کچھ ہوگیا تو۔۔ "وہ اپنی ہی کہی بات سے خوفزدہ ہو کر رہ گئی تھی ۔

"میری طرف سے وہ مر گئی ہے ۔۔ اب مر بھی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے ؟ "انہوں نے بے نیازی سے ڈونگے کا ڈھکن ہٹایا اور سالن پلیٹ میں نکالا۔

"نعیم۔۔ اللہ نہ کرے ۔۔ایسا نہیں کہتے ۔۔ "آخر ندیم صاحب بول ہی پڑے ۔

"کیوں ابا۔۔ایسا کیوں نہ کہیں چچا جان۔۔ "شماز نے ذرا سخت لہجے سے سوال کیا تو وہ روٹی کا نوالہ توڑتے توڑتے رہ گئے ۔اسکے سوال پہ سبھی نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا ۔

کھانے کی میز پہ تقریباََ گھر کے سبھی افراد ہاتھ روک کر بیٹھ گئے تھے ۔ زیتون ہاؤس میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کھانے کی میز پہ جنگ کا سا سماں تھا۔

****

رات ایک بجے اسکی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو وارڈروم کے بستر پہ پایا۔ اس نے اردگرد نظریں گھمائیں تو اسے اپنے پاس کھڑی ایک نرس نظر آئی جو اسکی ڈرپ میں انجیکشن لگا رہی تھی ۔

"میں زندہ ہوں؟ "اس نے ذرا آہستگی سے خود سے سوال کیا۔ اور اپنی آنکھیں قدرے مزید کھولتے ہوئے اس نرس کو خوب غور سے دیکھا جس کا چہرہ چاند جیسا شفاف اور دودھ جیسا سفید تھا۔

"مطلب۔۔حساب کتاب ہونے کو ہے ۔۔ "اس کے دل نے اس سے کہا۔

جوں ہی نرس نے اسکی طرف دیکھا تو اسکی طرف دیکھ کر مسکرائی ۔

"ہاؤ آر یو فیلینگ ناؤ؟ "اسکی طرف سے انگریزی میں سوال سن کر اسے اپنے دل کی بات پہ ہنسی آئی ۔

"کیا ہوا؟ آپ مسکراکیوں رہی ہیں؟ "نرس نے اپنے حلیے کی طرف نگاہ ڈالی اور اس سے بولی ۔

"مجھے تو مرنا تھا۔۔آپ نے کیوں بچایا مجھے ؟ "اس نے اٹھنے کی اپنی سی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکی

۔

نرس فوراََ سے آگے بڑھی ۔" پلیز۔۔۔ لیٹ جایئے۔۔آپکی حالت ابھی بہتر نہیں۔۔ "اس نے اسکو کندھوں سے پکڑ کر سنبھالا اور دوبارہ بیڈ پہ لٹا دیا۔

اس نے کرسی آگے کی طرف کھسکائی اور اسکے پاس آبیٹھی ۔

"مجھے بتائیں گی؟ آپ نے فینائل کی گولیاں اتنی زیادہ مقدار میں کیوں کھائیں؟ کیا آپ کو ذرا سا بھی خود پہ رحم نہیں آیا؟ "

"رحم؟ رحم کیا ہوتا ہے ؟ " وہ زیرِلب بولی ۔ اسکی آنکھیں پتھر کی مانند اوپر چھت کی طرف جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پہ زخمی مسکراہٹ۔

"لگتا ہے بہت دکھ دیئے ہیں اس زندگی نے آپکو؟ "

اسکی بات پہ اس نے چھت پر سے نظریں ہٹائیں اور اسکی طرف دیکھا۔

"وہ کہاں ہے ؟ "اسکے سوال کا مطلب وہ سمجھ چکی تھی ۔

"وہ یہیں ہے باہر۔۔لیکن جب تک آپ مجھے سچ نہ بتا دیں ۔۔میں انہیں آپکے ہوش میں آنے کی خبر نہیں دے سکتی ۔۔کیونکہ آپ کے بچگانہ بیان پہ پولیس تو یقین کر سکتی ہے مگر میں نہیں۔۔ "وہ معنی خیز انداز میں بولی ۔

"کیا مطلب؟ "اس نے آنکھیں سکیڑ کر اس سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ ۔۔ یہ فینائل کی گولیوں کا پاؤڈر کوئی عام پاؤڈر تو ہے نہیں ۔۔اسکی سمیل سے ہی سانس بند ہوجاتی ہے ۔۔لیکن آپ نے تو اسے کافی مقدار میں کھا یا تھا۔۔ مرنے کا ہی ارادہ تھا نا آپکا؟ یا اس انسان نے، جو آپکے شوہر ہونے کا دعوٰی کر رہا ہے ۔۔کہیں اس نے ۔۔ "اس نے ادھوری بات کرتے ہوئے اسے نظروں کے اشارے سے اپنا صاف مطلب سمجھایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے سسٹر۔۔ اسے بلا دیں۔۔۔پلیز۔۔ "اس کی ادھوری بات وہ سمجھ چکی تھی، تبھی وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"سسٹر کہتی ہیں تو سسٹر مان بھی لیں۔۔ہم عورتیں آخر کب تک اپنے شوہر کے ڈھائے ہوئے ظلم کو سہیں گی؟ اس انسان کو تو سزا ملنی چاہیئے جس نے آپکا یہ حال۔۔"

"خدا کے لیئے ۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے ۔۔کچھ نہیں کیا اس نے ۔۔ "وہ تڑپ کر بولی۔

اسکی حالت کے پیشِ نظر نرس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

شاہ ویز نے وارڈ میں قدم رکھا تو اسکی خراب حالت دیکھ کر بھاگا بھاگا اسکے پاس آیا جہاں وہ نرس سے منت سماجت کررہی تھی۔

"پلیز اسے بلا دیجیئے۔۔ پلیز سسٹر۔۔ "وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی۔" اس نے کچھ نہیں کیا۔۔ "

"مہر۔۔۔ "اسکے منہ سے بے اختیار اسکا نام نکلا تھا۔" تم ٹھیک ہو؟ "اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔تم کہاں تھے؟ مجھے اکیلا کیسے چھوڑ کر جاسکتے ہو تم؟ " وہ اس پہ چیخی۔

"میں یہیں ہوں۔۔یہیں ہوں مہر۔۔ "اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسکے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"لگتا ہے یہ سب میرا وہم ہی ہو گا۔۔لیکن ۔۔ "نرس نے خود کلامی کی اور ان دونوں کے پاس سے ہٹ گئی ۔

"شاہ ویز۔۔ تمہیں کسی نے کچھ کہا تو نہیں۔۔ یہ نرس کہہ رہی تھی کہ ۔۔ "وہ بمشکل ہی بات کر پارہی تھی ۔

"اشش۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔۔کچھ بھی نہیں۔۔تم ٹھیک ہو نا؟ "وہ اسکے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے ذرا تصدیقی انداز میں بولا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا اور مزید بولی ۔

" میں تو صرف مرنا چاہتی تھی ۔۔تمہاری اور اپنی مشکل آسان کرنا چاہتی تھی ۔۔ "اسکی بات سن کر اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

"اتنی جلدی ہار مان گئی تم ؟ تم تو میری ٹکر کی بندی تھی نا۔۔ تو کیوں ؟ کیوں پھر ؟ "اس نے اسکی کہی بات اسے یاد دلائی تو وہ زخمی انداز میں مسکرا دی ۔

"ہار گئی ہوں میں۔۔ہار گئی ہوں شاہ ویز۔۔آخر کیوں بچایا تم نے مجھے ؟ کیوں؟ مر جاتی تو مجھے دفنا دیتے ۔۔ویسے بھی میرا ہے ہی کون جو تم سے سوال کرتا ؟ اتنا اچھا موقع تم نے گنوادیا۔۔آخر کیوں؟ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی ۔

"سنبھالو خود کو۔۔خدا کے لیئے ۔۔ سنبھالو خود کو۔۔ "وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ماتھے کے ساتھ لگاتے ہوئے بولا ۔

****

اگلی صبح اس نے تیاری پکڑی اور اٹلی کے لیئے روانہ ہوئی ۔ مسٹر اینڈ مسز ہارون نے اسے ائیر پورٹ پہ ڈراپ کیا اور وہاں سے واپس ہولیئے ۔ بھلے ہی وہ یہاں اماں بی کے لیئے آئی تھی لیکن ان سے جدا ہونے کا دکھ اسے اندر ہی اندر گھائل کیے جارہا تھا۔لیکن اسے اس بات کا سکون تھا کہ وہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے ان سے مل چکی ہے ۔
سجیل نے اسے جو کچھ کہا تھا وہ بھلے ہی بکواس تھا ،لیکن اسے خوشی تھی کہ اسکے دل سے اسکی کھوکھلی محبت اور اس سے وابستہ جھوٹی امید ختم ہو چکی ہے ۔ ایسا ہی شاید لکھا تھا !اسکا پاکستا ن دوبارہ آنا ،اسے جہانگیر کا ہمیشہ کے لیئے کر گیا تھا ۔
ہاتھ میں ٹکٹ لیئے وہ مسلسل ائیر پورٹ پہ موجود بڑی گھڑی کو برابر دیکھے جارہی تھی۔" کاش یہ گھنٹے کی سوئی ، منٹ کی سوئی کی طرح چلے ۔۔اور میں آپکے پاس آموجود ہوں۔۔ "اس نے دل میں خود سے سرگوشی کی اور زیرِ لب مسکرادی ۔" شاید یہی محبت ہے ۔۔بلکہ یہی دعا ہے ،جو آپ نے میرے لیئے مانگی تھی ۔ کہ اب آپ کے پاس آنے کے لیئے ایک لمحہ بھی انتظار نہیں کرنے ہورہا۔۔ "

اسکا دل اسکے اپنے قابو میں ہی نہیں تھا۔ اور ہوتا بھی کیسے ؟ اس سے اتنے دن دور رہنے کے بعد اس سے ملنے جارہی تھی ۔اس خوشی کا تو کوئی نعم البدل ہی نہیں تھا۔

دوسری طرف اسکا حال بھی ایسا ہی تھا۔ اس نے گھر کو پوری طرح سے خود صاف کیا اور اسکے لیئے کھانا بنایا۔ اب اسے انتظار تھا تو دن کے دو بجے کا۔۔جب وہ اٹلی کے ائیر پورٹ پہ موجود ہوگی ۔

"رادھا دیدی۔۔یہ پوڑیاں بنا دیجیئے پلیز۔۔۔ "وہ انکے گھر کے پورچ میں کھڑا بولا۔

اس نے اپنے ہاتھ میں موجود گوندھے ہوئے آٹے کا برتن ان کے ہاتھ میں تھمایا۔

"اندر تو آؤ۔۔ "وہ پورچ تک آئیں۔

"نہیں ۔۔بہت بزی ہوں ۔۔ جنت آرہی ہے نا آج۔۔۔ "اس نے اتنا کہا اور وہاں سے جانے لگا۔

"واؤ۔۔۔ بہت بڑھیا۔۔۔ رات کو ٹائم سے آجانا۔۔ "اس نے اسے یاد دہانی کروائی ۔

"جی ۔۔جی ۔۔آجاؤں گا۔۔۔اور یہ وعدے کے مطابق پوڑیوں کا آٹا بھی لے آیا۔۔ "وہ جاتا جاتا رکا۔

"نیہا سے وعدہ تو تم نے اپنے ہاتھ کی پوڑیاں کھلانے کا کیا تھا ؟ "انھوں نے آئی برو اچکا کر سوال کیا۔

"ہاں۔۔کیا تو تھا۔۔لیکن بہت لیٹ ہو جاؤں گا۔۔آپ کر دیجیئے گا نا۔۔ اسکے کالج سے آنے سے پہلے ۔۔ اسے کیا پتہ چلے گا میں نے بنائیں یا آپ نے ؟ "اس نے اپنی مجبوری بیان کرتے ہوئے انہیں مشورہ بھی دیا تو وہ ہنس پڑیں۔

"او۔کے ۔۔ٹھیک ہے ۔۔لیکن رات کو ٹائم سے آجانا۔۔اور گفٹ بھی لے آنا اس کے لیئے ۔۔"

"جی ۔۔جی ۔۔یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے ۔۔ "وہ وہاں سے جانے لگا تو انہوں نے اسے پیچھے سے آواز دی ۔

"افطار کے لیئے کیا بناؤں اسکے لیئے ؟ "

"کچھ بھی بنا دیجیئے ۔۔ نخرے نہیں کرتی میری مسز۔۔۔ "وہ کھکھلا کر ہنسا تو وہ بھی ہنس دیں۔

****

صبح سویرے ہی اسے ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ مجبوراََ اسے اسکو محسن کے گھر ہی لانا پڑا، جہاں وہ آنا نہیں چاہتی تھی ۔

"بھابھی ۔۔فیل اِٹ یور اون ہوم۔۔ "اس نے اسکی سائیڈ ٹیبل پہ پانی کا جگ رکھا اور سامنے موجود کرسی پہ آبیٹھا۔

اس نے غصیلے لہجے میں شاہ ویز کے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی جو اسکے پاس بیٹھا ،ہاتھ میں چھری لیئے سیب کاٹ رہا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اسے محسن کے بھابھی کہنے سے مسئلہ ہے ۔

"کیا ہوا؟ کچھ غلط بول دیا میں نے ؟ "محسن نے حیرانگی سے پوچھا۔

اسی اثناء میں نمی ہاتھ میں سوپ لیئے کمرے میں آئی ۔" آپ اب کیسا فیل کر رہی ہیں بھابھی ؟ "اس نے ذرا محبت سے دریافت کیا۔

اب کے شاہ ویز نے اسکی طرف دیکھا اور التجائیہ انداز میں ری ایکٹ نہ کرنے کے لیئے کہا۔

"یہ لیجیئے سوپ۔۔ اور کچھ بھی چاہیئے ہو تو بلاجھجک بتا دیجیئے گا۔۔ "اس نے اسکے پاس میز پہ پانی کے جگ کے برابر میں سوپ کا پیالہ رکھا اور محسن کو وہاں سے اپنے ساتھ باہر آنے کے لیئے کہا۔

"شاز۔۔ان کا خیال رکھنا۔۔ "اس نے معنی خیز انداز میں اتنا کہا اور نمی کے ساتھ باہر آگیا۔

ان دونوں کے وہاں سے جاتے ہی اس نے سیب کا ایک ٹکڑا اسکے سامنے کیا۔

"نہیں کھانا مجھے ۔۔ "وہ اپنا منہ دوسری طرف کرتے ہوئے بولی ۔

"اچھا ٹھیک ہے ۔۔۔سوپ پی لو۔۔۔ "اس نے سیب کی پلیٹ ایک سائیڈ پہ کی اور سوپ کا پیالہ اٹھایا۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا پینا۔۔۔ "اس نے صاف لہجے میں انکار کیا۔

"مگر کیوں؟ رزق سے کس بات کا جھگڑا؟ "اس نے تفہیمی انداز میں کہا۔

"تم سے تو ہے نا؟ " وہ ذو معنی انداز میں ،ذرا جل کر بولی ۔

"ہاں !یہ کیسے بھول سکتا ہوں میں۔۔ "وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا تو اس نے خوب غور سے اسکے چہرے پہ نگاہ ڈالی ۔

"میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔ تنگ آگئی ہوں میں ان دونوں کے منہ سے بھابھی ۔۔بھابھی کی تکرار سن کر ۔۔ "وہ غصہ سے تلملائی ۔

"اچھا ٹھیک ہے ۔۔ٹھیک ہے ۔۔ صبح ہوتے ہی یہاں سے کہیں اور لے چلوں گا تمہیں۔۔لیکن ابھی تو۔۔ "اسکی حالت کے پیشِ نظر اس نے ذرا نرم لہجے میں کہا۔

"ہاں۔۔جب لے چلو گے ۔۔تب کھانا بھی کھا لوں گی ۔۔ "اس نے ہٹ دھرمی سے کہا اور رخ پلٹ کر لیٹ گئی ۔

"مہر۔۔کیا بچپنا ہے یہ؟" اس نے اپنا غصہ کافی حد تک ضبط کیا ۔

وہ بیڈ پر سے اٹھا اور اسکے سامنے آموجود ہوا۔

"کیا اب میں سکون سے سو بھی نہیں سکتی ؟؟ "وہ غصہ سے اٹھی ۔کمبل ایک سائیڈ پہ پھینکا اور بیڈ پر سے نیچے اتری ۔

"تو تمہاری عادت ویسی کی ویسی ہی ہے۔۔ "وہ اسکے ردِ عمل پہ حیران تھا۔ " ابھی کل تو تمہیں میرا خیال ۔۔"

اس نے اسکی بات کاٹی ۔ " ہاں۔۔لیکن کیا تمہیں میرا خیال ہے ؟ بولو؟ تم اچھے سے جانتے بھی ہو کہ مجھے تمہارے اِس دوست کے گھر میں رہنے میں مسئلہ ہے پھر بھی ۔۔پھر بھی۔۔ تم مجھے یہاں لے آئے ؟ جب مجھے کہیں رکھ نہیں سکتے تھے تو کیوں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وہاں سے لائے ؟ "وہ ذرا نیچی آواز میں دھاڑی تھی ۔

"تم میری پوزیشن کو تو سمجھو۔۔اتنی جلدی کیسے میں؟ کیسے میں سب مینیج کر سکتا ہوں؟ "وہ سر پکڑ کر رہ گیا۔

"دس از یور پرابلم ۔۔ناٹ مائن۔۔ اور ہاں۔۔ صبح ہوتے ہی مجھے یہاں سے کہیں اور لے چلو تو تمہارے لیئے بہتر ہو گا ورنہ۔۔ "اس نے اشارۃََ دھمکی دی تو اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

"ورنہ ؟ ورنہ کیا؟؟؟ "وہ اسکے قریب آیا اور اسکے بازو کو جنجھوڑ کر بولا۔"بولو؟ورنہ کیا؟؟"

"ورنہ تم اچھے سے جانتے ہو۔جو ایک بار خودکشی کر سکتا ہے، وہ دوبارہ بھی کر سکتا ہے ۔۔اور اس دفعہ تو میں مر کر ہی دَم لوں گی ۔۔ "اس نے اسکی غصیلی نگاہوں میں دیکھ کر کہا جو غصہ سے سرخ ہوچکی تھیں۔

اس نے ایک ہی جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا۔

"ہاں۔۔مر جاؤ۔۔بلکہ تم مجھے ہی مار دو۔۔ مار دو مجھے تم ۔۔۔ شاید تمہیں اس طرح سے سکون آجائے ۔۔ "وہ جنجھلایا۔

دونوں کی بحث و تکرار کی آواز ان دونوں تک صاف جا رہی تھی۔ جو لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے ۔

"نمی تم بات کیوں نہیں کرتی ہو اس کی بیوی سے ؟ سمجھاؤ اسے ؟ اس بیچارے کے پاس خود کے لیئے کوئی پناہ گاہ نہیں تو اسے کہاں رکھے گا؟ "

"میں کیسے سمجھاؤں؟ مجھ سے تو ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کرتی یہ لڑکی ۔۔ "وہ برا سامنہ بنا کر بولی ۔

دوسری طرف وہ اسکی حالت دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے ساکت ہو کر رہ گئی تھی ۔اسکی اونچی آواز سے وہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"میری بات کان کھول کر سن لو تم۔۔۔تم نے اب کے بعد ایسا کچھ بھی کرنے کا سوچا بھی تو جان لے لوں گا تمہاری ۔۔ سمجھی تم ۔۔ "وہ یکدم اسکے قریب آیا اور اسکا بازو پوری قوت سے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔

"چھوڑو مجھے ۔۔۔ "اس نے اپنا بازو اس سے چھڑوانے کی کوشش کی مگر بے سود ۔

"تمہاری جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔۔تاکہ تم بچ ہی نہ سکو۔۔۔ مر جاؤ۔۔۔ کم از کم کسی کو تو سکون آجائے گا۔۔ "اسکی بات سن کر اسکی آنکھیں خوف سے پھیل سی گئیں اور آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"شاہ ویز۔۔۔ چھوڑو مجھے ۔۔۔ " وہ سسک کر بولی تو اس نے ایک جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا۔
"نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ ۔۔ نہ یہاں ۔۔نہ کہیں اور۔۔ تمہیں ذرا برابر بھی میرا احساس نہیں۔۔ " وہ اپنا بازو دباتے ہوئے بولی ،جو کچھ دیر پہلے اسکی گرفت میں تھا۔" تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے آخر ؟ چھوڑ دو مجھے ۔۔۔ "
وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولی ۔
اسکی باتیں اب اسکے لیئے ناقابلِ برداشت ہوچکی تھیں۔ ایک اور منٹ بھی وہ اسکے پاس کھڑا رہتا تو عین ممکن تھا کہ وہ پاگل ہوجاتا۔
وہ کمرے سے باہر آیا تو محسن اور نمی دونوں پریشانی سے کھڑے ہوئے ۔
"شاز۔۔اکیلے کیوں چھوڑ آئے ہو اسے ؟ کہیں پھر سے وہ۔۔۔ "محسن نے اپنا گمان پیش کیا۔
اس نے نمی کو اشارۃََ اندر کمرے میں اسکے پاس جانے کے لیئے کہا۔
"مر جائے ۔۔ نہیں فرق پڑتا مجھے ۔۔۔ مجھے اسے بچانا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔سچ میں زحمت ہی ہے یہ میرے لیئے۔۔ "وہ تھک ہار کر صوفے پہ ڈھیر ہوا۔
اسکا کہا گیا ایک ایک لفظ اندر موجود مہر سن رہی تھی ۔وہ اپنا سر پکڑے بیڈ پہ بیٹھ گئی اور زاروقطار رونے لگی ۔
"امی ۔۔۔آپ تو میرے لیئے دعا کرتی ہوں گی نا۔۔ تو دعا کیجئے میں مر جاؤں۔۔"

"مائیں تو زندگی دیتی ہیں مہر بھابھی۔۔تو بھلا موت کی دعا کیسے دے سکتی ہیں ؟ "وہ اسکے قریب آکر بیٹھی ۔

"مت کہیئے مجھے بھابھی ۔۔۔ کچھ نہیں لگتا وہ میرا۔۔ "وہ زچ ہو کر بولی تو نمی چاہ کر بھی کچھ بول نہ پائی ۔ کیونکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے کس چیز سے مسئلہ ہے؟

اس نے اسے بغور دیکھا مگر پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولی ۔

"جانتی ہو آج پہلا روزہ تھا۔ صرف ایک کھجور سے افطار کیا ہے اس نے ۔۔ تمہارے منہ سے ایک نوالہ اترے گا تو اسکے پیٹ میں کچھ جائے گا۔۔ "

اسکی بات سن کر وہ ایک لمحے کے لیئے ساکت رہ گئی مگر پھر خود کو ضبط کرتے ہوئے سوالیہ بولی ۔

"یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟"

"اس لیئے کہ تم اسکی بیوی ہو۔۔ بھلے ہی تمہیں اس سے چڑ ہو مگر اسے شاید تم سے ۔۔۔ "اسکی ادھوری بات ایک الگ معنی بیان کر رہی تھی ۔

وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ اس سے کیا کہنا چاہتی ہے ۔ اسکی ادھوری بات پہ وہ بے ضبط اور بے اختیار ہنسی ۔

"اب یہ نہ کہہ دیجیئے گا کہ اسے مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔۔ کبھی سنا ہے دشمنوں میں محبت ؟؟ "وہ سوالیہ بولی مگر طنز صاف واضح تھا۔

"تم سے بحث میں شاید میں جیت نہ سکوں۔۔ لیکن ایک بات کہوں گی ۔۔ وہ ہار گیا ہے تم سے ۔۔اور یہ ہار تمہارے لیئے افسوس ناک ہو گی ۔۔جانتی ہو کیوں؟

عورت اپنے شوہر کو کبھی ہارنے نہیں دیتی مگر وہ تو تم سے ہی ہار گیا ہے ؟ "اس نے اتنا کہا اور اسکے پاس سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نمی بھابھی۔۔ "ابھی وہ دروازے کے پاس ہی پہنچی تھی کہ اس نے عجلت میں اسے پکارا۔

اس نے مڑ کر اسے پیچھے دیکھا اور سوالیہ نگاہوں سے استفسار کیا۔

"مجھے جیت نہیں چاہیئے ۔۔اپنے گھر والوں کے سامنے اپنے کردار کی پاکیزگی کی گواہی چاہیئے ۔۔ابھی آپ نے کہا نا ؟کہ اسے شاید۔۔۔ "وہ بات کرتے کرتے رکی اور اٹھ کر اسکے پاس آئی۔

"تو اسے کہیئے جیسے ہی میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں لایا ہے ۔۔ویسے ہی مجھے وہاں لے جائے ۔۔سب کے سامنے اپنا گناہ قبول کرے۔۔ پھر سب کے سامنے اسکا ہاتھ نہ تھاموں تو کہنا۔۔ محبت کرنے والے آپکو بے آبرو ہونے نہیں دیتے۔۔ بیوی ہوں نا میں اسکی ؟ تو کیسا شوہر ہے وہ ؟ اپنی ہی بیوی کے کردار کی ضمانت نہیں دے سکتا؟؟ "

اسکا کہا ایک ایک لفظ وہ باہر کھڑا سن رہا تھا۔ اس نے چاہا کہ وہ ابھی اندر جائے اور اسکا ہاتھ تھام کر سب کے سامنے لے جائے ۔۔لیکن شماز کے دھمکی آمیز میسجز سے خوف کے مارے اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

اسکے بڑھتے قدم خراماں پیچھے کی جانب جانے لگے ۔اور آنکھوں سے آنسو رواں ہونے لگے

۔

****

اس نے اسے ائیر پورٹ پہ دیکھا تو دیوانہ وار بھاگتے ہوئے اسکے سینے سے لپٹ گئی ۔ جہانگیر نے اسکی حالت دیکھی تو خوشی کے مارے اسکی باچھیں کھل اٹھیں۔

"اتنی اداسی ؟؟ "اس نے رومانٹک انداز سے پوچھا۔

اس نے مضبوطی سے اسے اپنے بازؤں کے حصار میں لیا ہوا تھا۔

نواز صاحب دونوں کو دور سے دیکھ کر رشکیہ انداز میں مسکرائے ۔" میری پیاری بیٹی ۔۔ بابا کی جان۔۔ "انہوں نے زیرِ لب خود سے کہا اور آنکھیں بھر آئے ۔

"جی ۔۔بہت اداس ہوں آپ سے ۔۔ "وہ بچوں کی طرح بولی تو اسے اسکے انداز پہ پیار سا آگیا۔

نواز صاحب دھیرے دھیرے قدم بڑھاتے ہوئے ،جذبات کی رو میں بہہ کر دونوں کی جانب آرہے تھے ۔ انہیں اپنی جانب آتا دیکھ کر اس نے اسے خود سے الگ کیا اور انکی جانب متوجہ ہوا۔

"نواز انکل ! آپ ؟ یہاں؟؟ "

اسکا نام سنتے ہی جنت نے پلٹ کر اسے دیکھا۔" اسلامُ علیکم ۔۔ "اس نے نہایت ادب سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام ۔۔کیسی ہو بیٹی؟ "

"جی الحمدللہ۔۔ "اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"زلیخا اور دانش آئے ہیں آج ہی ترکی کی فلائٹ سے ۔۔انہیں لینے آیا تھا۔۔ آپ دونوں پہ نظر پڑی تو ملنے چلا آیا۔۔ "انہوں نے خود ہی ساری بات تفصیلاً بیان کی ۔

"کہاں ہیں دونوں؟؟ "جہانگیر نے اردگرد نگاہ دوڑائی ۔

"سامان رکھوا رہے ہیں گاڑی میں۔آؤ نا تم لوگ۔۔۔ "انہوں نے دونوں کو پیشکش کی۔

جنت کو انکا اپنی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھنا ذرا عجیب لگا۔ اس نے انکی نگاہوں کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن سمجھ نہ سکی۔ نواز صاحب کا بس چلتا تو بے پناہ محبت سے اسکا ماتھا چومتے اور اسے سینے سے لگا لیتے۔لیکن انہیں کوئی نہ کوئی چیز اندر ہی اندر اسے خود سے مانوس کرنے سے روک رہی تھی ۔

"ان شاء اللہ ! گھر آئیں گے ہم۔۔ابھی اجازت دیجیئے۔۔۔ جانتے ہیں نا آج رکشا بندھن ہے ۔۔ نیہا انتظار کررہی ہوگی ۔۔ "اس نے اپنی مجبوری بیان کی تو انہوں نے مسکراکر دونوں کو وِداع کیا۔

"تمہاری بہن انتظار میں ہے ۔۔اپنی بھابھی کو دیکھنے کے لیئے ۔۔ ضرور آنا گھر۔۔ "وہ جنت کی طرف دیکھ کر بولے تھے ۔

"جی ۔۔جی ۔۔ضرور۔۔۔ " اس نے ہامی بھری اور وہاں سے اپنے گھر کی راہ لی ۔

****

اسکی طبعیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نمی نے اسے سحری کے لیئے جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ بعد نماز عصر جوں ہی اسکی آنکھ کھلی تو اپنے اوپر کھڑکی سے پڑنے والی روشنی کو محسوس کرتے ہوئے وہ چونک اٹھی ۔ وہ فوراََ اٹھی ۔

"اتنی دیر میں سوئی رہی ؟؟ "اس نے خود کلامی کی ۔

جوں ہی اس نے پردے ہٹائے ،ڈھلتے سورج کی شعاعیں اسکی آنکھوں میں پڑنے لگیں۔

"آجاؤں؟؟ "نمی نے دروازے پہ دستک دی اور ہاتھ میں ٹرے لیئے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی ۔

"آپکا اپنا گھر ہے ؟ اجازت کیوں مانگ رہی ہیں؟؟ "اس نے پردہ آگے کیا اور پلٹ کر اسے دیکھ کر بولی ۔

"فی الحال تو اس کمرے میں تم ہو نا۔۔ "وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی ۔" کیسی ہو تم ؟ "اس کے سوال پہ وہ طنزیہ مسکرائی ۔

"بناء روزے کے کیسی ہو سکتی ہوں؟ " اس نے چائے کا کپ میز پہ رکھا اور اسکی طرف دیکھ کر بولی ۔ " بیمار کے لیئے تو چھوٹ ہے نا۔۔ بعد میں قضا پوری کر لینا۔۔ "

اسکی بات سن کر وہ آسودگی سے مسکرائی ۔

"نمی بھابھی۔۔ حرام کام کیا ہے میں نے ۔۔شاید اسی لیئے حلال کی توفیق چھین لی گئی ہے مجھ سے ۔۔ "اسکی آواز بھرِائی ۔

"نہیں ۔۔ایسا نہیں کہتے ۔مہر۔۔ تمہیں زندگی کا دوبارہ ملنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ رب تم سے حرام موت نہیں بلکہ تم سے وابستہ کسی کی زندگی کے لیئے آسانی چاہتا ہے ۔۔"

اس کی بات سن کر اس نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھااور سمجھنا چاہا کہ آخر وہ کہنا کیا چاہتی ہے؟

"اچھا تم زیادہ سوچو نہیں۔۔ کچھ کھا لو۔۔پھر دوا کھا لینا۔۔ میں افطار کے لیئے پکوڑے بنا لوں بس۔۔ "اس نے بات کو بدلا اور وہاں سے جانے کی کی ۔

دروازے تک پہنچتے ہی وہ واپس پلٹی ۔" افطار تو ساتھ کرو گی نا؟؟ "اس نے نیم انداز میں مسکرا کر سوال کیا۔

"ایک شرط پہ ۔۔۔ "وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی ۔

اس نے اشارۃََ کندھے اچکا کر شرط جاننے کی کوشش کی ۔

"مجھے صبح سحری کے لیئے ضرور جگایئے گا۔۔پلیز۔۔ مجھے ذرا اچھا نہیں لگ رہا۔۔بناء روزے کے ۔۔ "وہ سخت برے لہجے سے بولی تو وہ ہولے سے انداز سے مسکرائی۔

"وہ جگائے گا نا تمہیں۔۔ "اس نے ذومعنی الفاظ میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد اس نے چائے کے کپ کو ہاتھ میں پکڑا اور پلیٹ میں رکھے گئے کیک رس پہ نگاہ ڈالی۔ اس نے کیک رس اٹھایا اور چائے میں ڈِپ کیا۔ جوں ہی اس نے چائے میں بھیگا کیک رَس منہ میں ڈالا کہ اسکی آنکھوں سے آنسو زاروقطار بہنے لگے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے چائے کے کپ کو سائیڈ پہ رکھا اور اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کرنے لگی۔ مگر آنسو تھے کہ گویا سیلاب، کسی صورت رک ہی نہیں رہے تھے۔

اس نے کھڑکی میں سے اسے دیکھا،جو سسکیاں بھرتے ہوئے اپنی آنکھوں کے کناروں کو صاف کررہی تھی تو اسکا دل بھر کر رہ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ کیوں دلبرداشتہ ہوکر رورہی ہے۔

"جانتا ہوں۔۔روزہ نہ رکھنے کی تکلیف میں ہو تم۔۔۔لیکن تمہاری طبعیت ایسی نہیں تھی کہ تم روزہ رکھ سکتی۔۔ "اس نے اپنے دل میں کہا،گویا اس سے بات کررہا ہو۔

"اس زندگی کی کیا وقعت ؟ جس میں آپ سے توفیق ہی چھین لی جائے ؟ توفیق کا ملنا تو بہت بڑی نعمت ہوتا ہے نا۔ اللہ جی ! مجھے معاف کر دیجیئے۔۔۔پلیز۔۔۔مجھ پہ اپنا در بند نہ کیجیئے گا۔۔۔پلیز۔۔ "وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑے پھوٹ پھوٹ کر رورہی تھی۔

آخر اس سے رہنے نہ ہوا۔ تھوڑی سی دیر کیئے بنا ہی وہ کھڑکی کے پاس سے گزرتا ہوا ،کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے قدموں کی چاپ سن کر اس نے خود کو ضبط کیا اور اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

اس نے اسکی روتی سرخ اور سوجھی ہوئی آنکھوں کو دیکھا تو اپنے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔وہ جذبات کی رو میں بہہ کر آگے بڑھنے لگا۔۔دوسری طرف اسکا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔ اک وہی واحد اسکا اپنا تھا۔۔جسے بھلے ہی وہ دشمن مانتی تھی ۔۔لیکن اس تکلیف کی گھڑی میں وہ اسے اپنا اپنا سا لگ رہا تھا۔

صبح کا سویرا

وہ اسکے قریب آیا تواس نے اپنی آنکھوں سے بے اختیار بہنے والے آنسوؤں کو دوبارہ سے صاف کیا۔ اس نے اسے تسلی آمیز لہجے میں دیکھا اور اپنا ہاتھ اسکے سامنے کرتے ہوئے مسکرایا۔ اس کے انداز پہ اسکے ماتھے پہ بل واضح ہوئے ۔ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اسکے ہاتھ آگے کرنے کا کیا مقصد ہے ؟

"بے فکر رہو مہر۔۔مجھے اپنی حد یاد ہے ۔۔لیکن ۔۔ "وہ بات کرتے کرتے خاموش ہوگیا۔ اس لیکن کا کیا مطلب ہے ؟ وہ جواب مانگتی نظروں سے اسکے چہرے کو دیکھنے لگی ۔ اور وہ تھا کہ اپنا ہاتھ اسکے سامنے کیے اسکے ہاتھ بڑھانے کے انتظار میں تھا۔

"ہاتھ آگے نہیں بڑھاؤ گی کیا؟؟ "ابھی وہ اسکی پہلی بات کے مکمل ہونے کے انتظار میں تھی ۔اور اب اسکی طرف سے دوسرا سوال کیا گیا تھا۔

"تم چاہتے ہو کہ میں اور تم دوست بن جائیں ؟ " اس نے بھی سوال کیا جس پہ وہ خاموش رہا تو وہ خود ہی بولی۔

" تو ایسا نہیں ہوسکتا۔۔ "اس نے صاف اور واضح لفظوں میں کہا تو اس نے اپنا بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے کی طرف کھینچ لیا۔

"میں تو صرف تمہارے زخموں کی دوا بننا چاہتا ہوں۔۔ "اس نے نیم آواز میں کہا اور منہ پلٹ کر وہاں سے جانے لگا۔

"زخم دینے والے زخموں کی دوا نہیں بن سکتے۔۔۔ "اسکی آواز بھِرا سی گئی۔

اسکے طنز آمیز لفظوں پہ وہ جاتے جاتے رکا ۔اس نے منہ پلٹ کر اسے دیکھا اور اسکے قریب آیا۔ اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے چابی نکالی اور زبردستی اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسکے ہاتھ میں تھما دیں۔

"رات میں ریڈی رہنا۔۔ آج ہی ہمیں جانا ہوگا یہاں سے ۔۔ "اس نے چاہا کہ وہ اس سے کچھ کہے مگر اپنے ہاتھ میں چابی دیکھ کر وہ الجھ سی گئی ۔

"مجھے یہاں سے کہیں اور نہیں جانا۔۔ "اس نے تکرار کی تو وہ تلملا سا گیا۔ وہ جاتے جاتے رکا اور اسے پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"ابھی کل تک تو تم ۔۔ "

"میں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے یہاں سے جانا نہیں ہے ۔۔میں نے یہ کہا ہے کہ مجھے کہیں اور نہیں جانا۔۔ "اس نے اسکی بات کاٹی ۔

اس کی بات پہ اسکے ماتھے پہ بل واضح ہوئے ۔" پھر ؟؟ "

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چابی اسکے ہاتھ میں پکڑائی اور پھر بولی ۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے ۔۔ "

اسکی بات پہ وہ گڑ بڑا سا گیا ۔اس نے برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا اور زچ ہو کر رہ گیا۔

دوسری طرف وہ اسکا منہ دیکھے ،اپنی بات کے جواب کے انتظار میں تھی ۔ مغرب کی اذان کی آواز اسکے کان میں پڑی تو اس نے اسکا ہاتھ زبردستی پکڑا اور اسے باہر لاؤنج میں لے گیا۔ اسکی اس حرکت پہ اسکا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔

نمی اور محسن نے دعا کے بعد منہ پہ ہاتھ پھیرا۔ دونوں کو ایک ساتھ آتے دیکھ کر دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرادیئے۔دونوں کرسی پہ بیٹھے تو نمی نے کھجوروں کی پلیٹ آگے بڑھاتے ہوئے دونوں کے سامنے کی ۔

****

جوں ہی وہ انکے گھر میں داخل ہوئی تو رادھا دیدی اور نیہا کی طرف سے دونوں کو اچھے طریقے سے ویلکم کیا گیا تھا۔ اب کے دونوں لاؤنج میں داخل ہوئے ۔

"ویلکم ۔۔ بھیا ۔۔بھابھی ۔۔ "نیہا نے دونوں پہ پھولوں کی پتیاں پھینکیں تو جنت نے پیار بھرے انداز سے اسے دیکھا۔

ڈائننگ ٹیبل پہ طرح طرح کے پکوان نہایت سلیقے سے رکھے گئے تھے۔
رادھادیدی حسبِ معمول ہلکے پیلے رنگ کی ساڑھی میں ملبوس تھیں۔اور نیہا گلابی رنگ کے بناء آستین کے لباس میں تھی۔

"بیٹھو۔۔ روزہ افطار کرو۔۔ "رادھا دیدی نے ایک کے بعد دوسری کرسی ڈائننگ میز سے نکالی اور انہیں بیٹھنے کے لیئے کہا۔انہوں نے اپنی ساڑھی کا پلو سر پہ اوڑھا اور دونوں کے ساتھ بیٹھیں۔
دونوں نے دعا مانگی اور کھجور سے روزہ افطار کیا۔

"شکر ہے ۔۔افطار کر لیا آپ نے ۔۔ "ان سے کہیں زیادہ نیہا کو افطار کی جلدی تھی کیونکہ وہ رکشابندھن کے لیئے بے تاب ہو رہی تھی۔

وہ انکے سامنے والی کرسی پہ بیٹھی شوخ وچنچل انداز میں بولی ۔" چلیئے اب نماز پڑھ لیجیئے ۔۔۔اور آجایئے ۔۔ انتظار کررہی ہوں میں۔۔ "وہ انکے سامنے سے اٹھی اور بے تکلفی سے بولتے ہوئے رکشا بندھن کی سجائی ہوئی پلیٹ لینے اپنے کمرے میں چلی گئی ۔

"تمہارا منہ میٹھا نہ کروانا ہوتا تو یہ صبح سویرے ہی تمہیں راکھی باندھ دیتی ۔۔ "انہوں نے نہایت شفقت سے کہا اور کھانے کی چیزوں پر سے ڈھکن ہٹاتے ہوئے جنت سے بولی ۔

"چکھ کر بتانا بیٹی ۔۔کیسا بنا یہ سب۔۔ "انہوں نے سبھی پکوان پہ نگاہ ڈالتے ہوئے اس سے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جی ۔۔دیدی۔۔ " اس نے بریانی پلیٹ میں نکالی اور اسے چکھنے کے بعد اسکی تعریف کی ۔ جہانگیر کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اس نے بھی دل کھول کر تعریف کی ۔

"آپ کے ہاتھ میں تو جادو ہے جادو۔۔ جسٹ لوَ اِٹ۔۔۔ "وہ مزے سے بریانی کھاتے ہوئے بولا۔

"باقی بعد میں۔۔ "اس نے ٹشو سے اپنا منہ صاف کیا اور وہاں سے نماز کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا ۔ دیکھا دیکھی وہ بھی اٹھی اور نماز کے لیئے وضو کرے چلی گئی۔

اس نے رکشا بندھن کی تھالی کو بڑے پیار سے سجایا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر لاؤنج میں آئی ۔اور میز پہ رکھ کر اسکی نماز کے مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگی ۔وہ ماتھے پہ تلک لگائے ، گلابی رنگ کے سوٹ میں ملبوس بے حد اچھی لگ رہی تھی ۔کندھے پہ لٹکا نیلا دوپٹہ اسکے لباس کے ساتھ ساتھ اسکے چہرے کی رونق کو بھی بڑھا رہا تھا۔

"کچھ میٹھا بھی رکھا ہے اس میں ؟ "انہوں نے پلیٹ میں جھانکا۔ پلیٹ میں راکھی ،اور ایک دیا تھا جسے اب وہ ماچس کی تیلی جلائے روشن کر رہی تھی ۔

"میٹھا میں کیوں رکھوں گی بھلا؟ بھیا نے کہا تھا کہ وہ خود میرے لیئے حلوہ پوڑی بنائیں گے ۔۔سو۔۔ میٹھا تو وہی کافی ہو گا۔۔ "اس نے معصومانہ انداز میں کہا تو اسکے قریب آتے جہانگیر کو اسکی بات پہ ہنسی آگئی ۔

"دیدی ۔۔لے آیئے کچن سے پلیز۔۔۔ "اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور مسکرایا۔

"سیریسلی ؟؟ "اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا۔" آپ نے بنا لیں ؟ "اس کی آنکھوں میں حیرت دیکھ کر جنت نے اسکے انداز کو سمجھنا چاہا ۔

"ہاں تو اور۔۔ ڈونٹ انڈر ایسٹیمیٹ دا پاور آف کامن مین۔۔ "اس نے فخریہ انداز میں شانے ہلا کر جواب دیا۔

جوں ہی رادھا دیدی پوڑیوں کی پلیٹ لے کر آئیں اس نے رومال ہٹا کر انہیں ہٹا کر دیکھنا چاہا۔

"نا۔۔بابا۔۔نا۔۔۔ پہلے راکھی پھر پوڑیاں۔۔ "جہانگیر نے اسے روکا۔

"بھیا۔۔۔ کیا ہے ؟ دیکھنے تو دیجیئے۔۔آخر آپ سے سیدھی پوڑیاں بن گئیں؟؟ "اس نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے ۔ سیدھی بنانے سے سیدھی ہی بنیں گی نا۔۔ " اس نے پورے وثوق سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے پہلے سیدھی نہیں بناتے تھے ؟ "وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی ۔

اسکی بات کا مطلب اب جنت کو واضح ہو اتھا۔ دونوں میں اتنی اچھی باانڈنگ دیکھ کر اسے ان دونوں کے رشتے پہ رشک آرہا تھا۔

اس نے اسکے سامنے پلیٹ کو گھمانے ،ماتھے پہ تلک لگانے اور اسکی آرتی اتارنے کی بجائے ڈائریکٹ اسکے ہاتھ پہ راکھی باندھی۔ اب کے اس نے پوڑیوں پہ پڑا رومال ہٹایا اور اسکا نوالا توڑتے ہوئے حلوہ لگا کر اسکے منہ میں ڈالا۔

"واؤ۔۔ویری ڈیلیشیئز۔۔۔امیزنگ ۔۔ "اس نے اپنی ہی بنائی ہوئی چیز کی خوب تعریف کی ۔

نیہا نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"اپنے بنائے ہوئے کی تعریف کون کرتا ہے ؟ تعریف تو وہ ہوگی جو میں کروں گی ۔۔ "اسکی بات پہ سبھی کھکھلا کر ہنسے ۔ اس نے نوالہ توڑ کر اسکے منہ میں ڈالا۔

"ارے واہ ۔۔بڑھیا۔۔۔ مزہ آگیا۔لیکن اس پوڑی کا ٹیسٹ تو بالکل مما کے ہاتھ سے بنی پوڑیوں جیسا ہے۔۔ "اسکی بات پہ دونوں ہکا بکا رہ گئے ۔

"ہاں۔ نیہو۔۔وہ تو ہو گا ہی ۔۔انہی کی گائیڈ لائن کو فالو کیا ہے نا۔۔ "جہانگیر کھانستے ہوئے بولا۔

"ارے پانی بھی پلاؤ اسے۔۔۔تم کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔ "انھوں نے کہا تو اس نے سر پہ ہاتھ مارا ۔ اس سے پہلے وہ جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتی ،جنت نے فوراََ سے گلاس میں پانی ڈالا اور اسکے سامنے پیش کر دیا۔

اسکی اپنے لیئے پرواہ دیکھ کر وہ صدقے واری گیا۔ اس نے پانی کا ایک گھونٹ بھرا اور اسے دیکھنے میں محو ہو گیا۔ کالی چادر اوڑھے اسکا چہرہ خوب چمک رہا تھا۔

"اہم ۔۔۔اہم ۔۔۔اہم۔۔انہیں گھر جا کر فرصت سے دیکھ لیجیئے گا۔۔نکالیئے میرا گفٹ؟ "اس نے اپنا ہاتھ اسکے سامنے کیا تو وہ پلکیں جھپکاتے ہوئے مسکرادیا۔

"ہاں۔۔گفٹ ۔۔ " اس نے اپنی جینز کی جیب سے گفٹ نکال کر اسکے ہاتھ پہ رکھا۔

اپنے ہاتھ پہ سنہری ڈبیہ دیکھ کر وہ خوشی سے جھلملا سی گئی ۔ جوں ہی اس نے ڈبی کو کھولا تو خوشی کی ایک لہر اسکی آنکھوں میں چمکی ۔

"واؤ۔۔۔ ویری بیوٹی فُل۔۔ "اس پہ تو میرا نام بھی لکھا ہے ۔۔" نیہو۔۔ "واؤ۔۔آئی لو یو بھائی ۔۔ " اس نے بریسلیٹ اسے دیا۔جسے اس نے اسکی کلائی پہ باندھا۔

"بھابھی ۔۔اچھا لگ رہا ہے نا؟ "اس نے ہاتھ لہرا کر اسے دکھایا تو اس نے دل کھول کر تعریف کی ۔

"بے حد خوبصورت۔۔"

وہ تھوڑا پیچھے کو ہوئی اور میز پہ رکھے اپنے ہینڈ بیگ میں سے کچھ ڈھونڈنے لگی ۔ اس نے اس میں سے پیک کیا ہوا چھوٹا سا تحفہ نکالا اور اسکے قریب آئی ۔

"اور یہ میری طرف سے۔۔ "

دیدی نے پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آپکی طرف سے ؟ مگر میں نے آپکو تو راکھی نہیں باندھی ؟ "نیہا کے معصومانہ سوال پہ دونوں ہنس دیئے۔

"ہاں ۔۔لیکن میری پیاری ۔۔ تم نے مجھے بھابھی تو کہا ہے نا۔۔اچھا اب دیکھ کر بتاؤ کیسا ہے تحفہ ؟؟"

جو ں ہی اس نے پیک ہوئے گفٹ کو نکالا جو دیکھنے میں معمولی سا لگ رہا تھا مگر اسکے اندر بے حد خوبصورت نگینہ ہو گا اسے انداز ہ نہیں تھا۔

"واؤ۔۔ "اس نے گھڑی کو دیکھا اور خوشی سے جھلملا اٹھی ۔

"اور بھی گفٹ لائی ہوں۔۔پیکنگ کھولوں گی تو دوں گی ۔۔ "اس کی خوشی دیکھ کر اس نے اسے مزید بتایا۔

"میرے لیئے سب سے بڑا تحفہ تو آپ دونوں ہیں۔۔ایسے لگتا ہے جیسے جہانگیر بھائی میرے سگے بھیا ہوں۔۔ "وہ جہانگیر کے ساتھ آلگی تو اس نے پیار بھرا ہاتھ اسکے سر پہ رکھا۔

"تمہارا بھیا ہی ہوں پگلی ۔۔"

دیدی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے تھے ۔

"اچھا اب آپ ۔۔بس کریں۔۔مدھو بالا نہ بن جایا کریں ہر دفعہ۔۔ "اس نے انہیں ٹوکا تو وہ اسکے دیئے گئے کمپلیمنٹ پہ کھلکھلا کر ہنسی ۔

****

اسکا انتظار کرتے کرتے وہ کمرے میں ٹہل ٹہل کر کافی تھک چکی تھی ۔ اسے اب تو اس پہ غصہ آنے لگا تھا۔ جوں ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ غصے سے اپنی انگلیاں کاٹنے لگی ۔اسکا سرخ آلود چہرہ دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے تو وہ اپنی جگہ پہ رک سا گیا تھا۔

"موبائل دو اپنا۔۔ "اس نے بناء کسی لگی لپٹی کے فرمائشی انداز میں کہا۔

"کیوں؟ "اس نے تفتیشی انداز میں کہا۔

"کیوں سے مطلب؟ موبائل چاہیئے مجھے ۔۔ "اس نے ذرا بدتمیزی سے کہا۔

"اف۔۔ مہر۔۔کسی بات کا سیدھا جواب نہیں دے سکتی تم؟ "وہ تنگ آکر بولا۔

"جانتی ہوں سیدھا جواب دوں گی تو تم بھی سیدھا جواب ہی دو گے ۔۔ "وہ خود ساختہ انداز میں بولی ۔

"خود سے اخذ کرنا بند کردو۔۔ "وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"شماز بھائی سے بات کرنی ہے۔۔ "

اسکی بات پہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اسکا سانس خشک ہو کر رہ گیا۔

"اب دو فون؟ "وہ اسکے سامنے اپنا ہاتھ کیے بولی ۔

"ان میں سے کسی سے تم بات نہیں کر سکتی ۔۔ "وہ اسکے سامنے سے ہٹا اور ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنے بالوں پہ کنگھی کرنے لگا۔

"کیوں؟ کیوں نہیں کرسکتی ؟ "اس نے پوچھا مگر وہ چپ رہا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ تم ۔۔ "اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی ،اس نے اسکی بات کاٹی ۔

"میں نے کیا کہا تھا میں جانتاہوں۔۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی ۔۔ جب میں نے کہہ دیا نہیں تو نہیں۔۔ "وہ ذرا ڈپٹ کر بولا تو اس نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا مگر کچھ کہہ نہ سکی ۔

"اور ہاں کل ہم جارہے ہیں یہاں سے ۔۔ بے فکر رہو۔۔ساتھ والا فلیٹ ہی ہے ۔۔اکیلی نہیں ہوگی تم ۔۔جب جی چاہے نمی بھابھی کی طرف آجایا کرنا۔۔اور ہاں۔۔میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ تمہیں بھابھی نہ کہیں۔۔لیکن محسن کو نہیں سجھا پایا۔۔ اسکا کہنا ہے کہ جب میرا تم سے رشتہ

ہے تو تم اسکی بھابھی ہی ہو۔۔وہ تمہیں تمہارے نام سے نہیں بلائے گا۔ "وہ اسکے چہرے کے بدلتے زاویے کو دیکھے بناء ہی بولے جارہا تھا۔

"بلائے گا ہی کیوں؟ اور تم ۔۔میری بات سنو۔۔ مجھے تمہارے ساتھ کہیں بھی جانے میں انٹرسٹ نہیں۔۔میری ذات پہ لگا ہر الزام مجھے صاف چاہیئے ۔۔اور تم اچھے سے جانتے ہو۔ یہ سب صرف تم کر سکتے ہو ۔ ورنہ۔۔ "اس نے اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہوئے اسے تنبیہی انداز میں کہا۔

"ورنہ ؟ ورنہ کیا؟ "وہ خوفزدہ ہوا۔

"بے فکر رہو۔۔ خودکشی نہیں کروں گی ۔۔ مگر تمہیں خودکشی کرنے پہ مجبور کردوں گی ۔۔ حرام کردوں گی تمہاری زندگی ۔۔ سمجھے۔۔ "اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو جواباََ وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"حرام تو میری زندگی تم نے کی ہوئی ہے ۔۔اس سے زیادہ حرام کیا کروگی ۔۔ "وہ سانس بھر کر بولا تووہ اپنے دل میں آئے لفظوں کو دل میں ہی دبائے رہ گئی ۔

اگلی صبح دونوں کی محسن کے گھر میں آخری سحری تھی ۔ دونوں کے پاس کچھ خاص سامان تو تھا نہیں، سو نئے فلیٹ میں شفٹ ہونے میں انکے لیئے کافی آسانی ہوگئی تھی ۔ نمی اور محسن نے دونوں کو بار ہا جانے سے منع کیا لیکن شاہ ویز اب خود بھی اسے انکے فلیٹ میں نہیں رکھنا چاہتا

تھا۔اس نے اسے اپنے کسی جاننے والے کے فلیٹ میں ٹھہرایا جہاں سامان وغیرہ پہلے سے ہی نصب تھا۔

نیا فلیٹ زیادہ کشادہ تو نہیں تھا مگر بے انتہاء خوبصورت تھا۔مگر اسے اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔خوبصورت جگہ پہ رہنے کے لیئے دل میں خوشی نہ ہو تو وہ جگہ آپ کے لیئے کسی جہنم سے کم نہیں ہوتی ۔

"کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ میں نے نمی بھابھی کو کہا ہے ۔۔وہ اپنی کام والی ماسی کو بھیج دیں گی صفائی کے لیئے۔۔ "اس سے پہلے وہ شیشے پہ جمی دھول کو صاف کرتی ،اس نے اسے کوئی بھی کام کرنے سے منع کیا۔

اس نے خاموشی سے اسے دیکھا اور بناء کچھ کہے ہی لاؤنج میں موجود اوپن کچن میں آموجود ہوئی ۔ اس نے ایک کے بعد دوسرا دراز کھولا مگر سارے دراز ہی خالی تھے ۔

"یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ "اس نے ذرا اونچی آواز میں اس سے کہا تو اس نے دراز بند کرنے کے فوراََ بعد اسکی طرف دیکھا۔

"فریش ہو جاؤ۔۔ہم باہر چلتے ہیں۔۔افطار باہر ہی کرتے ہیں۔۔اور پھر گھر کے لیئے گروسری لے آئیں گے ۔۔ "اس نے اسکا نارمل انداز دیکھا تو ذرا پیار سے بولا۔ اب کے بھی وہ خاموش رہی اور فریش ہونے کے لیئے چلی گئی ۔

اس نے صوفے پہ موجود سفید چادر کو ہٹایااو ر خود وہاں آبیٹھا۔ اس نے پیچھے کی طرف ٹیک لگاتے ہوئے اپنا سر صوفے کی پشت کے ساتھ لگایا۔ابھی اس نے سکون کا سانس نہیں لیا تھا ،اس کے موبائل پہ بیل ہوئی ۔ وہ سیدھا ہوکر بیٹھا اور پھر اپنی پینٹ کی جیب سے موبائل نکالا۔ کسی انجان نمبر سے اسے کال موصول ہورہی تھی ۔

"اسلام علیکم۔۔ "اس نے فون کان کے ساتھ لگایا۔

"تم کیا سمجھتے ہو تم مجھ سے بچ سکتے ہو؟ کہاں ہو تم آخر؟؟ "یہ شماز تھا جو غصہ سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"شماز بھائی "!وہ خوف سے ہل کر رہ گیا۔

"کہاں ہو تم ؟ " وہ ذرا چیخ کر بولا تو اسکے برابر میں کھڑی علینہ نے اسے آنکھوں کے اشارے سے ایسا ردِ عمل ظاہر کرنے سے منع کیا۔

"شماز بھائی ! ہم ٹھیک ہیں۔ آپ بلاوجہ۔۔ "اس نے التجائیہ انداز میں کہا مگر اسکی آواز میں موجود کپکپاہٹ کو وہ واضح طور پہ محسوس کر چکا تھا۔

"کیا بلاوجہ ؟ جی چاہتا ہے تمہیں مار ڈالوں۔۔ "وہ غصہ سے اپنا ہاتھ کاٹتا رہ گیا۔

"اشش۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ؟ اس سے پوچھیئے وہ کہاں ہے ؟ "علینہ نے ذرا دبی آواز میں کہا۔

وہ کمرے سے باہر آہی رہی تھی کہ اسکی بات سن کر اسکے قدم وہیں رک سے گئے ۔ جوں ہی اسکے کانوں میں شماز کا نام پڑا تو اسکے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ فوراََ سے باہر آئی ۔

اس سے پہلے شماز اسے کچھ کہہ پاتا ،اسکی طرف سے فون رکھ دیا گیا تھا۔
"تو تم ان سے رابطے میں ہو؟ "اس نے اسے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
"نہیں۔۔تم غلط سمجھ رہی ہو۔۔ "اس نے فون ایک سائیڈ پہ رکھا اور اسکے قریب آیا۔
"بس کرو۔۔ "اس نے تاسف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔" میں نے جب کہا کہ مجھے ان سے بات کرنی ہے ؟ تب تو۔۔ " وہ خاصی دکھی تھی ۔
"میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہے مہر۔۔یہ تو آج۔۔ "اس سے پہلے وہ کچھ کہتا اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مزید کچھ بھی بولنے سے منع کیا۔
"بس بہت ہو گیا۔۔آپ سب ملے ہوئے ہیں۔۔آپ سے تو وہ بات کرسکتے ہیں۔ مگر مجھ سے نہیں۔۔ "وہ خود ساختہ انداز میں بولی۔
" میرا انہوں نے ایک بار بھی پوچھا نہیں ہو گا۔۔ ہے نا؟ "
وہ اسکی خود سے اخذ کی گئی باتوں سے تقریباً عاجز آچکا تھا۔

"مہر ۔۔ایسا نہیں ہے ۔۔وہ میرے ساتھ بھی رابطے میں نہیں ہیں۔۔بلکہ بات کچھ اور ہے۔۔تم تسلی سے بیٹھو تو ۔۔میں تمہیں سب سمجھاتا ہوں۔۔ "اس نے صوفے پہ اسے اشارۃََ بیٹھنے کے لیئے کہا مگر وہ وہیں بدستور حالت میں کھڑی رہی ۔

"تم تو مجھ سے بات ہی نہ کرو۔۔ کم از کم اس نکاح کی ہی لاج رکھ لی ہوتی تم نے۔۔جو میرا تم سے ہوچکا ہے۔۔اب جو میرے نہیں وہ تمہارے کیسے ہوسکتے ہیں؟ "وہ غصہ سے جذبات کی رو میں بہہ کر بہت کچھ بول گئی تھی ۔ اسکی بات سن کر وہ ایک لمحے کے لیئے تو حیران رہ گیا۔ اس کے لیئے کیا اس نکاح کی واقعی اہمیت ہے ؟ اس نے سر تا پا اسے خوب غور سے دیکھ کر یقین کرنا چاہا کہ کیا واقعی یہ وہ مہر ہے جسے وہ جانتا ہے ۔

"مہر۔۔ چھوڑو یہ سب۔۔ہمیں دیر ہورہی ہے ۔۔افطار میں کچھ ٹائم ہی باقی ہے ۔ "اس نے اپنا موبائل اٹھایا جس پہ بار بار بیل ہورہی تھی ۔ اس سے پہلے وہ اسے سائلنٹ موڈ پہ لگاتا مہر نے اسکے ہاتھ سے موبائل چھین کر اسکے فون پہ آنے والی کال کو ریسیو کیا۔

اس سے پہلے شماز کچھ بولتا مہر نے اس سے بات کی ۔

"کون ہیں آپ ؟ اور کیوں بلاوجہ کال پہ کال کیے جارہے ہیں؟ "وہ ذرا بدتمیزی سے بولی تو شماز ہکا بکا رہ گیا۔

اس نے فوراََ سے کال کو اسپیکر پہ ڈالا تھا۔"مہر؟؟ "اس نے اسے ذرا پیار سے پکارا۔" کہاں ہو تم لوگ ؟"

"جہاں کہیں بھی ہوں؟آپ سے مطلب؟ اور پلیز۔۔ آپ کو ہماری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔اور پلیز ۔۔اب کے بعد فون مت کیجیئے گا۔۔ "اس نے اتنا کہا اور فون پٹخ دیا۔

اسکا زبردست ری ایکشن دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گیا۔

"اب کے بعد ان کا فون تمہارے نمبر پہ آیا تو ۔تمہارا فون فون توڑ دوں گی میں ۔۔۔ "اس نے غصہ سے فون اسکے ہاتھ میں رکھا اور تنبیہی انداز میں بولی ۔

اسکی حالت کے پیشِ نظر وہ ساکت رہ گیا۔ اسے تو لگا تھا کہ اب اسکی خیر نہیں ۔۔لیکن یہ کیا ؟ سارے کا سار امسئلہ ہی حل ہوگیا۔ اب کے اس نے سکون کا سانس لیا۔

"چلیں ؟؟ "اس نے خود نارمل کیا اور اپنے کھلے بالوں کیچر لگاتے ہوئے اس سے بولی ۔

"ہاں۔۔ "اس نے اپنی آنکھیں جھپکائیں اور اسکے ساتھ چل پڑا۔

اس نے چاہا کہ اس سے بات کرے مگر اسکا خراب موڈ دیکھ کر وہ خاموش ہوکر رہ گیا۔

سورج غروب ہونے میں کچھ وقت ہی باقی تھا۔ دونوں گھر سے نکلے ۔رکشہ لیا اور شہر کے اچھے ہوٹل میں افطار کے لیئے پہنچے ۔پورا رستہ وہ اس سے بات کرنے سے قاصر تھی ۔

دونوں نے پاس ہی موجود کسی کریانہ کی دکان سے گھر کے لیئے گروسری خریدی ۔

"کچھ اور چاہیے ہو تو بلا جھجک کہہ سکتی ہو۔۔ "آخر اس نے اس سے بات کرنے کی جسارت کر ہی ڈالی ۔

سڑک کے کنارے چلتے ہوئے دونوں آپس میں بحث و تکرار میں محو تھے ۔

"نہیں چاہیے۔۔ چلو۔۔۔ "اسکا موڈ ابھی تک خراب تھا۔

اس نے گروسری کا شاپر کریانہ کی دکان پہ رکھوایا اور اسے واپسی پہ لینے آنے کے لیئے کہا۔

"اب کہاں جانا ہے ؟ "اس نے اسے کریانہ والے کے پاس سامان رکھواتے دیکھا تو سوالیہ بولی ۔

"کچھ کپڑے خرید لیتیں اگر تو؟؟ "اس نے ڈرتے ڈرتے ہی سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"کہا نا کچھ نہیں چاہیئے۔۔ "دوبارہ سے اسی لہجے میں جواب دیا گیا تھا۔

"مہر۔۔ کوئی ڈھنگ کا کپڑا تو ہے نہیں ہم دونوں کے پاس ۔۔ نمی بھابھی اور محسن کے دیئے ہوئے کپڑے آخر کب تک چلائیں گے ؟؟ "اس نے پرزور لہجے میں اسے سمجھانا چاہا۔

"جب اپنی ہی بات تم نے منوانی ہوتی ہے تو پوچھتے کیوں ہو؟ "وہ زچ ہوئی ۔

اسکی بات پہ اس نے نیم انداز میں اسے مسکرا کر دیکھا۔" تو پھر بحث کیوں کرتی ہو؟ "

اسکی دبی مسکراہٹ کو دیکھتے ہوئے اس نے کھا جانے والی آنکھوں سے اسے دیکھا۔" بہت ہنسی آرہی ہے تمہیں؟؟ کھل کر ہنس کیوں نہیں لیتے ؟"

وہ ہنستے ہنستے یکدم سنجیدہ ہوا۔

"کوئی بات نہیں شاہ ویز نعیم احمد۔۔ ہنس لو جتنا ہنسنا ہے ۔۔ کچھ دنوں کی ہی بات ہے ۔۔ پھر تو تمہیں رونا ہی رونا ہو گا۔۔ "وہ قدرے وثوق سے بولی ۔اسکی بات سن کر وہ جز بز ہو کر رہ گیا۔ اس نے چپ ٹھانی اور رکشے والے کو روکتے ہوئے مارکیٹ کے لیئے کہا۔ وہ اسکے برابر میں آکر بیٹھی اور اسکی طرف کن آکھیوں سے دیکھنے لگی ۔ شاید وہ اس سے تکرار کرے ۔۔کوئی بات کرے ۔۔مگر نہیں !شاید وہ اس سے بحث کر کر کے تنگ آچکا تھا۔ اور اب اس نے اسکے لیئے جو پیشن گوئی کی تھی کہ "کچھ دنوں کی ہی بات ہے ۔۔ پھر تو تمہیں روناہی رونا ہو گا۔۔ "اسے سن کر اسکا دل دکھ سے بھر گیا ۔

"ایم سوری شاہ ویز۔۔ "اب کے اسے اپنے کہے پہ افسوس ہورہا تھا۔

اس نے اسکی طرف دیکھا اور ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

"میرے کہنے کامطلب وہ نہیں تھا۔۔"

"مطلب تو صاف اور واضح تھا۔۔ "اس نے گہری سانس لی ۔

"بعض اوقات ہم نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سب کچھ کہہ جاتے ہیں ، جو ہماری عادت اور طبعیت کے خلاف ہوتا ہے ۔ اورجانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے ؟ جب آپ کی زندگی کو کوئی سوالیہ نشان بنا دے ۔۔ "وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی اور آنکھیں بھر آئی ۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے ۔ رکشہ مارکیٹ کے سامنے رکا تو وہ رکشے سے اترا اور کرایہ دینے کے بعد اسکی جانب متوجہ ہوا۔جو مارٹ کو گہری آنکھیں کھولے دیکھ رہی تھی ۔

"آجاؤ۔۔ "اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

اس نے اسکا بڑھا ہوا ہاتھ بغور دیکھا۔" اس کی ضرورت نہیں۔۔ "وہ رکشے سے اتری ۔
وہ آگے بڑھا تو وہ اسکے پیچھے پیچھے ہولی ۔
"یہاں سے شاپنگ کریں گے ہم ؟ "وہ اسکے برابر چلتے ہوئے سوالیہ بولی ۔
وہ چپ رہا۔
"شاہ ویز ؟ اتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟؟ یہاں تو ہر چیز مہنگی ہو گی ۔"
اب کے وہ پھر چپ رہااور آگے بڑھنے لگا۔
"میں کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔۔ "اس نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے روکنا چاہا۔ اسکا ہاتھ اسکے دائیں ہاتھ کی کلائی پہ تھا۔ اسکے ہاتھ پہ گھڑی کو نہ پاکر اسکا ماتھا ٹھنکا۔وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کے پاس پیسے کہاں سے آئے ہیں۔
اس سے پہلے وہ اس سے کچھ پوچھ پاتی ،اس نے اسکے ہاتھ کی طرف دیکھا جس کی گرفت میں اسکی کلائی تھی ۔اس نے فوراََ سے اپنا ہاتھ اسکی کلائی سے ہٹایا۔ دونوں مارٹ میں داخل ہوئے اور بوتیک کی شاپ پہ آموجود ہوئے ۔

****

راکھی کی رسم بے حد اچھے سے سرانجام دینے کے بعد دونوں نے اپنے گھر کی راہ لی ۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی جہانگیر کی طرف سے اسکے لیئے رومانوی انداز میں پھولوں کا نذرانہ پیش کیا گیا۔ وہ اسکے سامنے کھڑا ہوا اور اپنی پینٹ کی جیب سے چین نکالتے ہوئے اسے اشارۃََ چہرہ پلٹ کر کھڑا ہونے کا کہا۔ وہ اپنا منہ آئینے کی جانب پلٹ کر کھڑی ہوئی تو اس نے بے انتہاء چاہت سے اسکے سیاہ بالوں کو آگے کی طرف کیااور ڈائمنڈ کی چین کو اسکے گلے کے گرد باندھا۔وہ اپنی آنکھوں کو بند کیے اسکی چاہت کے لمس کو محسوس کرنے لگی تھی ۔

"کاش یہ لمحہ یہیں رک جائے ۔۔ اور میری زندگی تمام ہوجائے ۔۔ "اس نے آئینے پہ نگاہ ڈالی اور اسکے خوبصورت روشن چہرے کو دیکھتے ہوئے خمار آلود لہجے میں بولا۔"آپ کی زندگی اب مجھ سے وابستہ ہے جانی ۔۔ لمحوں کا کیا ہے ؟ زندگی رہی تو ایسے اور لمحات آئیں گے ۔۔ "وہ ذرا لجائی سے مسکراتے ہوئے بولی تو وہ زیرِلب مسکرایا۔

"جی چاہتا ہے اس لمحے کو قید کر لوں۔۔ تم نہیں جانتی کہ اتنے دن تمہارے بناء رہنا ۔۔کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔۔ " اس نے اپنے بازوؤں سے اسکے گرد حلقہ بنایااور اسکے سر کو چوما۔

"تو سیلفی لے لیجیئے نا۔۔ "اس نے آئینے میں اسے دیکھا اور شرارتی انداز میں بولی ۔

"اوہ ۔۔گڈ آئیڈیا۔۔ "اس نے فوراََ سے موبائل نکالا اور آئینے کے سامنے سے اسکی اور اپنی تصویر لیتے ہوئے خوشی سے کھکھلایا۔

"جانی ! آپ ٹھیک کہتے تھے ۔۔محبت بھیک نہیں۔۔محبت دعا ہے ۔۔ اگر بھیک ہوتی تو شاید آج مجھے میری مانگی گئی دعاؤں کا صلہ نہ ملتا۔۔آپ نے ٹھیک کہا تھا کہ اللہ وہی دیتا ہے جو آپکے لیئے بہتر سے بھی بہترین ہوتا ہے ۔۔ "وہ آئینے میں دیکھتے ہوئے اس سے بولی ۔

"تم بہت معصوم ہو جنت۔۔ "اس نے اپنے ہاتھوں سے اسکا چہرہ اپنی جانب کیا تو وہ لجائی سے نگاہیں جھکا کر رہ گئی ۔

اس نے اپنے ہاتھوں سے اسکے چہرے کو رخساروں سے پکڑا اور حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے تم مل گئیں۔۔بہت خوش ہوں کہ تمہارے دل میں بھی میرے لیئے میرے جیسا احساس پیدا ہونے لگا ہے ۔ مجھے اگر پتہ ہوتا کہ مجھ سے دور رہنے سے میری اہمیت اتنی ہوجائے گی تو قسم سے ۔۔پاکستان ایک دو ہفتے اور رہنے دیتا ۔۔ "وہ قہقہہ لگا کر شرارتی ہنسی ہنسا ۔

"ہاں ! تو اب مسئلہ کیا ہے ؟ اب بھیج دیں۔۔ "اس نے بھی اسکے انداز میں جواب دیا۔

"نہ اب تو خود سے دور کبھی بھی نہیں بھیجوں گا۔۔ نو اینڈ نیور۔۔ "اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے اور قریب کیا ۔

اسکی سانسوں کی بے ترتیبی وہ بہت اچھے سے محسوس کر چکا تھا۔اس نے اسکے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سہلایا اور اپنے ہاتھوں میں اسکے ہاتھ لیئے ہوئے مسکرایا۔

"زندگی میں کبھی بھی ۔۔کچھ بھی چاہیئے ہو تو بلا جھجھک کہنا۔۔ او۔کے۔۔"

اس نے اثبات میں گردن ہلائی ۔

"مجھے آپ مل گئے ۔۔مجھے اور کچھ نہیں چاہیئے۔۔" وہ تشکریہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی تو وہ بھی مسکرادیا۔

****

وہ اسکے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پارہی تھی ۔ اس کے پاس کچھ تھا بھی نہیں لیکن اس نے پھر بھی اسکے لیئے ایک الگ گھر کا بند وبست کیا۔ساتھ ہی ساتھ اسکے لیئے تمام ضروری چیزوں کا بندوبست بھی ۔ اس نے ایک نگاہ اسکے چہرے پہ ڈالی جو بیڈ پہ تھکن سے چور ہوکر سو رہا تھا۔ اس نے شاپنگ بیگ میں رکھے گئے کپڑوں کی طرف دیکھااور پھر ان میں سے کپڑے نکالتے ہوئے پرائس ٹیگ کو دیکھنے لگی ۔

"اتنے مہنگے کپڑے ۔۔ "وہ اپنے ہونٹ کاٹ کر خود سے بولی ۔" کچھ سمجھ نہیں آرہی مجھے۔۔۔یہ ایسا کیوں کر رہاہے ؟ "وہ اپنے ذہن پہ زور ڈال کر خود سے سوالیہ بولی ۔

ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ وال کلاک آلارم بجا۔ سحری کے دو بج رہے تھے ۔وہ اسکے پاس سے اٹھی ،کپڑوں کو سمیٹا اور اپنے بال باندھتے ہوئے کچن میں آئی ۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ وہ سحری کے لیئے کیا بنائے ؟ اس نے چائے کے لیئے پانی چولہے پہ رکھا اور چولہا آن کیا۔ ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔

"اس وقت کون آیا ہو گا؟ "وہ ایوری ڈے کپوں میں ڈالتے رکی ۔

دروازے پہ گھنٹی دوبارہ بجی ۔ وہ بھاگی بھاگی کچن سے کمرے میں آئی ۔

"اٹھو۔۔ " اس نے اسے ہاتھ لگانا چاہا۔مگر ہاتھ لگاتے لگاتے رک گئی ۔" شاہ ویز۔۔ اٹھو۔۔ "اس نے اسے مکرر پکارا مگر وہ بدستور سویا رہا۔ دروازے پہ بیل نے زور پکڑا تو اس نے پاس پڑے میز پر سے پانی کا بھرا گلاس اٹھا کر اسکے اوپر انڈیل دیا۔

اسے جیسے کرنٹ لگا۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔اس نے اپنی شرٹ پہ گرے پانی کو اپنے ہاتھوں سے جھاڑا۔ مگر اسکی قمیص پانی سے خوب اچھے سے تر ہو چکی تھی۔

"کیا ہے یہ ؟؟ تم ٹھیک تو ہو؟؟ " وہ اپنے تر ہوتے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے بغور دیکھ کر بولا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔اور تم پلیز۔۔جاگ جاؤ۔۔خدا کے لیئے۔۔ دروازے پہ کوئی ہے۔۔ "وہ ذرا سہم کر بولی ۔

"تو دیکھ آتی ۔۔مجھے کیوں جگایا ۔۔پہلے ہی بہت تھکا ہوا ہوں۔۔ "وہ ذرا کتاتے ہوئے بولا تو اس نے اسے خوب آنکھیں دکھائیں۔

"تمہاری اطلاع کے لیئے عرض ہے ۔۔ سحری کا وقت ہو رہا ہے ۔۔ "ابھی وہ اس سے الجھ ہی رہی تھی کہ دروازے پہ دوبارہ دستک ہوئی۔

چاروناچار وہ بیڈ پر سے اٹھا اور لاؤنج سے ہوتا ہوا دروازے تک آیا۔

"کون؟ "اس نے ذرا آہستگی سے پوچھا۔

"یار کیا ہو گیا ہے ؟ محسن ہوں۔۔ "وہ ذرا اونچا بولا۔

اس نے ایک ہی جھٹکے میں دروازہ کھولا۔ محسن نے اسکی حالت دیکھی تو معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

اسکی قمیص پانی سے تر تھی، جس سے اسکا جسم صاف نظر آرہا تھا۔

محسن اندر آیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ٹرے میز پہ رکھتے ہوئے صوفے پہ بیٹھا۔

"لگتا ہے تم دونوں کا رومینس شروع ہو گیا ہے ۔۔ "وہ اسے آنکھ مار کر بولا۔" لگتا ہے اسی لیئے بھابھی الگ گھر کی فرمائش کر رہی تھیں۔۔ "اس کی طرف سے ایک اور شگوفہ چھوڑا گیا۔

"اشش۔۔چپ کر۔۔۔ "اس نے ذرا زور دے کر کہا۔

مہر کمرے سے باہر آئی اور ان دونوں کو کھسیانی ہنسی ہنستے دیکھ کر معنی خیز نگاہوں سے گھورنے لگی

۔

"کل کہاں تھے ؟شام میں؟ میں اور نمی افطار لے کر آئے تھے ۔۔مگر تالا لگا تھا۔۔ "وہ ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھ کر بولا۔

"ہاں وہ ہم نے باہر ہی افطار کی ۔اور گھر کے لئے کچھ سامان بھی خریدنا تھا۔۔ "شاہ ویز اسکے برابر میں آکر بیٹھا۔

"بھابھی اسے ٹاول لادیجیئے ۔۔یہ اپنے بال تو خشک کرے ۔۔ "شرارت اسکے لہجے میں صاف جھلک رہی تھی ۔

اسکا اسے بھابھی کہنا ہی تھا کہ مہر کا غصہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے غصہ سے اسے دیکھا اور پھر کمرے میں تولیہ لینے چلی گئی۔

شاہ ویز نے اسے شکایتی نظروں سے دیکھا۔" چپ کر ۔۔بھابھی ہے تو بھابھی ہی کہوں گا ۔۔سمجھے ۔۔"

وہ باہر آئی اور اسے تولیہ دیتے ہوئے واپس کچن کی طرف ہولی ۔ محسن دونوں کو گہرے انداز سے دیکھ رہا تھا۔

"میں چلتا ہوں۔۔یہ سحری ۔۔نمی نے بجھوائی ہے ۔۔کر لیجیئے گا۔۔"

وہ کچن میں جاتے جاتے واپس مڑی ۔

"آپ نے خوامخواہ تکلف کیا۔ نیکسٹ تکلف نہ کیجیئے گا۔۔ ہم مینیج کر لیں گے ۔۔ "اس نے اتنا کہا اور کچن میں چلی گئی ۔

محسن نے قدرے گہری آنکھیں کھول کر شاہ ویز کو دیکھا۔" ہم۔۔واہ "!وہ حیران ہوا۔" ایسا بھی کیا ہوا کہ تم دونوں ہم ہوگئے؟ "وہ کھسیانی ہنسی ہنسا۔

"بکواس نہ کرو تم۔۔ "وہ ہنسا۔

"اچھا میں چلتا ہوں ۔۔اس سے پہلے بھابھی مجھے سامنے سے یہاں سے جانے کا بول دیں۔۔ "وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔

چند لمحے کے لیئے وہ بھی محسن کی کہی گئی بات کو سوچنے میں محو ہو گیا۔

"وہ چلا گیا ہو تو آجاؤ تم اب۔۔ہیلپ کرواؤ میری۔۔ "اسے دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو اس نے اسے کچن سے ہی آواز لگائی ۔

وہ اپنے خیال سے نکلا اور محسن کی لائی ہوئی ٹرے کو اٹھا کر کچن میں آیا۔ جوں ہی اس نے رومال ہٹایا تو حلوہ دیکھ کر اسکے منہ میں پانی آگیا۔اس نے ٹرے سلیب پہ رکھا اور ریک میں رکھے چمچ کو اٹھاتے ہوئے حلوے کو چکھا۔ اسکی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

اس نے چائے کے کپوں کو ٹرے میں بالترتیب رکھا اور اسکی طرف دیکھ کر چونکی ۔

"کیا ہوا؟؟ "اسکی آنکھوں سے آنسو بارش کی صورت بہنے لگے تھے ۔

"شاہ ویز؟ کیا ہوا؟؟ تم ٹھیک ہو؟ مت کھاؤ یہ ۔۔ میں نے میٹھے بریڈ بنائے ہیں۔۔اسکے علاوہ اور کچھ کھانا ہے تو بتاؤ۔۔ "اسکی خود ساختہ بات پہ وہ روتے روتے ہنس دیا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟؟ " وہ سر پکڑ کر رہ گئی ۔

اس نے دوسرا چمچ لیا اور حود بھی حلوہ چکھا۔

"اتنا اچھا تو بنا ہے ۔۔ اس پہ بھی نخرے؟ کم از کم میرے میٹھے بریڈ سے تو اچھا ہے یہ ۔۔ "وہ بھی حلوے کی تعریف کیے بناء نہ رہ سکی ۔

"کدو کا حلوہ ہے یہ ۔۔۔ "اس کی زبان سے مشکل ہی سے ادا ہوا تھا۔اب کے اسکی سمجھ میں آنے لگا تھا کہ وہ کیوں رو رہا ہے؟

"تائی جی کی یاد آرہی ہے ؟؟ "اس نے سوال کیا تو وہ مزید رو دیا۔

"میں سیکھ لوں گی نمی بھابھی سے یہ ۔۔۔بنا دیا کروں گی تمہیں۔۔تم رو نہیں۔۔ "اسکا دل بھر آیا۔

اس کی بات سن کراس نے فوراََ سے اپنے آنسو صاف کیے اور مسکرایا۔

"اچھا ۔۔بس کرو اب۔۔سحری کر لو۔۔ "اس نے سلیب سے چیزیں اٹھا کر کچن میں ہی پڑے ڈائننگ ٹیبل پہ لگائی ۔

دونوں نے مل کر سحری کی ۔ایسا گمان ہوتا تھا کہ دونوں کے بیچ میں حائل آپسی چپقلش دور ہو چکی ہے ۔مگر ایسا نہیں تھا۔

سحری کے بعد وہ صبح سویرے ہی اسے سوتا چھوڑ کر کام کے لیئے نکل گیا تھا۔ اس نے ایک صفحے پہ اسکے لیئے ضروری نوٹ لکھا۔

"شام میں آجاؤں گا۔۔ کھانا لیتے آؤں گا۔۔ تم صرف روح افزاء بنا کر رکھنا ۔۔تمہاری پہلے ہی طبعیت ٹھیک نہیں۔۔تو۔۔کوئی بھی کام کرنے کی ضرورت نہیں ۔۔"

گیارہ بجے کے قریب اسکی آنکھ کھلی تو اسے تکیے کے قریب اسکے ہاتھ سے لکھا نوٹ دکھائی دیا۔اس نے نوٹ کو پڑھا تو فوراََ اٹھی ۔ اس نے اپنے بکھرے بالوں کو باندھا اور ہاتھ منہ دھو کر قرآن پاک پڑھنے بیٹھ گئی ۔ قرآن پڑھتے پڑھتے سورہ البقرہ کی آیت نمبر ایک سو ستاسی کو بار بار پڑھنے لگی۔

"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ

ترجمہ : وہ تمہارے لیئے لباس ہیں اور تم ان کے لیئے لباس ہو۔

آیت نمبر187

ایسا لگ رہا تھا کہ ان الفاظ پہ کوئی اسے روک رہا ہے اور کچھ سمجھانا چاہ رہا ہے ۔ اس نے تفہیمی انداز میں قرآنِ پاک کو بند کیا اور اپنے ماتھے سے لگا کر ہونٹوں سے بوسہ دے کر اونچی شیلف پہ رکھ دیا۔

ظہر کی اذان کی آواز اسکے کانوں میں پڑی تو اس نے اپنا دوپٹہ ٹھیک طرح سے اوڑھا اور جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگی ۔

دوسری طرف وہ مسجد میں نماز ظہر ادا کر رہا تھا۔ نماز کے بعد اسے ایک گھنٹے کے لیے آرام کا وقت ملا تو وہ مسجد کے مولانا صاحب کے پاس بیٹھ گیا جو قرآن وحدیث کی مدد سے درس دے رہے تھے ۔

اللہ رب العزت سورہ النور آیت نمبر تئیس میں فرماتے ہیں:۔

ترجمہ" : یاد رکھو جو لوگ پاکدامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پہ تہمت لگاتے ہیں۔ان پر دنیا و آخرت میں پھٹکار ہے اور ان کو زبردست عذاب ہو گا۔

اس سے پہلے وہ اس آیت کی تفسیر سن پاتا اسکا دل بھاری ہونے لگا۔ وہ اپنی جگہ سے بمشکل ہی ہل پایا تھا۔

"عورتوں کے حقوق کے معاملے میں اللہ سے ڈرو ۔۔ یہاں تو اس صنفِ نازک کے ساتھ زیادتی کر گزرو گے لیکن روزِ قیامت اللہ کو کیا جواب دو گے ؟ یہ عورت تو مرد کی ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ۔۔اسے سیدھا رکھو گے ۔۔پیار محبت سے رکھو گے تو۔۔ یہ اتنا ہی پیار اور محبت آپ کو بدلے میں دے گی ۔۔"

وہ کہے جارہے تھے اور وہ انکے لفظ اپنے سینے میں اتارتا ہوا بوجھل قدموں سے مسجد کے مرکزی دروازے سے ہال تک آرہا تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ سب اسی کے لیئے ہی اللہ کی طرف سے فرمان ہو۔

مولانا پھر سے بولے:

"اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہم بیوی کو وہ حقوق نہیں دے پاتے جسکی وہ حقدار ہے ۔۔ خود تو عیاشی کرتے ہیں لیکن بعد میں اپنا کیا دھرا اس مظلوم پہ ڈال کر بڑے آرام سے چلتے بنتے ہیں کہ ۔۔یہ تو ہے ہی بد چلن۔۔وغیرہ ۔۔وغیرہ۔۔ابھی کل کا ہی واقعہ لیجیئے ۔۔ایک عورت میرے پاس مسئلہ لے کر آئی کہ اسکا شوہر دوسری عورتوں کے ساتھ غلط ہے ۔۔اس نے جب اپنے گھر والوں سے اسکی شکایت کی تو اس نے بڑی صفائی سے سارا ملبہ ہی اپنی بیوی پہ ڈال دیا۔۔ اف۔۔ف۔۔ " انکی بات سن کر تمام حاضرین نے افسوس کا اظہار کیا۔

وہ مسجد کے ہال میں نصب ستون کے ساتھ ٹیک لگائے زمین پہ اداسی سے بیٹھا انکا مائیک میں سنائی دینے والا بیان سن رہا تھا۔

"مہر۔۔۔۔ "اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔

****

وہ کافی دیر سے اسکا انتظار کررہی تھی مگر وہ کب آئے گا ؟ اسے کچھ پتہ نہیں تھا۔ نہ تو اسکے پاس فون تھا اور نہ ہی گھر میں پی ٹی سی ایل لگا تھا۔ تنہائی اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی ۔ دن ڈھلنے سے پہلے ہی وہ گھر آموجود ہوا۔ دروازے پہ پہلی دستک ہی ہوئی تھی کہ اس نے فوراََ سے دروازہ کھولا۔

"اتنی دیر لگا دی آنے میں؟ "وہ جو منہ لٹکائے ،تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا تھا۔اس کا ردِ عمل دیکھ کر اسکے چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ دوڑی۔

"تو تم میرا انتظار کررہی تھیں؟ "وہ اندر آیا اور اپنا بیگ ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے واش بیسن کے پاس جاکر اپنا ہاتھ منہ دھونے لگا۔

"نہیں۔۔میں کیوں کروں گی تمہارا انتظار ؟ " وہ اسکے پیچھے پیچھے گئی ۔

اس نے منہ دھویا اور واش بیسن کے سامنے لگے شیشے پہ اسکا عکس دیکھ کر مسکرایا۔

"کم از کم ۔۔ٹائم کا تو خیال رکھ لیتے ۔کیا تمہیں نہیں پتہ کہ ۔یہاں اکیلی ہوں میں۔۔ "اب کے اسکی آواز بھِرا سی گئی ۔

اس نے فوراََ سے منہ پلٹا ۔

"آئی ۔ایم ۔ سوری ۔۔بس یہ مہینہ ۔۔۔عید پہ ان شاء اللہ تمہیں لاہور لے جاؤں گا۔۔ "اس نے اسے امید کے ساتھ ساتھ یقین دلایا۔" پھر سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔"

اس نے الجھ کر اسے دیکھا۔ اس نے اس سے کیا کہا اور اس نے کیا جواب دیا ؟ اسکا الجھنا تو بنتا ہی تھا۔

اس نے اسٹینڈ پر سے لٹکا ہوا تولیہ اسکے ہاتھ میں دیا۔

"اچھا بتاؤ کیا کیا سارا دن؟ "اس نے اپنا منہ خشک کیا اور تولیہ دوبارہ سے اسٹینڈ پہ لٹکاتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"کرنا کیا تھا؟ تمہی نے تو نوٹ چھوڑا تھا کہ کچھ مت کرنا۔۔ تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔ "اس نے معصومانہ انداز میں کہا تو وہ ہولے سے مسکرایا۔

"روح افزاء بنایا ہے ؟ "اسکے سوال پہ اس نے اثبات میں گردن ہلائی ۔اور سٹیل کے بھرے جگ پرسے ڈھکن ہٹاتے ہوئے اسے شربت دکھایا۔

"اچھا ۔۔بیگ میں پیکڈ فوڈ لایا ہوں۔۔باقی انشاء اللہ صبح میں خود کھانا بناکر جایا کروں گا۔۔ "وہ میز پہ بیٹھا اور اپنے بیگ سے کھانے کے پیک نکالتے ہوئے میز پہ پڑی پلیٹ میں رکھنے لگا۔

"بیوی ہو تم میری ؟؟ "اس نے خوب گہری نگاہ سے اسے دیکھا۔

اس نے کرسی سیدھی کی اور اسکے سامنے آبیٹھی ۔اسکے سوال پہ اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ؟ مجھے کچھ آتا نہیں؟"

"نہیں ۔۔میں نے ایسا کب کہا۔۔ "اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مقصد کیا ہے تمہارا یہ سب کہنے کا؟ اگر تم میرے لیئے اتنا کرسکتے ہو تو میں کیوں نہیں؟"

"تو تم حساب چکانا چاہتی ہو؟ "وہ ذو معنی انداز میں بولا۔

"حساب۔۔ "وہ طنز بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی ۔" تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے ۔۔اسکا حساب لینا میرے بس میں کہاں؟ "اسکے چہرے پہ آسودگی چھا گئی۔

اسکے الفاظ سن کر اسکے کے حواسوں پہ ہیبت طاری ہوگئی تھی ۔اس سے پہلے وہ کچھ کہہ پاتا سائرن کی آواز سے اس نے فوراََ سے گلاس میں روح افزاء انڈیلا اور اسکے سامنے پیش کیا۔

بھلے ہی اسکے اندر میٹھا پانی کا شربت جارہا تھا لیکن اسے یہ شربت کسی زہر سے کم معلوم نہیں ہورہا تھا۔ وہ بمشکل ہی اسے اپنے حلق سے اتار پایا تھا۔

اسکے دل میں صرف ایک ہی دعا تھی ۔"یا اللہ ! جانے انجانے میں جو گناہ مجھ سے ہوا،اسکی تلافی میں میرے لیئے آسانی پیدا کردے ۔۔"

"اور لو۔۔ "اس نے اسکے ہاتھ میں موجود آدھ بھرے شربت کے گلاس میں مزید شربت ڈالنا چاہا۔اس نے اشارۃََ اسے منع کیا اور اسکے سامنے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اسکا ہر ایک عمل اسکے لیئے پریشان کن تھا۔ شاہ ویز جیسا خود غرض انسان کسی کے لیئے کیسے سوچ سکتا ہے ؟

"میں نے تو اس سے کہا ہی نہیں لاہور جانے کا --تو اس نے --" ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ شاہ ویز نے اسے پکارا۔

"نماز پڑھ لو--پھر کھانا کھاتے ہیں---"

اس نے اپنی آنکھیں جھپکائیں اور اپنی جگہ سے اٹھی ۔

"کیا تمہاری شماز بھائی سے پھر بات ہوئی ہے ؟ "

اسکے سوال پہ وہ جاتا جاتا رکا۔

"میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ ان سے رابطہ نہ رکھنا۔اگر تم میرے لیئے کچھ کر سکتے ہو تو خود کرو-- انہیں بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں-- " اسکے لہجے میں شماز کے لیئے حقارت واضح تھی ۔

"عید تک انتظار کر لو-- " اس نے سنجیدہ مزاجی سے کہا اور اسکی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ تو اسکے سامنے سے چلا گیا لیکن وہ ابھی تک اسکی باتوں کے حصار میں تھی ۔ وہ شاہ ویز جس کے لیئے وہ کوئی معنی نہیں رکھتی تھی ۔آج اسکے دل میں اسکی اتنی پرواہ کیسے آگئی ۔

"کہیں پھر سے تو-- "وہ اپنے ہی وسوسوں سے خوف میں مبتلا ہو کر رہ گئی ۔" اسکا اعتبار کہیں پھر سے مجھے ---"وہ بے انتہاء الجھ چکی تھی ۔

شک ایک اذیت

رات مزید گہری ہوئی تو وہ لاؤنج سے کمرے میں آئی اور اسکے سامنے آکر بیٹھ گئی ۔ وہ موبائل پہ اپنا کام کرتا ہوا رکا اور اسکی طرف سوالیہ انداز سے دیکھنے لگا۔

"کچھ چاہیئے؟ "وہ چپ رہی تو اس نے خود ہی سوال کیا۔

جواباََ اس نے اثبات میں گردن ہلا کر اشارۃََ "ہاں" میں جواب دیا۔

"کیا چاہیئے؟ "اس نے پوچھا۔

"موبائل ۔۔۔ "اس نے ذرا آہستگی سے جواب دیا۔ اس سے پہلے وہ اس سے پھر سے موبائل مانگنے پہ تکرار کرتا ،اس نے اسکے بناء پوچھے ہی وجہ بیان کر ڈالی ۔

"مجھے رمشاء سے بات کرنا تھی ۔۔کانووکیشن کا پوچھنا تھا اس سے۔۔ "اس نے موبائل پہ کھلی ایم ایس ورڈ کی فائل کو بند کیا اور موبائل اسکے ہاتھ میں تھما دیا۔

اس نے اس سے موبائل لیا اور اسکے سامنے سے اٹھی ۔

"اس وقت کال کرنا مناسب ہوگا؟ "اسکے سوال پہ وہ جاتے جاتے رکی ۔ گھڑی پہ ایک بج رہا تھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ اب اس سے موبائل واپس لے لیا جائے گا۔

اس نے مڑ کر اسے دیکھا ۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ۔۔ بات کرلو۔۔ "اسکے چہرے کے بدلتے زوایے کو وہ سمجھ چکا تھا۔ تبھی اس نے خود ہی اسے وہاں سے جانے کے لیئے کہہ دیا۔

وہ باہر آئی اور کچن میں آکر ایک سائیڈ پہ ہولی ۔ اس نے کنٹیکٹ لسٹ کو ٹٹولا۔ وہ سرچ بار میں جنت لکھ کر بار بار سرچ کررہی تھی مگر اسے اسکا نمبر کہیں نہ ملا۔ اب کے اس نے" جینی " ٹائپ کیا۔ مگر پھر بھی کوئی نمبر اسکے سامنے نہ آیا۔ وہ سر پکڑ کر رہ گئی ۔

آخر کس نام سے سیو ہوگا اس کا نمبر۔۔ "وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگی ۔ آخر اسکے ذہن میں ایک اور ترکیب آئی ۔

"مائی لائف۔۔ "اب کے اسکے سامنے اٹلی کا نمبر نمودار ہوا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہی نمبر جنت کا ہوگا۔ اس نے تیزی سے سبز بٹن کو دبایا اور کال ملائی ۔ ساتھ ساتھ وہ پیچھے دیکھ رہی تھی کہ کہیں وہ آتو نہیں رہا۔ بیل کوئی تین چار مرتبہ ہوئی ۔

مگر اسکی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہورہا تھا۔ اسکی بے چینی میں اضافہ ہونے لگاتھا۔

دوسری طرف وہ جہانگیر کے لیئے کافی بنانے میں مصروف تھی ۔ فون کی گھنٹی بار بار بجی تو وہ بھاگی بھاگی کچن سے بیڈ روم میں آئی ۔

دوسری بیل پہ ہی اس نے فون اٹھایا ۔ " شاہ ویز۔۔ "اسکا نام اپنے فون کی اسکرین پہ دیکھ کر اس نے تیزی سے سبز بٹن دبایا۔

اس کا کال ریسیو کرنا اہی تھا کہ اسکی جان میں جان آئی ۔

"جنت۔۔۔ "اس نے سرد آہ بھر کر اسکا نام لیا۔

"مہر۔۔تم۔۔کیسی ہو تم ۔۔ "وہ فوراََ سے کچن میں آئی ۔اور ابلتے پانی کا چولہا کم کرتے ہوئے پانی کو ڈھک دیا۔

"کیسی ہو سکتی ہوں؟ "وہ اداسی سے بولی ۔

"کیا مطلب؟ وہ کہاں ہے ؟ "اس نے بلا تاخیر اس کے بارے میں دریافت کیا۔

"کمرے میں۔۔اسے نہیں پتہ کہ میں تم سے بات کررہی ہوں۔۔ "وہ جلدی جلدی بول رہی تھی ۔

"سب ٹھیک تو ہے ؟ تمہارا سانس بھی پھولا ہوا ہے ؟ اور تم دونوں آخر ہو کہاں؟ "اسکی طرف سے ایک کے بعد دوسرا سوال کیا گیا تھا۔

"جنت ۔۔سب ٹھیک ہے ۔۔سب ٹھیک ہے ۔۔اور ہم دونوں فیصل آباد میں ہیں۔۔ "اس سے پہلے وہ کچھ اور بتا پاتی اسکے ہاتھ کو زور دار کرنٹ لگا۔ اس نے جوں ہی اسکے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر اپنے ہاتھ میں دبوچا تو اپنے دوسرے ہاتھ سے اسکا دوسرا ہاتھ جارحانہ انداز سے کھینچا۔

اسکی طرف سے فون بند ہوا تو وہ گھبرا کر رہ گئی۔ " ہیلو۔۔ہیلو۔۔۔ مہر۔۔۔ "وہ بار بار بولی مگر اسکی طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔

"تو یہ تم رمشاء سے بات کررہی تھی؟ "اس نے موبائل اپنی پینٹ کی جیب میں رکھا اور اس سے بولا۔

"میرا ہاتھ چھوڑو۔۔۔ "اس نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔

"تم غلط بیانی کیسے کر سکتی ہو میرے ساتھ؟ جنت سے بات کررہی تھی نا تم؟ "وہ اسکے قریب آکر بولا۔

"ہاں۔۔تمہاری لائف سے۔۔ "اس نے طنز آمیز لہجے میں جواب دیا تو وہ اس سے چند قدم دور ہو لیا۔

"مہر۔۔۔ کیا تمہیں ایک فیصد بھی میری کہی بات پہ ٹرسٹ نہیں؟؟؟ "وہ اکتا تے ہوئے بولا۔

"نہیں۔۔ "اس نے اسکے منہ پہ ہی صاف جواب دیا۔

"میں جتنا چاہتا ہوں تم سے کم بات کروں۔۔اتنا تم مجھے الجھا دیتی ہو۔۔ رمضان ختم ہونے میں کچھ دن ہی باقی ہیں۔۔پھر کوئی نہ کوئی ترکیب سوچتا ہوں۔۔وہاں لے جاؤں گا تمہیں۔۔لیکن تب تک تو تم۔۔۔ "اس کی بات سن کر اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

"ترکیب؟؟ "وہ جنجھلائی ۔ " مطلب پہلے تم ترکیب سوچو گے ۔۔پھر مجھے وہاں لے کر جاؤ گے ۔۔"

اسکی بات پہ وہ سر پکڑ کر گیا تھا۔وہ اسکے سامنے سے ہٹا اور کمرے میں آموجود ہوا۔ وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے کمرے میں آئی ۔

"تم مجھ سے نظریں نہیں چرا سکتے ۔۔ میری بات کا جواب دو۔۔ آخر تمہیں کس بات کا انتظار ہے ؟؟ "وہ اسکے سامنے کھڑی اس سے باز پرس کررہی تھی ۔

اسکی آنکھوں میں چھپا غصہ دیکھ کر وہ منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

"میں کسی سے بات نہیں کرسکتی ۔۔ٹھیک ۔۔لیکن۔۔جنت سے بات تو کرسکتی ہوں نا؟ "وہ رونے والے انداز میں بولی ۔

"ٹھیک ہے ۔۔یہ لو۔۔۔پکڑو۔۔شوق سے کرو بات۔۔ "وہ پلٹ کر کھڑا ہوا۔

اس نے اپنی جیب سے موبائل نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھا ۔ وہ اسکے انداز پہ ہکا بکا رہ گئی ۔

اس نے فون ہاتھ میں پکڑا اور اسکی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگی ۔

"کرو فون۔۔۔ اور بتا دو اسے کہ ہم کہاں ہیں؟ تاکہ قصہ ہی تمام ہو میرا۔۔ "اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ چکے تھے ۔

اس نے بھنویں سکیڑ کر اسکے منہ سے ادا ہونے والے ہر لفظ کی تشریح چاہی ۔

"شماز بھائی سب جان چکے ہیں۔۔وہ جان چکے ہیں کہ قصور وار میں ہوں۔۔ "اسکی آواز کانپنے لگی تھی ۔

اسکی اطلاع پہ اسکا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"جس رات تم ہسپتال تھی ۔۔اس رات وہ سب جان چکے تھے ۔۔انہوں نے مجھے کال کی اور مارنے کی دھمکی دی ۔۔ "اسکی آواز بھِراسی گئی ۔

اسکی کہی ایک ایک بات پہ اسکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اسکی آنکھوں کے کنارے بھی بھیگ چکے تھے ۔

اس نے گہری سرد آہ بھر کر اسے دیکھا۔ وہ کچھ بھی بولنے سے قاصر تھی ۔

"مجھے مرنے کا خوف نہیں۔۔ خوف ہے تو اس بات کا کہ میری ماں ۔۔جس کی جھوٹی قسم میں تمہارے سامنے کھا چکا ہوں ۔۔اسکا کیا ہوگا؟ "وہ بے ضبط بولتا جارہا تھا اور وہ بناء کچھ کہے بس سنتی جارہی تھی ۔

"کتنا بدنصیب ہوں نا میں بھی ۔۔۔ بیٹے تو اپنی ماں پہ قربان جاتے ہیں۔۔اور میں۔۔میں نے ۔۔ "اسکی آواز حلق میں ہی دب کر رہ گئی ۔

اس نے چاہا کہ وہ اسے کچھ کہے مگر کیا کہتی ؟ وہ جس شاہ ویز سے بحث کیا کرتی تھی ۔آج وہ اس کے سامنے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کررہا تھا۔وہ اسکے قریب آئی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ پہ بٹھایا۔اس نے اسے بغور دیکھا ۔جو نظریں جھکائے اسکے سامنے کھڑی تھی ۔

"اور تمہارے ساتھ بھی تو بہت بڑا ظلم کر دیا میں نے ۔۔میں سچ میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔۔میں تو صرف تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

اب کے وہ چپ نہ رہ سکی ۔" تو پھر کیوں تم نے سچ قبول نہیں کیا؟؟ " وہ حد درجہ تکلیف میں تھی ۔

"خود غرض ہوگیا تھا۔۔نہیں جانتا تھا کہ تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے ۔۔ " اسکا دل خون کے آنسو رورہا تھا۔" رات دن صرف اسی خوف میں گزارتا ہوں ۔۔ کہ مرنے کے بعد میری بخشش ہوگی بھی یا نہیں۔۔ "

اسکی حالت دیکھ کر اسکا دل بھی بھر آیا۔

" تم بہت اچھی ہو مہر۔۔ بہت اچھی ۔۔۔ برا تو میں ہوں۔۔میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔۔بلکہ میں تو کسی کے بھی قابل نہیں ہوں۔۔ جنت ،جسے میں نے اپنی جان سے زیادہ چاہا۔۔ میں تو اس کے قابل بھی نہیں تھا۔۔میں بدلے کی آگ میں اس حد تک چلا گیا تھا کہ یہ سوچا ہی نہیں کہ

کل کو میں خود بھی اس حال میں پہنچ سکتا ہوں۔۔ رات دن صرف اسی اذیت میں گزارتا ہوں کہ پتہ نہیں میرا خدا مجھے معاف کرتا بھی ہے کہ نہیں۔۔ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔اس نے چاہا کہ اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دے سکے ۔مگر وہ کیسے اس شخص کو دلاسہ دے سکتی تھی ؟ جس نے اسے بے سہارا کر دیا تھا۔۔

"مجھے معاف کر دینا تم۔۔پلیز۔۔ "وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا تو وہ اس سے چند قدم کو پیچھے ہولی ۔

اسکی آنکھوں میں آنسو بارش کی صورت بہنے لگے تھے ۔جسے وہ اپنے دوپٹے کے کنارے سے بار بار صاف کررہی تھی ۔ اسکی حالت مزید خراب ہوئی تو اس نے فوراَ سے پانی کا گلاس بھرا اور اسکے سامنے کیا۔ وہ جو اپنے دونوں ہاتھ اسکے سامنے جوڑے گِر گِرا رہا تھا۔اسکے ہاتھوں میں اپنے لیئے پانی کا گلاس دیکھ کر مزید شرمندہ ہوا۔

اس نے پانی کا گلاس پکڑا اور اسکا ایک گھونٹ بھرتے ہی اسکو دوبارہ پکڑاتے ہوئے مزید رونے لگا۔

اسکی یہ حالت مولانا صاحب کے سنے ہوئے بیان سے ہی ہوئی تھی ۔ رمضان ہی وہ واحد مہینہ ہوتا ہے شاید ۔۔جس میں ہر مسلمان اپنے گناہ کبیر و صغیرہ کا ٹھیک طرح سے محاسبہ کر پاتا ہے ۔اس میں شیطان جو جکڑ دیا جاتا ہے ۔اور یہی حال اسکا بھی تھا۔

"خود کو سنبھالو پلیز۔۔۔ "وہ اسکے منہ سے کچھ اور سننے کے انتظار میں تھا مگر اسکے منہ سے وہ سب ادا ہی نہ ہوا۔

آخر کیسے وہ اسے کہہ سکتی تھی کہ" میں نے تمہیں معاف کیا۔۔ "

خود پہ بیتا ہر ظلم وہ کیسے بھول سکتی تھی ۔ اسکی حالت دیکھ کر جہاں اسے سکون ملنا چاہیئے تھا۔وہاں اسکی حالت اس کے برعکس تھی ۔ اسکی حالت دیکھ کر اسکا دل پسیج کر رہ گیا۔

****

وہ کافی کے انتظار میں لان میں ٹہل رہا تھا۔ ہمیشہ رات کے اس پہر دونوں کھلے آسماں تلے موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیئے لان میں آکر بیٹھتے تھے ۔ اس نے کافی کی فرمائش کر ڈالی تو وہ کافی بنانے کچن میں آگئی ۔ پندرہ بیس منٹ سے اوپر ہوگئے تو وہ کرسی پر سے اٹھا اور گھر کے مرکزی دروازے سے لاؤنج میں داخل ہوا۔

"جانِ جانی ؟ کہاں رہ گئی ہو؟؟؟ "وہ اسے آواز لگاتا ہوا کچن میں داخل ہوا۔

جوں ہی وہ کچن میں داخل ہوا تو اسے موبائل پہ بار بار کسی کو کال ملاتے ہوئے پایا۔" سب ٹھیک تو ہے جنت؟؟"

"جی ۔۔۔ "اس نے فون کو ایک سائیڈ پہ رکھا اور اس سے بولی ۔

"کافی مل جائے گی آج ہی ؟؟ "وہ شرارت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جی ۔۔جی ۔۔میں لا رہی ہوں۔۔آپ چلیئے۔۔"

اسکا انداز اسے شش و پنج میں مبتلا کر گیا تھا۔ اب کے اس نے اسے شکی نظروں سے دیکھااور پھر سے بولا۔

"کوئی مسئلہ ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو۔۔ "

"نہیں۔۔۔کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔۔ "اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تو وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"وہ ابھی تک اس کے رابطے میں ہے جہانگیر۔۔ اگر مجھ پہ یقین نہیں ہے تو۔۔۔آپ بے شک اسکی فون ڈیٹیلز چیک کر لیجیئے ۔۔پاکستان آتے ہی سب سے پہلے ،اس نے سحیل کو کال کی ہے ۔۔ "اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور اسے دیکھ کر نیم انداز میں مسکرادیا۔

اس کے جاتے ہی اس نے شکر کا کلمہ پڑا اور فون کو پکڑ تے ہوئے سائلنٹ پہ لگا دیا۔

"شکر ہے ۔۔ان کو پتہ چل جاتا تو کیا ہوتا؟ " اس نے خود کلامی کی ۔

"اپنے شوہر کو میکے کی ہر بات سے دور رکھنے سے ہی عورت بستی ہے ۔۔میکے میں کیا ہورہا ہے ؟ اور کیا نہیں ؟ اس بات سے بھی زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ آپکے میکے میں ہونے والی بات سے آپکا

سسرال متاثر نہ ہو۔۔جو عورت میکے کی ہر بات سسرال میں اور سسرال کی ہر بات میکے میں بتائے وہ کبھی نہیں بستی ۔۔ "اس کے ذہن میں اماں بی کے کہے الفاظ گونجے۔

اسی بات کو ہی سوچتے ہوئے اس نے جہانگیر سے اپنی ہر بات کو دور رکھا ۔

****

اگلی صبح اس نے سحری کے لیئے سارے لوازمات میز پہ رکھے اور اسکا انتظار کرنے لگی ۔اسکے آتے ہی اس نے اس کے لیئے کھانا پلیٹ میں نکالا۔

اسکا سارا دھیان اس پہ تھا ،جس نے نہ تو اسکی طرف دیکھا اور نہ ہی اس سے کوئی بات کی ۔ بلکہ خاموشی سے سحری کی اور روزہ رکھنے کے بعد اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔

اس نے نماز ادا کی اور جائے نماز تہہ کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی جو اسکے سامنے بیٹھا قرآنِ پاک پڑھ رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسے دیکھتی ہی رہی ۔ جوں ہی اس نے قرآنِ پاک کو سفید لحاف میں لپیٹا تو وہ اسکے پاس آکر بیٹھی کہ شاید وہ اس سے بات کرے مگر بے سود۔ وہ اب بھی چپ تھا۔

اسکی خاموشی اسے عجیب لگی ۔" اسے کیا لگتا ہے کہ میں اس سے بات کرنے کے لیئے مری جارہی ہوں؟ "اس نے دل میں خود سے کہا۔ مگر حقیقتاََ وہ اس سے خود بات کرنا چاہتی تھی ۔

اس نے قرآنِ پاک الماری میں رکھا اور پھر اپنے کام پہ جانے کے لیئے تیار ہونے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ سحری کے وقت سے ہی اس سے بات کرنا چاہ رہی ہے لیکن اس نے اسکی طرف دیکھا تک نہیں۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے ۔۔ "آخر اس نے اس سے بات کرنے کی جسارت کر ہی ڈالی ۔

جواباََ وہ خاموشی سے اپنے پاؤں پہ جوتے پہننے لگا۔

"مجھے نمی بھابھی کی طرف چھوڑ دوگے پلیز۔۔۔ "اس نے ملتجی نگاہوں سے سوال کیا ۔

اب کے اس نے آنکھ اٹھاکر اسے دیکھا۔

"او۔کے ۔۔ "اس نے ایک تھیلے میں اپنے کام کی چیزیں ڈالیں اور باہر لاؤنج میں آکر صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"ابھی تو وہ شاید سورہی ہوں۔۔تو ۔۔ "وہ فوراََ کمرے سے باہر آکر بولی ۔

"مجھے دیر ہورہی ہے کام سے ۔۔تم تھوڑی دیر تک خود چلی جانا۔۔ "وہ صوفے سے اٹھا اور دروازے تک آیا۔

"شاہ ویز۔۔اتنی صبح آخر کس کام کے لیئے جاتے ہو تم ؟" اس کے منہ سے بے اختیار یہ سوال نکلا تھا۔ پورا رمضان اسے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔اور آج وہ اس سے بڑی فکر مندی پوچھ رہی تھی ۔

وہ پلٹا اور اسے معنی خیز نگاہوں سے گھورنے لگا۔" انکے فلیٹ کا تو تمہیں پتہ ہی ہے ۔۔چلی جانا۔۔ "اس نے اتنا کہا اور اسکے سامنے سے آناََ فاناََ غائب ہو گیا۔

آج پاکستان میں انتیسواں رمضان تھا۔ پورے انیتس دن وہ پورا پورا دن گھر میں اکیلے رہ کر تقریباََ پاگل ہوچکی تھی ۔ وہ علی الصبح کام کے لیئے جاتا تو شام کو واپس لوٹتا۔

تقریباََ دو گھنٹے بعد اس نے نمی کی طرف جانے کی تیاری پکڑی ۔ اس کے ذہن میں اسکو لے کر کچھ سوالات تھے ،جس کا جواب وہ اچھے سے جانتی تھی کہ شاہ ویز کے پاس کبھی نہیں ہو گا۔ اسی لیئے اسکا نمی کی طرف جانا ضروری ہو گیا تھا۔

"تم ۔۔ "نمی نے جوں ہی دروازہ کھولا تو اسے اپنے سامنے پایا۔

"وہاٹ اے گریٹ سرپرائز۔۔ "وہ دروازے کے سامنے سے ہٹی اور اسے گھر میں داخل ہونے کے لیئے جگہ دی ۔

"اچھا کیا تم آگئیں۔۔"

وہ صوفے پہ بیٹھی ۔" کیوں؟ یہ کیوں کہا آپ نے ؟ "اس نے اسکی ذومعنی بات کو سمجھنا چاہا۔

"مارکیٹ تک جانا تھا ۔۔لیکن کس کے ساتھ جاؤں؟ محسن بھی بزی ہیں ۔۔کہنے لگے مہر بھابھی ساتھ چلی جانا۔۔ تمہاری طرف آنا تو چاہ رہی تھی ۔پھر سوچا کہیں تم منع نہ کردو۔۔ "اس نے تفصیلی طور پہ اسے آگاہ کیا تو وہ ہولے سے مسکرائی ۔

"نہیں۔۔ منع کیوں کرنا ہے بھلا؟"

"چلو پھر چلتے ہیں۔۔ "نمی نے خوشی سے کہا اور کمرے میں اپنا بیگ لینے چلی گئی ۔

"ام م م ۔۔۔ اچھا۔۔۔ "وہ اپنے دل میں اٹھنے والے سوالوں کو دل میں بمشکل ہی دبائے بیٹھی ہوئی تھی ۔

نمی نے اپنا بیگ کندھے پہ لٹکایا اور باہر آئی ۔" چلو۔۔۔"

"بھابھی ۔۔۔ "وہ اٹھی اور اسے پکارا۔

وہ پلٹی۔" کیا ہوا؟"

"بھابھی ۔۔مجھے آپ سے کچھ کام تھا۔۔ "وہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹتے ہوئے بولی۔

"بھابھی !آپکا فون مل سکتا ہے مجھے ؟؟ "

"فون؟ مگر کس لیئے ؟؟ "اس نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ ۔۔ "وہ بوکھلائی ۔

"دیکھو مہر۔۔۔ اسکے کہے ہوئے پہ یقین رکھو ۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ تمہیں ۔۔ "اس سے پہلے وہ مزید بولتی مہر نے اسکی بات کاٹی ۔

"بھابھی ! میں بہت تکلیف میں ہوں۔۔ جو خود تکلیف میں ہو ۔وہ کسی اور کو کیا تکلیف دے گا؟ "وہ زخمی انداز میں مسکرائی۔

"پھر ؟؟ فون کس لیئے ؟؟"

"کوئی نہیں ہے جس سے میں شیئر کرسکوں۔۔ایک جنت ہی ہے جس سے بات کر سکتی ہوں۔ اور میں جانتی ہوں کہ۔۔ ہم کہاں ہیں ؟اس بارے میں وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی ۔۔لیکن شاہ ویز نے تو ۔۔ "کہتے کہتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی ۔

"مہر۔۔۔ میری پیاری ۔۔ "نمی نے آگے بڑھتے ہوئے اسے گلے سے لگایا۔

"اسے لگتا ہے کہ شماز بھائی اسے مار دیں گے ۔۔ کیا اتنا آسان ہے کسی کو مارنا ؟ اتنا بھی کیا کسی کا ڈر ہوا؟ کیا اسے مجھ پہ بھروسہ نہیں ؟ میرے ہوتے ہوئے شماز بھائی اس پہ ہاتھ ڈالیں ؟ امپاسبل ؟؟"

نمی نے اسے خود سے الگ کیا اور اس کے کہے ہوئے لفظوں پہ چونک اٹھی ۔ اسکی بات سن کر نمی کے چہرے پہ حیرت کے آثار واضح ہوئے ۔

"بھابھی ! میاں بیوی تو ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں ناں؟تو کیا اسے میرا اتنا بھی احساس نہیں؟ میں اس سے کچھ کہہ نہیں سکتی ۔۔کچھ شئیر نہیں کر سکتی ۔۔ "

"تو تم اسے اپنا شوہر تسلیم کر چکی ہو؟ "اس نے خود ساختہ انداز میں پوچھا۔

"میں کون ہوتی ہوں تسلیم کرنے والی ؟ جب بھی میرے دل میں اسکے لیئے جگہ بنتی ہے ،وہ مجھے ایسی مار مارتا ہے کہ میرے سارے زخم پھر سے تازہ ہوجاتے ہیں۔۔اسے لگتا ہے میں اسکی غلام بن کر رہوں۔۔وہ کہے دن ہے تو میں دن کہوں ۔۔وہ کہے تو رات اور میں اسے رات مان لوں؟ لوّ میرج تھوڑی نا ہوئی ہے میری اس سے ۔۔جو ان سب چونچلوں کی امید کرتا ہے وہ مجھ سے ؟ "وہ بے لحاظ ہوکر بولے جارہی تھی ۔

نمی نے تھوڑا مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر اسکی مزید بات سنتے ہوئے سنجیدہ ہوئی ۔

" میں جنت سے بات نہیں کر سکتی ؟اپنے گھر والوں سے بات نہیں کر سکتی ۔۔آخر کیا کروں؟ خود تو صبح صبح نجانے کہاں چلا جاتا ہے ۔۔اور مجھے گھر میں اکیلا چھوڑ دیتا ہے ۔۔ "وہ سسکی بھر کر بولی ۔

"تمہاری اپنی ضد ہی تو تھی کہ تم الگ رہو۔۔ "اس نے اسے اسکی کہی ہوئی بات یاد دلائی ۔

"ہاں۔۔اور اسکی وجہ ۔۔آپکے شوہر ہیں ۔۔ محسن بھائی ۔۔ "

اسکی معصومانہ بات پہ وہ قدرے تصرف سے مسکرائی ۔" مہر۔۔۔تم بھابھی ہی لگتی ہو انکی ۔۔سو وہ وہی کہیں گے نا۔۔"

"وہاٹ ایور۔۔ "وہ بے نیازی سے بولی ۔

"خیر تم نہیں جانتی کہ شاہ ویز صبح صبح کہاں جاتا ہے ؟ "اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
"نہیں۔۔ "اس نے ذرا ہولے سے کہا اور پھر سوالیہ نگاہیں لیئے اسکی طرف دیکھنے لگی ۔

****

دوسری طرف وہ سڑک پہ موجود بجری کو ہتھوڑے سے توڑ رہا تھا۔ گرمی کی شدت کے باعث اسکے ماتھے کا پسینہ اسکی آنکھوں میں جارہا تھا ،جسے وہ اپنی کہنی سے صاف کررہا تھا۔

"تھوڑی دیر آرام کر لو۔۔ پہلے ہی تمہیں بخار ہو رہا ہے ۔۔ "محسن اس کے پاس آکر بولاتو وہ کام کرتا کرتا رکا۔
"نہیں۔۔ اگر روڈ کا کام شام تک مکمل نہ ہوا تو پیسے نہیں ملیں گے ۔۔ کل ہوسکتا ہے عید ہوجائے ۔اور اسکے بعد مجھے اسے لے کر لاہور بھی جانا ہے ۔۔ "
"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن۔۔۔"
"کوئی بات نہیں محسن۔۔۔ "اس نے صاف دلی سے کہا اور پھر سے اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔
"ایم سوری ۔۔شاہ ویز۔۔۔ "وہ نظریں جھکائے شرمندگی سے بولا۔

"سوری کس لیئے؟ تم نے تو مجھے کام دلوایا ہے ۔۔جہاں میرے اپنے کام نہیں آسکے تم کام آئے ہو۔۔اور کام تو کوئی بھی چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتا۔۔ خوشی ہے کہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے کما رہا ہوں۔۔ "وہ مسکرایا تو محسن نے اسکے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی ۔

"افسوس ہوتا ہے مجھے تمہارے ابو پہ ۔۔۔گھر نہ سہی کم از کم ۔۔یہاں کی برانچ کا انچارج تو تمہیں سنبھالنے دیتے ۔۔"

"چھوڑو۔۔ محسن ۔۔۔ جو گزر گیا ،سو گزر گیا۔۔ میں نے جو گناہ کیا ،اسکی یہ سزا تو بہت کم ہے محسن ۔۔ "وہ اپنے ہونٹ کاٹتا ہوا بولا۔

"پھر سے کچھ کہا ہے اس نے ؟ "وہ سمجھ گیا کہ اسی نے ہی اسے کچھ کہا ہو گا۔

"نہیں۔۔وہ کیا کہے گی ؟ کہتی ہی تو نہیں ہے ۔۔سناتی ہے بس۔۔ " وہ سرد آہ بھر کر بولا۔

محسن نے اسے گہری نگاہ سے دیکھا اور خاموشی سے اسکے پاس سے ہوتا ہوا باقی ورکرز کی سپر ویژن کرنے میں مصروف ہوا۔

آج سڑک کی تعمیر کا فائنل مرحلہ تھا ،جو آج شام میں ہر حال میں مکمل کرنا ہی تھا۔ اسی لیئے سبھی ورکرز بے دریغ ،وقت کی پرواہ کیے بناء ہی کام کیئے جا رہے تھے ۔

وہ نمی کے ساتھ رکشے میں بیٹھی ،اسکی طرف بغور دیکھ رہی تھی ۔

"انکل یہاں روک دیں۔۔ "اس نے رکشے والے کو سامنے لگے پیلے بورڈ جس پہ

" سڑک کی تعمیر کا کام جاری ہے "لکھا تھا ،اسکے سامنے رکنے کے لیئے کہا۔

وہ اسکے ساتھ باہر آئی اور رکشے والے کو تھوڑی دیر وہیں رکنے کے لیئے کہا۔

"محسن سپروائزر کا کام کرتے ہیں یہاں۔۔۔ آج سڑک کی تعمیر کا فائنل مرحلہ ہے ،جسے آج شام تک سب کو مکمل کرنا ہے ۔۔اسی لیئے محسن بزی ہیں۔۔ "

اس نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا کہ وہ یہ سب اسے کیوں بتا رہی ہے ؟

اس سے پہلے وہ مزید بولتی ،اسے سب سمجھ آگیا تھا کہ وہ اسے یہاں کیوں لے کر آئی ہے ؟

وہ ہتھوڑا ہاتھ میں لیئے بجری کو توڑ رہا تھا کہ ہتھوڑا بے دھیانی میں اسکے ہاتھ پہ لگ گیا۔ مہر کے قدم تیزی سے اسکی جانب بھاگے ہی تھے کہ وہ جاتے جاتے رکی ۔ اسکے دل میں ہونے والی ہلچل ،اسکے قدموں سے صاف محسوس ہورہی تھی ۔ نمی نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے کھلے دل سے مسکرائی ۔

تیز دھوپ کے باعث اسکی آنکھیں بند ہورہی تھیں ،جنہیں وہ اپنی پوری قوت سے کھولے ہوئے ،اپنے سامنے چند قدم کے فاصلے پہ موجود شخص کو آنکھ بھرتے ہوئے دیکھ رہی تھی ۔

"جب سے تم نے الگ گھر کا کہا ہے ، تبھی سے یہ یہاں کام کر رہا ہے ۔۔ محسن نے اسے سمجھایا بھی کہ یہ کام اس کے لائق نہیں ۔۔۔جوں ہی اور کوئی کام آئے گا تو وہ اسے ضرور بتائے گا۔۔لیکن ۔۔ "اس سے پہلے وہ کچھ بولتی مہر کے قدم تیزی سے پیچھے کی جانب مڑے اور وہ جاکر رکشے میں بیٹھ گئی ۔

اسکے ذہن میں ایک ایک بات گردش کرنے لگی تھی ۔کیسے اس نے اسے پریشان کیا اور کیسے اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ اس حال پہ آپہنچا۔

نمی اسکے ساتھ رکشے میں بیٹھی اسکو بغور دیکھنے لگی ۔ اسکی آنکھیں بظاہر تو کھُلی ہوئی تھیں مگر آنکھوں کے سامنے کوئی اور ہی منظر چل رہا تھا۔

"بھائی ۔۔چلیئے۔۔مارکیٹ تک جانا ہے ۔۔ "اس نے رکشے والے کو ہدایت دی تو اس نے رکشہ سڑک پہ دوڑادیا۔

"تم ٹھیک ہو؟؟؟ "اسکے ماتھے سے پسینے کے ٹپکتے قطرے دیکھ کر اس نے اسے بغور دیکھا۔

جواباََ اس نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے ایک گہری لمبی سانس لی ۔ اسکی حالت دیکھ کر وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ ٹھیک نہیں ہے ۔

"بھابھی !یہ وہ شاہ ویز نہیں ہے ،جسے میں جانتی ہوں۔۔ "اس کی زبان اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی ۔ " اس نے توصرف تکلیف ہی دی ہے۔۔وہ کیسے کسی کے لیئے خود کو تکلیف دے سکتا ہے ؟"

"اگر وہ کسی آپکی شریکِ حیات ہو تو مرد ہنستے ہنستے اسکے لیئے ہر تکلیف سہہ جاتا ہے ۔۔ "

نمی کی بات سن کر وہ مضحکہ خیز انداز میں مسکرائی ۔" آپکو لگتا ہے کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو ایکسیپٹ کر لیا ہے ؟"

"تو کیا نہیں کیا ایکسیپٹ ؟؟ "اس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

جواباََ وہ لاجواب ہو کر رہ گئی ۔

"دیکھو مہر۔۔ وہ جب پور اپورا دن غائب رہتا ہے تو تمہیں برا لگتا ہے ۔۔ تم اس سے اپنے دل کا حال کہنا چاہتی ہو لیکن وہ تمہیں ٹائم نہیں دیتا ۔۔ تمہیں اس سے بھی مسئلہ ہے ۔۔ تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔جبکہ اس نے تمہاری زندگی کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے ۔۔ ارے میری جان۔۔ ایسا ایک بیوی ہی سوچ سکتی ہے ۔۔ اور کوئی نہیں۔۔ "اسکی بات سن کر وہ جنجھلائی ۔

"مت الجھائیں مجھے ۔۔۔ میرا اور اسکا رشتہ صرف کاغذی ہے ۔۔جو بہت جلد ختم ہونے والا ہے ۔۔ "

اسکی بات سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی ۔ اس سے پہلے وہ اسے کچھ کہتی ،رکشہ مارکیٹ کے سامنے رکا۔
دونوں رکشے سے اتریں ۔اس نے رکشے والے کو کرایہ دیااور پھر دونوں بازار میں داخل ہو گئیں۔

****

آج اٹلی میں تیسواں روزہ تھا۔ اور پاکستان میں انتیسواں ۔زلیخا خوش تھی کہ آج اسکا
ولاگ یوٹیوب پہ اپلوڈ ہونے والا ہے۔
"ایسٹرن لو " یہ اسکے ولاگ کا موضوع تھا۔ جسے اس نے بہترین انداز میں فلمایا تھا۔ رمضان کی
مصروفیت کے باعث دونوں اپنے ٹور کا ولاگ یوٹیوب پہ نہ ڈال سکے ۔

وہ لیپ ٹاپ کھولے ولاگ کی سیٹنگ کرنے میں مصروف تھا۔ لیپ ٹاپ پہ ان دونوں کی مری
کی تصاویر اور ویڈیوز موجود تھیں ۔جس میں وہ اسکے کندھے پہ سر رکھے ،اسکی چادر اوڑھے سو
رہی تھی ۔
"جولی ۔۔ "اس نے کچھ سوچتے ہوئے اسکا نام لیا۔
"ام م ۔۔؟ "اس نے سوالیہ انداز میں اسکی طرف دیکھا۔
(I think we should remove their video from our vlog.)
"آئی تھنک ۔۔ووی شُڈ ریموو دئیر ویڈیو فرام آور ولاگ۔۔"

(Danish ! I don't think so.. its a big issue.)

"دانش۔۔۔ آئی ڈونٹ تھنک سو ۔اٹس اے بِگ ایشو۔۔ "اس نے اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

(But...)

" بَٹ۔۔ "اس نے کچھ کہنا چاہا مگر جولی نے اسے ٹوک دیا۔

(Oh God.. whats your problem man? I think this video will cross one million.)

"اوہ گاڈ۔۔وٹس یور پرابلم مین؟؟آئی تھنک دس ویڈیو وِل کراس وَن ملین۔۔ "وہ خوش آئینی انداز میں بولی تو وہ نیم انداز میں مسکرادیا۔

(It means ..you didn't enjoy the tour with me?)

"اِٹ مینز۔۔یو ڈیڈ نٹ انجوائے دی ٹور وِد می ؟ اونلی دس از دی امپورٹنٹ تھنک ؟"

(Yes ..you may say...)

"یس۔۔یو مے سے ۔۔ "اس نے آنکھ مارتے ہوئے کہا تو اس نے آگے بڑھتے ہوئے اسے خوب زور سے گلے لگایا۔

(And Now? What you say?)

"اینڈ ناوَ؟؟ وٹ یو سے ؟؟"

(Ok.. ok.. leave me.. dad is coming here..)

اسکے سوال پہ وہ شرماتی رہ گئی ۔" او۔کے ۔۔او۔کے ۔۔لیو می ۔۔ ڈیڈ از کمنگ ہئیر۔۔ "اس نے خود کو اسکی بانہوں سے آزاد کروایا۔

(Just chill.. He is not coming here Dear .He is busy right now..)

"جس چِل ۔۔ہی ازناٹ کمنگ ہیئر۔۔ہی از بزی رائٹ ناؤ۔۔ "وہ ذومعنی انداز میں مسکرایا تو اس نے پاس پڑا کشن اسکے اوپر پھینکا۔ دونوں کھکھلا کر ہنسنے لگے۔

****

جہانگیر نے اسے آفس سے کال ملائی اور نواز خان کی طرف جانے کی اطلاع دی ۔

"مگر میں تو گھر میں ہی سب تیار کر چکی ہوں۔۔وہاں جانا ضروری ہے کیا؟؟ "اس نے اچاٹ دل سے کہا۔

"جی ضروری ہے ۔۔۔ " اس نے زور دے کر کہا۔

"جانی ۔۔ میرا دل نہیں ۔۔ "اس نے صاف الفاظ میں انکار کیا۔

"اوہ۔۔ہو۔۔ کیا ہو گیا ہے ؟ زلیخا نے انوائٹ کیا ہے ۔ آج اسکا پاکستان کا ولاگ یوٹیوب پہ پبلش ہونے والا ہے ۔بڑی ایکسائٹڈ ہے ۔۔ کہہ رہی تھی ۔اس کے ساتھ بیٹھ کر دیکھوں۔۔سو انکار نہیں کر سکتا۔۔ "وہ اپنے آفس میں موجود فائلز کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا۔

"ہاں تو اس نے آپکا کہا ہے نا؟ میرا جانا ضروری ہے ؟ "اس نے پھر سے سوال کیا۔

"جی ۔۔ بالکل۔۔ جہاں جہانگیر ۔۔ وہاں جانِ جہانگیر۔۔۔ "وہ بے انتہاء محبت سے بولا۔ اسکے لہجے میں محبت کی چاشنی محسوس کرتے ہوئے وہ نیم انداز میں مسکرائی ۔

"اچھا۔۔ ٹھیک ہے ۔۔ "بادل نخواستہ اسے ہاں کہنا ہی پڑی ۔

"نواز انکل نجانے کیوں مجھے دیکھ کر عجیب بیہیو کرتے ہیں۔۔ "فون رکھتے ہی وہ گہری سوچ میں محو ہوئی۔

دوسری طرف اس نے بھی فون رکھا اور پھر سے ایک انجان شخص کے کیئے گئے میسج کو سوچنے لگا۔

اس نے میسج باکس میں سے میسج کھولا جو اسے اسکے پاکستان پہنچنے سے ایک دن بعد کیا گیا تھا۔

"وہ ابھی تک اس کے رابطے میں ہے جہانگیر اگر مجھ پہ یقین نہیں ہے تو۔۔۔ آپ بے شک اسکی فون ڈیٹیلز چیک کر لیجیئے ۔۔ پاکستان آتے ہی سب سے پہلے ،اس نے سہیل کو کال کی ہے ۔۔"

اس نے موبائل کو میز پہ رکھا اور اپنی آنکھیں ملنے لگا ۔"آخر کون ہو گا یہ ؟ "اس نے خود سے سوال کیا مگر جواب ندارد۔

"کیا مجھے جنت سے پوچھنا چاہیئے ؟ "اس نے خود سے دوبارہ سوال کیا۔

"نہیں۔۔ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔ بہت مشکل سے میرے قریب آئی ہے وہ ۔۔ کہیں پھر سے۔۔ "وہ خوف دوچار ہو کر رہ گیا۔

جب سے جنت نے فون کو چھپا کر اس سے ایک سائیڈ پہ رکھا تھا، تبھی سے اسکے ذہن میں یہ میسج گردش کرنے لگا تھا۔حالانکہ وہ اس میسج کو اگنور کر چکا تھا۔

اسی اثناء میں اسکے فون کی بیل بجی ۔

اس نے فون اٹھایا۔" مام اِز کالنگ ۔۔ "جسے اس نے فوراََ سے اٹھایا۔

"میری جان۔۔۔ کیسے ہو جانی ؟ "انکے لہجے سے ممتا کی شرینی ٹپک رہی تھی ۔

"میں ٹھیک ہوں ۔۔آپ کہیئے ؟ آپکی جان کیسی ہے ؟ "اس نے انہیں تنگ کیا۔

"بدتمیز۔۔۔ شرم کرو۔۔ "انہوں نے اسے خوب جھاڑ پلائی ۔

"آخر ڈیڈ نے ایسا کیا کیا ہے ؟جو مجھے شرم کرنی چاہیئے ؟ "

"عادت سے مجبور ہو تم۔۔چپ کر جاؤ۔۔ "انہوں نے تنبیہی انداز میں کہا تو وہ ہنستا ہنستا رکا۔

"ویسے جب سے جنت یہاں آئی ہے ۔۔آپ دونوں تو کچھ زیادہ ہی مصروف ہو گئے ہیں؟ نہیں؟؟اتنے دنوں بعد کال کی وجہ جان سکتا ہوں؟ "

اسکی باتوں کا مطلب وہ بخوبی سمجھ چکی تھیں۔" سنجیدہ ہونا کب سیکھو گے تم ؟ "

"تو کیا کوئی سنجیدگی والی بات ہے ؟ "

"جانی ۔۔۔مار کھاؤ گے تم اب۔۔ "انہوں نے اسے ڈپٹ کر کہا اور پھر خود ہی مسکرادیں۔

"ہماری تو رمضان کی وجہ سے روٹین بہت بزی ہے ۔۔تم بتاؤ؟ کیسا جا رہا ہے سب؟"

"سب ٹھیک ہے ۔۔ آج نواز انکل کی طرف دعوت ہے ہماری ۔ "

"واؤ۔۔ اچھا ہے ۔۔ جنت کو ہر ہفتے ان سے ملوانے لے جایا کرو۔۔ "

"کیا مطلب ؟ میں سمجھا نہیں؟ "ان کی ذو معنی بات کو وہ سمجھ نہ سکا۔

"اوہ۔۔ "وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گئیں۔ بعد ازاں انہیں احساس ہوا کہ انہیں اسے ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جنت اور نواز دونوں کی حقیقت سے وہ بالکل بے بہرہ تھا۔

"مام۔۔کیا بات ہے ؟ کچھ ہے جو مجھے نہیں پتہ ؟ "اسکی طرف سے گہری خاموشی تھی ۔

"مام۔۔۔ کیا ہوا؟"

"ہاں۔۔ نہیں ۔۔کچھ نہیں۔۔ "اس نے اپنا سر جھٹکا۔

"اچھا۔۔ڈیڈ کہاں ہیں ؟ "

"ہوسکتا ہے چاند نکل آئے آج یہاں۔۔تو وہ درزی کے پاس میرے کپڑے لینے گئے ہیں۔۔ "

"اوہ۔۔۔واؤ۔۔۔ ویسے سمجھیئے کہ وہاں عید ہو ہی گئی ۔۔ "اس کی بات سن کر وہ ہنس دیں۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ یہ کیوں کہہ رہا ہے؟ پاکستان میں چاند کس نظر آنا بڑی عام سی جو بات تھی۔

"یہاں تو کل ہو ہی جائے گی ۔۔لیکن آپ لوگوں کا کیا ہے ؟ آدھی رات کو چاند نکل آتا ہے۔اوت چاروناچار عید کرنی ہی پڑتی ہے ۔۔ "وہ کھسیانی ہنسی ہنسا۔

"بیٹا۔۔۔ ذرا آہستہ ۔۔۔آپ بھی یہیں کے ہیں۔۔ "اس نے جیسے اسے یاد دلایا۔

ان کی بات سن کر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"اچھا۔۔اپنی عید کی تصویر بھیج دینا ایک ۔۔۔اور ہاں۔۔جنت سے کہنا اپنی خالہ کو کال کر لے ۔۔وہ بہت اداس ہیں اس سے۔۔"

"خالہ کو؟ "وہ گہری سوچ میں محو ہوا۔

"ہاں۔۔بیچاری کی ماں تو ہے نہیں۔۔ لے دے کر ایک خالہ ہی ہے ۔۔میں تو یہاں آنے سے پہلے بھی اسے اس سے ملوانے لے کر گئی تھی ۔"

اس نے اپنے حواس بحال کیے ۔" کب؟"

"یہاں آنے سے ایک روز پہلے ۔۔کیوں؟کیا ہوا؟ کیا نہیں ملنا چاہیئے تھا؟ "اس کا لہجہ انہیں شش و پنج میں ڈال گیا تھا۔

"نہیں۔۔ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔اچھا بعد میں بات کرتا ہوں۔۔گھر کے لیئے نکلنا ہے ذرا ۔۔ "اس نے بات کو بدلا اور فون رکھ دیا۔

آفس سے گھر واپسی پہ ،پورا راستہ وہ بد حواسی میں ہی رہا۔ اسکے ذہن میں کبھی میسج گردش کرنے لگتا تو کبھی اپنی ماں کی کہی بات ۔۔" تو وہ یہاں آنے سے پہلے وہاں گئی تھی ؟ "اس نے خود کلامی کی ۔

گاڑی کی اسپیڈ تقریباََ ایک سو بیس پہ پہنچ چکی تھی اور اسکا بلڈ پریشر تقریباََ ہائی ہو چکا تھا۔

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔جنت میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی ۔۔ "اس نے ااپنا سر نفی میں بار بار ہلایا جیسے خود کو یقین دلانا چاہتا ہو کہ جو وہ سوچ رہا ہے وہ سب بکواس ہے۔

اسے آج بھی یاد تھا کہ جب اس نے اسے وہاں لے کر جانے کی بات کی تھی تو اسکا زبردست قسم کا ری ایکشن سامنے آیا تھا۔

اس نے گاڑی گھر کے پاس روکی اور کچھ دیر وہیں گاڑی میں بیٹھا رہا۔ اسکے دل میں اسکے لیئے شک کا بیج لگ چکا تھا۔ یہ بیج کس قدر تنا آور درخت بننے والا ہے ،یہ اس نے سوچا نہیں تھا۔

اس کے موبائل پہ جوں ہی بیپ ہوئی تو اس نے اپنا موبائل ہاتھ میں لیا۔

(Bhayia ! My Vlog has been uploaded..please Share it and comment too...)

"بھیا۔مائی ولاگ ہیز بین اپ لوڈڈ۔۔ پلیز شئیر اٹ اینڈ کمنٹ ٹو۔۔۔"زلیخا کی طرف سے اسے یوٹیوب کا لنک شئیر کیا گیا تھا۔

اس نے جوں ہی لنک کھولا تو اسکے مین کور پہ لگی تصویر کو دیکھ کر اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

اس سے پہلے وہ ویڈیو پلے کر پاتا ،موبائل اسکے ہاتھ سے گاڑی کی سیٹ پہ گر گیا۔اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، گاڑی کا پہلا گیئر لگاتے ہوئے ، گاڑی کو سامنے کی سمت چلادیا۔" تو کیا میں تیسرا شخص ہوں؟ " اسکے دل نے اس سے سوال کیا۔

دوسری طرف وہ دعوت کے لیئے خود کو تیار کر چکی تھی ۔ اب بس اسے اسکی آمد کا انتظار تھا۔ مگر اسکا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔ اس نے اسے کئی دفعہ کال ملائی مگر کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

"کہاں رہ گئے آپ ؟؟ "اس نے بار ہا میسج کیا مگر جواب ندارد۔اسکا موبائل بار بار بیپ کر رہا تھا ۔اور وہ تھا کہ اپنی ہی الگ دنیا میں محو ،دیوانہ وار گاڑی کو چلائے جارہا تھا۔

"کیا دونوں اس حد تک انوالو تھے ؟ "اسکے اندر کے انسان نے اس سے سوال کیا۔

" تمہیں شاید ان دونوں میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔۔ "یہ اسکے ضمیر کی آواز تھی جو اسے ملامت کررہا تھا۔" شاید اسی لیئے وہ حقیقت میرے سامنے آئی تھی کہ میں اس سے دور ہو جاؤں۔۔ "ماضی کی کچھ جھلکیاں اسکی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگیں۔

"تو کیا وہ اب بھی ۔۔۔ "وہ یہ بات سوچنے سے بھی ڈر رہا تھا۔

" نہیں۔۔نہیں۔۔ایسا نہیں ہوسکتا۔۔ "وہ بمشکل ہی اپنا سانس بحال کر پایا تھا۔

اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا یہ وہ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس کے لیئے سچ جاننا اور بھی ضروری ہوگیا تھا۔ جو نہ تو وہ اپنی ماں سے پوچھ سکتا تھا اور نہ ہی اس انجان نمبر پہ اسکا کسی سے

رابطہ ہو پارہا تھا۔ اب ایک ہی صورت باقی تھی ۔اور وہ" زلیخا" تھی ۔ جس سے وہ سچ جان سکتا تھا۔

اسکا انتظار کرتے کرتے جنت تقریباََ تھک چکی تھی ۔ اسے اذان کی آواز سنائی دی تو اس نے روزہ افطار کیا اور نماز اداکرنے کے بعد پھر سے موبائل ہاتھ میں لیئے اسے کال کرنے لگی ۔

دوسری طرف وہ زلیخا اور دانش کے سامنے موجود ایک الگ ہی سوچ میں محو تھا۔ نواز اور کرسٹی نے اس سے جنت کے بارے میں پوچھا تو اس نے یہ کہہ کر بات بدل دی کہ" عید کی تیاری میں مصروف ہے ۔۔آپ آیئے گا صبح ملنے۔۔"

وہ اب انتظار میں تھا کہ زلیخا سے کیسے بات شروع کرے ۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ،زلیخا نے شکایتی انداز میں بات شروع کی۔

This is not fair bhayia.. I will come by tomorrow to see my bhabi..

"دس از ناٹ فیئر بھیاء۔۔ آئی وِل کم بائے ٹو ماروٹو سی مائی بھابھی ۔۔ "اس نے اطلاعیہ انداز میں کہا اور پھر لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے اسکی آواز بڑھانے لگی ۔

"شکر ہے تم تو آئے ۔۔۔ بھابھی سے کل ملنے آتے ہیں ہم۔۔"دانش بولا۔

"ام م م ۔۔ "جواباََ وہ نیم انداز میں مسکرادیا۔

زلیخا سمجھ گئی کہ وہ کچھ اپ سیٹ ہے۔ اس نے پلے کی ہوئی ویڈیو کو پاز کیا۔ اور دانش سے اشارۃََ اس سے اسکی پریشانی کی وجہ پوچھنے کے لیئے کہا۔

"کیا بات ہے جہانگیر؟ تم ٹھیک تو ہو؟ بھابھی سے لڑائی تو نہیں ہوئی ؟؟ "اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"نہیں ۔۔ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔ "اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی ۔

اسکے لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ نے دونوں کو اور بے چین کر دیا تھا۔

"یار ۔۔تو ٹھیک تو ہے نا؟ مجھ سے کہہ سکتے ہو تم ۔۔۔ "اس نے اسے بھروسہ دلایا۔

"نہیں یار۔۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے ۔۔ "اس نے زور دے کر کہا۔

زلیخا نے ویڈیو کو سپیس کا بٹن دبا کر دوبارہ پلے کیا۔

Look bhayia. This video has crossed one lac views just in one hour.. seriously...

"لُک ۔۔بھیاء ۔۔دس ویڈیو ہیز کراسڈ وَن لیک ویوز جسٹ ان وَن آور۔۔ سیریئسلی ۔۔ "وہ نہایت پرجوشی سے بولی ۔

"یہ کَور پہ لگی تصویر ؟ "وہ کہتے کہتے رکا۔

"اوہ ۔۔یہ ۔۔۔ "دانش پراسرار انداز میں مسکرایا۔

"یہ کپل ہمیں مری میں ملا تھا۔۔کچھ نہ پوچھو۔۔کس قدر امپریس کیا تھا ان دونوں نے ۔۔نہ صرف ہمیں بلکہ سب کو ہی ۔۔۔تم نے لگتا ہے مکمل ولاگ دیکھا نہیں۔۔ "اسکے منہ سے کہی ایک ایک بات اسکے کانوں میں زہر گھول رہی تھی ۔ اسکا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اور وہ تھا کہ بے ضبط مسکرائے جارہا تھا۔

Please see the complete video..

"پلیز۔۔سی دا کمپلیٹ ویڈیو۔۔۔ "اس نے جہانگیر سے کہا اور پھر دانش کے قریب آکر بیٹھی ۔ ایک ایک منظر اسکے لیئے ناقابل برداشت تھا۔ وہ اپنے ہونٹوں کو اپنے دانتوں کے نیچے دبائے کاٹ رہا تھا اور اپنی انگلیوں کو مسلتے ہوئے خود کو ضبط کر رہا تھا۔

"میری بیوی تو فین ہوگئی ہے ان دونوں کی ۔۔۔ وَلاگ کا نام بھی دیکھو۔۔"ایسٹرن لو " رکھ دیا۔"وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

This is the true love bhayia.. i hope. Bhabi will be just like her..

"دس از دا ٹرو لو بھیاء۔۔آئی ہوپ ۔۔بھابھی وِل بی جسٹ لائک ہر۔۔ "اس نے بے انتہاء پرامیدی ظاہر کی تو اسکا سانس کچھ لمحے کے لیئے رک سا گیا مگر پھر بے اختیار بول اٹھا۔

"یہی تو ہے ۔۔ "

زلیخا نے اسے آنکھوں کو گول کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ اسے کیا کہنا چاہ رہا ہے ۔

اسکے مقابلے میں دانش اسکے کہے ہوئے لفظوں کو سن کر چونک اٹھا۔

"کیا کہا تم نے ؟؟ "

"نہیں۔۔کچھ نہیں۔۔ "اس نے گردن ہلائی اور ان دونوں کے پاس سے اٹھا۔

دونوں اسکی حالت کو دیکھ کر حیران رہ گئے ۔ وہ کچھ دور جاتا جاتا رُکا۔

"دانش۔۔ آپکی ویڈیو کے لائک اور ویوز تو بہت آچکے ہیں اس پہ ۔۔۔لیکن اگر ممکن ہو تو اس میں موجود" ایسٹرن لو "کی تصاویر اور ویڈیوز ہٹادینا۔۔ "اسکی زبان بمشکل ہی اسکے الفاظ مکمل کر پائی تھی ۔ اس نے اتنا کہا اور وہاں سے چل دیا۔

وہ تو وہاں سے چلا گیا لیکن اس کے کہے الفاظ ان دونوں کو سوچ بچار میں ضرور ڈال گئے تھے۔

****

ہارون صاحب عید کی نماز پڑھ کر آئے تو انہیں کچن میں پایا۔ وہ کچن سے سویاں بڑے باؤل میں ڈال کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف لارہی تھیں۔

"آگئے آپ ؟؟ "انہوں نے باؤل میز پہ رکھا اور کرسی پہ آموجود ہوئیں۔

"عید مبارک۔۔ "وہ ان سے ملنے کو آگے کی جانب بڑھے تو وہ تھوڑا پیچھے کو ہولیں ۔

"اوہ ۔۔ہو کیا ہو گیا ہے ؟ کونسا جانی ہے یہاں؟ "

انکی بات سن کر وہ مسکرادیں۔

"ملازمہ البتہ کچن میں ہی ہے ۔۔ "انہوں نے اپنا ہاتھ انکے ہاتھ سے چھڑوایا تو وہ مسکرادیئے۔

"سویاں کھائیں۔۔اور بتائیں کہ کیسی بنی ہیں؟ "

"بتانا کیا ہے بھلا ؟ آپ کے ہاتھ میں تو جادو ہے بیگم۔۔۔"

انہوں نے بڑے چمچ سے سویاں چھوٹے باؤل میں نکالیں اور سویاں مزے سے کھانے لگے۔

"اور آپکی بات ہوئی جانی سے ؟ "انکے سوال پہ وہ مسکرائے ۔

"نہیں۔۔ابھی کہاں۔۔شام میں کرتا ہوں۔۔ابھی شاید وہ بزی ہو۔"

"ہارون !جنت اور نواز میں کیا رشتہ ہے ؟یہ آپ اسے بتا کیوں نہیں دیتے ؟ جنت کا پورا پورا حق ہے کہ وہ جانے اپنے باپ کے بارے میں۔۔۔"

انکی بات پہ وہ سویاں کھاتے رکے ۔

"حق تو ہے ۔۔پورا پورا حق ہے ۔۔لیکن بہتر یہی ہے کہ وہ اس بارے میں نہ جانے ۔۔"

"نہ جانے ؟ مگر کیوں ؟؟ "وہ الجھن کا شکار ہوئیں۔

"دیکھو ۔۔ابھی نہ تو کرسٹی اس کے بارے میں جانتی ہے اور نہ ہی جنت نواز اور اسکی فیملی کے متعلق جانتی ہے ۔۔ اگر بالفرض ۔۔جہانگیر کو ہم بتا بھی دیتے ہیں تو مجھے نہیں لگتا کہ وہ چپ رہے گا۔اگر اس نے ان دونوں کا رشتہ ڈکلیئر کر دیا تو شاید کرسٹی اور زلیخا۔۔ "انکے لبوں پہ آتی آتی بات رک گئی ۔

"بس اسکی بیٹی اسکے پاس پہنچ گئی ہے نا۔۔یہی بہت ہے ۔۔ " انہوں نے بات کو ختم کرنا چاہا ۔

"لیکن ۔۔ہارون۔۔۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے ؟کرسٹی اور زلیخا کو بھلا اس سے کیا مسئلہ ہو گا؟ "انکی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی ۔

"آپ سمجھ نہیں رہیں۔۔ یا سمجھنا نہیں چاہتیں۔۔ کرسٹی سے آج تک اس نے اپنی پہلی شادی کا سچ چھپا کر رکھا ہے ۔۔اب اگر یہ سچ سامنے آیا تو بہت برا ہو گا۔۔"

"مگر ہارون ۔۔یہ غلط ہے ۔۔ " انہوں نے مزید تکرار کی ۔

"ہے تو غلط۔۔لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہو گی کہ جنت اس سے گزرے ہوئے دنوں کا حساب نہیں مانگے گی ؟ ایک طرف اسے کرسٹی کے چھوڑ جانے کا دھچکا لگا رہتا ہے تو دوسری طرف جنت کے دور جانے کا اندیشہ۔خیر۔میں اس سے بات کروں گا اس بارے میں۔۔ "

"ضرور ۔۔ضرور کیجیئے گا۔۔ "انہوں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے انہیں سراہا۔

****

وہ رات گئیے ،اسکا انتظار کرتی رہی مگر اسکا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔ وہ نہ تو اسکا فون اٹھا رہا تھا اور نہ ہی اسکے میسج کا کوئی ریپلائے کر رہا تھا۔ چارونا چار اسے رادھا دیدی کو ہی کال کرنا پڑی ۔

"آجائے گا۔۔کیوں چنتا کرتی ہو تم؟ ہوگا بزی اپنے دوستوں کے ساتھ ۔۔آجاتا ہے کچھ دیر تک۔۔ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔۔میں نیہا کو بھیج دیتی ہوں۔۔ "

انہوں نے فون رکھا اورنیہا کو اسکے پاس جانے کے لیئے کہا۔

رادھا دیدی سے بات کرنے کے بعد بھی اسکی تسلی نہیں ہورہی تھی ۔ نیہا اسے کمپنی دینے آتو گئی تھی مگر اسکی آنکھیں جسکی راہ تک رہی تھیں وہ کہیں گم سا گیا تھا۔

"بھیاء بچے تھوڑی ناہیں بھابھی ؟ کیا ہوگیا ہے آپکو؟؟ "اسکا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر نیہا کو ہنسی آگئی تھی ۔

"نہیں۔۔ایسے ہی ۔۔ "اس نے اپنا موڈ خوشگوار کیا۔

اسی اثناء میں گیراج میں گاڑی داخل ہونے کی آواز سنائی دی تو نیہا اپنی جگہ سے اٹھی ۔اس نے گھڑی پہ نگاہ دالی جس پہ صبح کے تین بج رہے تھے ۔

"لیجیئے ۔۔آگئے ۔۔اچھا۔میں چائے لاتی ہوں آپ دونوں کے لیئے۔۔"

وہ کچن میں چلی گئی ۔

جوں ہی وہ لاؤنج سے داخل ہوا تو وہ دیوانہ وار اسکی جانب لپکی ۔

"کہاں رہ گئے تھے آپ ؟ کب سے تیار ہوں۔۔جانا نہیں تھا دعوت پہ ؟ "اس نے ایک ہی سانس میں بناء اسکی حالت کا جائزہ لیئے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی ۔

جواباََ اسکی طرف سے کسی قسم کے ردِ عمل کا اظہار نہ کیا گیا۔ اس نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں؟؟ "

اب کے اس نے اسے شکایتی نظروں سے دیکھا تو وہ سخت تناؤ کا شکار ہوئی ۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟ ناراض ہیں کیا مجھ سے ؟"

وہ اسکے سوالوں کا بھلا کیا جواب دیتا ؟ جب وہ اپنے ہی کیئے گئے سوالوں کا جواب دینے سے قاصر تھا۔

"میں تیار تو تھی ۔۔آپ ہی نہیں آئے ۔۔"

اس نے خود ساختہ انداز میں کہا تو وہ گہرا سانس لے کر اسے دیکھنے لگا۔

"آپ ٹھیک کہتے تھے کہ محبت دعا ہے ۔۔" اسکے ذہن میں اسکا یہ اعترافی جملہ کافی دیر تک گھومتا رہا۔

"جہانگیر؟؟؟ کیا بات ہے ؟ اب آپ پریشانی کر رہے ہیں مجھے۔۔ "اسکی آواز بھرا سی گئی ۔

"میں بہت تھک چکا ہوں۔۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔۔ " اس نے اتنا کہا اور کمرے کی جانب چلا گیا۔ اس سے پہلے وہ اسکے پیچھے پیچھے آتی ،اس نے کمرے کا دروازہ زور سے بند کیا ،جس پہ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رکی ۔

نیہا کچن سے باہر آئی اور یہ سارا منظر دیکھ کر کچھ دیر کے لیئے حیران رہ گئی ۔ اس نے آج تک جہانگیر کا ایسا رویہ نہیں دیکھا تھا۔

"کیا ہوا بھیاء کو؟ "اس نے چائے میز پہ رکھی اور اسکے قریب آکر بولی ۔

"پتہ نہیں۔۔۔ "اسکی زبان سے بمشکل ہی یہ ادا ہوا تھا کہ اسکی آنکھوں سے آنسو بارش کی صورت بہنے لگے ۔

"کچھ کہا بھیاء نے ؟ "اس نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"نہیں۔۔کچھ کہا ہی تو نہیں ہے ۔۔"

"اوہ ۔۔۔ریلیکس۔۔۔ "اس نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا اور دلاسہ دیا۔ " طبعیت ٹھیک نہیں ہوگی انکی ۔۔۔آپ پریشان نہ ہوں۔۔"

"کیسے پریشان نہ ہوں؟ شام سے انکا انتظار کر رہی ہوں۔۔اور انہیں احساس ہی نہیں۔۔بجائے اسکے کہ میں ان پہ غصہ کروں۔۔الٹا یہ۔۔ "اس نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو تیزی سے صاف کیا۔

"میں نے تو سوچا تھا کہ یہ آئیں گے تو ان سے خوب لڑوں گی ۔۔جھگڑا کروں گی ۔۔اور یہ مجھے منائیں گے ۔۔مگر یہاں تو۔۔ "

"اچھا آپ روئیں تو نہیں نا۔۔۔ "اس نے اسکے آنسوؤں کو صاف کیا۔

*****

مفاہمت

صبح و سویرے اسکی آنکھ کھلی تو اس نے اسے نیم بیہوشی کی حالت میں بستر پہ پایا۔وہ صوفے پر سے اٹھی اور گھڑی پہ ایک نظر ڈال کر اسکے قریب آئی ۔

صبح کے نو بج رہے تھے ۔

"شاہ ویز؟ تم ٹھیک ہو؟؟ "اس نے اسے بلانا چاہا مگر وہ بستر پہ دھت سویا ہوا تھا۔

اب کی بار اس نے اسے ہاتھ لگا کر جگانا چاہا مگر اسے ہاتھ لگاتے لگاتے رک گئی ۔

" اٹھ جاؤ۔۔۔کیا ہوگیا ہے ؟ عید ہے آج ۔۔کم از کم عید کی نماز تو پڑھ لیتے تم ۔۔۔"

"پڑھ کر ہی آیا ہوں ابھی ۔ "وہ اپنی خراب طبعیت کے باعث صرف اتنا ہی بول پایا تھا۔

اس نے اسے بغور دیکھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ جب نماز پڑھنے گیا ہو گا ،تب وہ سو رہی تھی ۔

"تم رات میں کب آئے ؟ اور مجھے جگایا کیوں نہیں ؟ "اس نے بڑے حق سے سوال کیا۔

اس نے چاہا کہ وہ اسے جواب دے مگر چاہ کر بھی اسکی زبان ،اسکا ساتھ نہ دے سکی ۔

"نمی بھابھی کے ساتھ بازار گئی تھی، تو تمہارے لیئے عید کا جوڑا لائی تھی۔۔وہ پہن کر نماز پڑھ لیتے ۔۔ "اب کے وہ حیران ہوا۔ اس نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی مگر اسکے قدموں نے اسکا ساتھ نہ دیا۔اس نے آگے بڑھ کر اسے تھاماتو وہ اسکی بانہوں میں آ ِگرا۔

اسکا ہاتھ جوں ہی اسکے ہاتھوں کو چھوا تو اسکے ہاتھوں کی تپش کو محسوس کرتے ہوئے وہ ٹھٹھک کر رہ گئی ۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے ۔۔ "اس نے اسے بستر پہ لٹایا تو اس نے اپنی آنکھوں کو نیم انداز میں کھولا اور مسکرادیا۔

"تو تمہیں محسوس کرنا بھی آتاہے؟ "وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔اسکے لہجے میں درد واضح تھا۔

"تم نہیں بدل سکتے ۔۔۔اس حالت میں بھی بکواس کرنے سے باز نہ آنا۔۔ "اس نے قدرے غصے سے کہااور اسکے پاس سے دور ہٹی ۔

وہ فوراَ َ سے کچن میں گئی اور ایک بڑے باؤل میں ٹھنڈاپانی بھر کر لائی اور ساتھ میں دو تین پٹیاں بھی ۔ اس نے باؤل کو بستر کے دائیں طرف موجود میز پہ رکھا اور پٹیوں کو اس میں ڈبو کر اسکے سر پہ رکھنے لگی ۔

اسے جوں ہی اسکے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں آہستہ کھولیں۔ ایک لمحے کے لیئے تو وہ اسکے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس میں کھو سا گیا تھا۔

"مجھے تم سے محبت ہونے لگی ہے مہر۔۔ "وہ بے اختیار بول اٹھا۔

وہ اسکے سر پہ پانی میں بگھوئی دوسری پٹی رکھتے رکھتے رکی ۔اسکا دل رک سا گیا تھا۔اس نے آنکھیں کھولیں اور اسکا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے خمار آلود لہجے میں بولا۔

"کیا کروں میں اپنے اس دل کا؟"

اس نے اسکی سرخ آلود آنکھوں میں دیکھا۔اس نے فوراََ سے اپنا ہاتھ ،اسکے ہاتھ سے چھڑوایا۔

وہ جہاں کھڑی تھی ،وہیں ساکت حالت میں کھڑی رہی ۔ وہ ابھی تک اسکے کہے ہوئے کے زیرِ اثر تھی ۔

دوسری طرف وہ دوبارہ نیند کی کیفیت میں چلا گیا تھا۔اسے یوں بے یارومدد گار چھوڑنا اسکے بس میں نہیں تھا۔ اس نے اس پہ گہری نگاہ ڈالی ۔ وہ مکمل طور پہ سوچکا تھا۔ اب کے وہ اسکے پاس بیٹھی اور دوبارہ سے اسکے ماتھے پہ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کرنے لگی ۔

کوئی دو تین گھنٹے وہ اسکے سرہانے کے پاس بیٹھی رہی ۔

"یہ کیسے یہ دعوٰی کر سکتا ہے؟محبت؟مجھ سے؟؟امپاسبل۔۔۔اسے تو جنت سے محبت تھی نا۔۔"

وہ ابھی تک اسکے کہے ہوئے کے زیرِ اثر تھی۔

****

ششش و پنج کے عالم میں اسکی پوری رات ڈائننگ ٹیبل پہ ہی گزر گئی تھی۔ جوں ہی صبح جہانگیر کمرے سے باہر آیا تو اسے ڈائننگ ٹیبل پہ سویا ہوا پایا۔وہ اسکے قریب آیا اور اسے دیکھتے ہوئے خود کلامی کرنے لگا۔

"جانتا ہوں ۔۔تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے ۔۔سارا قصور میرا ہے جنت ۔۔لیکن میں کیا کروں ؟ میں تم سے چاہے جتنی محبت بھی کر لوں۔۔لیکن تم پہ شک نہیں کر سکتا ۔۔کیونکہ محبت میں شک تو ہوتا ہی نہیں۔اور۔جس محبت میں شک ہو ،وہ محبت ،محبت نہیں ہوتی ۔۔۔سزا ہوتی ہے ۔۔آپکے لیے بھی اور اس کے لیئے بھی ،جسے آپ چاہتے ہیں۔۔۔"

وہ اسکے چہرے کی طرف بغور دیکھتے ہوئے بولا ۔

اس نے اپنی نیم آنکھیں کھولیں تو اسے اپنے سامنے کسی کا سایہ محسوس ہوا۔جوں ہی اس نے سامنے کی جانب نگاہ دوڑائی تو اسے اپنے سامنے پاکر مسکرادی ۔ بعد ازاں جب اسے اسکا گستاخانہ لہجہ یاد آیا تو اسکے چہرے کی مسکراہٹ زائل سی ہوگئی ۔

"کیسی ہو تم ؟ "وہ اسکے سامنے آکر بیٹھا۔

جواباً وہ نیم انداز میں مسکرائی ۔" مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کیسی ہوں؟ یہ پوچھیئے کہ آپ کیسے ہیں؟"

اسکی ذومعنی بات کو وہ سمجھ گیا تھا۔۔ تبھی گہری سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے سوالیہ بولا۔" تو کیسا ہوں میں ؟"

"خود غرض۔۔۔صرف اپنے بارے میں سوچنے والے۔۔ "اس نے بے دھڑک ہو کر کہا تو وہ زخمی انداز میں مسکرادیا۔

"یہ کیسے کہہ سکتی ہو تم ؟"

"رات گئے آپکا انتظار کرتی رہی ہوں۔۔اور آپ ؟ خود دیر سے آئے ۔۔اور اوپر سے غصہ بھی مجھی پہ ۔۔ "وہ بے اختیار بولی ۔

"میں نے تمہیں کچھ کہا ہی کب تھا؟"

"کہا نہیں۔۔لیکن آپکا لہجہ کافی تھا سب کہنے کے لیئے۔۔۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔۔او نہہ ۔۔ "اس نے اسکے انداز کی خوب نقالی کی تو وہ کھسیانی ہنسی ہنسا۔

"ہنسیں نہیں۔۔ ایک دفعہ بھی پوچھا مجھ سے ؟ کہ میں نے کتنا انتظار کیا آپکا؟"

"تم نے واقعی میرا انتظار کیا ؟ "اسکی آنکھوں میں چھپا سوال اپنے اندر کئی سوال چھپا کر رکھے ہوئے تھا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟ "وہ ہکا بکا رہ گئی ۔

"مطلب صاف ہے جنت۔۔ "اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"جنت؟ جانِ جانی کیوں نہیں؟"

اب کے وہ قدرے تصرف سے مسکرایا، جیسے اپنے اندر کوئی گہرا دکھ چھپائے ہوئے ہو۔

"جانی ؟ کیا بات ہے ؟؟؟ کچھ ہوا ہے ؟ "اب کے اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھاتو اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"یہ تو تم بتاؤ۔۔"

"مجھے صاف صاف بتائیں گے کہ آخر ایسا کیا ہوا ہے جو آپ اس طرح سے ۔۔ "وہ کہتے کہتے رکی ۔

"تم نے کبھی مجھ سے کچھ چھپایا تو نہیں؟ "اس نے بلا واسطہ سوال پوچھ ڈالا۔

"نہیں۔۔ میں کیا چھپاؤں گی ؟ میری ذات سے منسلک ہر بات ،آپ کی ذات سے ہی تو منسلک ہے اب۔۔ "اس نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا تو وہ دلبرداشتہ ہوکر آخر بول ہی پڑا۔

"کیا پاکستان جاتے ہی تم نے سب سے پہلی کال اسے کی تھی ؟؟"

اسکے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں واضح ہوئیں۔اس نے اپنا ہاتھ فوراََ سے اسکے ہاتھ پر سے ہٹایا۔

"صاف صاف کہیئے۔۔آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ اسکا ذکر تمہارے نام کے ساتھ جوڑ سکوں۔۔ "وہ سرد آہ بھر کر بولا۔

اب کے اسکی سمجھ میں ساری کہانی آگئی تھی ۔

"میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ یہ سب آپکو کس نے بتایا۔۔لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ آپکا اب مجھ پہ شک کرنا بنتا نہیں۔۔ "وہ بمشکل ہی بول پائی تھی ۔

وہ کرسی پر سے اٹھی اور وہاں سے جانے لگی ۔

"شک نہیں کررہا جنت۔۔۔ "وہ بھی کرسی سے اٹھا۔

وہ جاتے جاتے رکی اور پلٹی ۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔ "اس نے اتنا کہا اور منہ پھیر کر کھڑی ہوگئی ۔

جواباََ اس نے تیزی سے قدم بڑھائے اور اسکے سامنے آکر رک گیا۔

" پلیز۔۔جنت ۔۔۔مجھے بتاؤ۔۔۔ کیا واقعی میں تم دونوں کے درمیان آیا ہوں؟ کیا حقیقت جاننے کے بعد مجھے تمہیں اپنا نا نہیں چاہیئے تھا۔"

"اب تو واقعی اپنانا نہیں چاہیئے تھا۔۔ "اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

اس نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما۔" پلیز۔۔۔جنت ۔۔مجھے بتاؤ۔۔میں بہت تکلیف میں ہوں۔۔ شدید تکلیف میں۔۔ "اسکی آواز کانپنے لگی تھی ۔

"تم اس سے ملنے بھی گئی تھی نا؟"

اب کے اس سے برداشت نہ ہوسکا۔اس نے ایک ہی جھٹکے میں اپناہاتھ اسکے ہاتھ میں سے چھڑوایا۔" تو جس سے آپ نے انکوائری کروائی ہے ،اس نے آپکو پورے وثوق سے کچھ نہیں بتایا؟ " اسکی آواز بِھرا سی گئی ۔لہجے میں دکھ کے ساتھ طنز واضح تھا۔

"جنت۔۔۔ پلیز۔۔اگر تم ابھی بھی اسکو اپنے ذہن سے نہیں نکال پائی تو کوئی ضرورت نہیں میرے ساتھ سمجھوتا کرنے کی ۔۔میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں کہ ۔۔"اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کر پاتا اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مزید کچھ بھی بولنے سے منع کیا اور اسکی نظروں کے سامنے سے اوجھل ہوگئی ۔

****

شاہ ویز کی آنکھ کھُلی تو اس نے اسے اپنے سامنے پایا۔ وہ اسکے سامنے موجود کرسی پہ بیٹھی غنودگی کی حالت میں تھی ۔ وہ کہنیوں کا سہارا لے کر اٹھاتو اسکی آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کیسے ہو تم اب؟؟ "اس نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ "اس نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"تم ٹھیک نہیں ہو ۔۔مجھے لگتا ہے ،ہمیں ڈاکٹر کو دکھانا چاہیئے۔۔ "

اسکے مشورے سے کہیں زیادہ اسکے منہ سے" تم "کی بجائے " ہم " کہے جانے پہ وہ چونکا۔

"کیا ہوا؟ کچھ کہا ہے میں نے ۔۔ "اس نے زور دے کر کہا۔

"لاہور جانا ہے شام میں۔۔ "اس نے اتنا کہا اور بستر پر سے نیچے اترا۔

"مجھے نہیں جانا ۔۔ "اس سے پہلے وہ کمرے سے باہر جاپاتا،مہر کے منہ سے نکلے لفظوں پہ وہ جاتا جاتا رُکا۔

اس نے پلٹ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے ۔۔پہلے تم ٹھیک ہو جاؤ۔۔پھر چلتے ہیں۔۔ ویسے بھی رمشا سے بات ہوئی تھی نمی بھابھی کے فون پہ ۔۔بتا رہی تھی تین دن بعد کانووکیشن ہے گریجوئیشن کی ۔۔یونیورسٹی جانا ہے تو پھر ۔۔ "اس سے پہلے وہ پوری بات کہہ پاتی ،وہ چپ چاپ وہاں سے نکل گیا۔

اس نے ہاتھ منہ دھویا اور تولیے کی مدد سے منہ خشک کرنے کے بعد کمرے میں واپس آیا۔

جوں ہی اس نے وارڈ روب کو کھولا تو اس میں ایک نفیس قسم کالباس اسکا منتظر تھا۔ اسکے پاس اپنے ایک جوڑے کے علاوہ سبھی محسن کے کپڑے تھے ،اور اب اس نئے سوٹ کا اضافہ دیکھ کر وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"کیا ہوا ؟ "وہ فوراََ سے آگے بڑھی ۔ اسکا دھیان اپنے لائے ہوئے لباس پہ پا کر اس نے دوبارہ سوال کیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟ "

جب اسکی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ خود ہی بولی ۔ " تائی جی ہوتیں تو شاید وہ تمہارے لیئے نیا سوٹ لاتیں۔۔تو۔۔میں۔۔ "اسکی سوالیہ نگاہوں نے اسے پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ سو وہ چپ کر گئی ۔

اس نے ایک نظر اس کے حلیے پہ ڈالی ۔ حسبِ معمول وہ نمی بھابھی سے لیئے ہوئے کپڑوں میں ہی ملبوس ہوتی تھی یا جو رمضان سے پہلے چند کپڑے خرید کر لائی تھی ۔

"تمہارے پاس پیسے کہاں سے آئے ؟"

"بتانا ضروری ہے ؟ "

"ہاں۔۔ورنہ میں اس کو ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا۔۔ "اس نے شرطیہ انداز میں کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ۔۔ تم نے بھی تو گھڑی بیچ دی تھی گھر کے سامان کے لیئے۔۔ اور میرے پوچھنے پہ تم نے مجھے بتایا کیا؟ "اس نے بچوں کی طرح کہا تو وہ نیم انداز میں مسکرایا۔

"تم اتنی مہربان کب سے ہو گئی اپنے اس دشمن پہ ؟ "

اسکی بات سن کر اسکا دل میں ایک عجیب سا شور برپا ہو گیا مگر لب کچھ بھی کہنے سے قاصر تھے ۔

وہ بھی اسی کے انداز میں مسکرائی ۔ اس نے کرتہ اپنے ہاتھوں سے نکالا اور اسکے ہاتھ میں تھمایا۔

"ایک مہربانی تم بھی کرو ۔۔ پہن کر آؤ اسے ۔۔"

"کہیں جانا تھوڑی نا ہے میں نے ؟ "اس نے تکرار کی تو وہ چڑ کر بولی ۔

"ہم نے جانا ہے ۔۔اور وہ بھی ڈاکٹر کے پاس۔۔اور پلیز۔۔۔اب بس۔۔ زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔۔ "اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بزرگانہ انداز میں کہا۔

اسکا اپنے لیئے بدلتا رویہ دیکھ کر وہ واقعی حیران ہوئے بناء نہ رہ سکا۔

****

جہانگیر عید کی نماز پڑھنے کے لیئے چلا گیا ۔ مسجد الھدٰی میں مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ عید کی نماز کی ادائیگی کے لیئے جمع تھا۔

"یا اللہ ۔۔مجھ سے ایسا گناہ نہ ہونے دینا ،جس سے میں جانے انجانے میں دو دلوں کو برباد کر بیٹھوں۔۔مجھے اس قابل بنا دے کہ میں کسی کے ویران دل کو آباد کر سکوں۔۔ " نماز کے بعد دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے وہ آنکھوں کو بند کیئے اپنے دل میں اللہ سے باتیں کر رہا تھا۔ بے شک وہ رب ،اسے چاہے آہستہ پکارو یا گڑ گڑا کر وہ اپنے بندے کے دل کی آواز سنتا اور جانتا ہے ۔

دانش اور نواز صاحب سے اسکی ملاقات وہیں مسجد میں ہوئی ۔

"بیٹا۔۔ اگر برا نہ لگے تو آج جنت بیٹی کو ہمارے ہاں لے آؤ۔۔ "نواز صاحب نے التجائیہ انداز میں کہا تو دانش نے انہیں بغور دیکھا۔انکے چہرے سے ٹپکتی محبت صاف دکھائی دے رہی تھی ۔

"میرا اور جولی کا پلین تھا ویسے آج انکی طرف جانے کا۔۔ لیکن کوئی بات نہیں۔۔۔ آپ آجائیں۔۔ یہ زیادہ اچھا ہے ۔۔"

"ہاں۔۔ٹھیک کہا۔۔ "انھوں نے دانش کی طرف دیکھتے ہوئے تائیدی انداز میں کہا۔

"جی ۔۔انشاء اللہ ۔۔ "اس نے دونوں سے دوبارہ مصافحہ کیا اور گھر کو واپس لوٹ آیا۔

اس نے گاڑی پورچ میں روکی اور اس سے باہر آیا۔ اس سے پہلے وہ لاؤنج میں داخل ہوتا اسکے موبائل پہ مسزہارون کی کال آچکی تھی ،جو جنت سے بات کرنے کی خواہشمند تھیں ۔انکے بار بار اصرار کرنے پہ اس نے ان سے اسکی بات کروانے کی ہامی بھری ۔

"میں آپکو دس منٹ تک کال بیک کرتا ہوں۔۔وہ ابھی تیار ہورہی ہے ۔۔اس لیئے۔۔ "اس نے بہانہ گڑھا ۔

جہاں جنت تکلیف میں تھی ،وہاں سکون میں وہ بھی نہیں تھا۔ جتنی اذیت اور بے سکونی میں وہ تھی ،اتنی ہی اذیت میں وہ بھی تھا۔ اس نے اپنے قدم جوں ہی کمرے کی جانب بڑھائے تو اسے کمرے کے اندر سے اسکے رونے کی آواز صاف اور واضح آرہی تھیں۔

"کیا بس یہاں تک ہی بھروسہ تھا آپکا جہانگیر؟ مجھے تو لگا تھا کہ میری سزا ختم ہو چکی ہے ۔۔لیکن ۔۔شاید میں غلط تھی ۔۔میری اصل سزا تو شروع ہی اب ہوئی ہے ۔۔ "وہ آئینے کے سامنے کھڑی زاروقطار رورہی تھی ۔

اس نے سوچا کہ وہ کسی طرح خود کو رونے سے روکے مگر چاہ کر بھی وہ ایسا نہ کر سکی ۔

"اماں بی ! کہاں چلی گئیں آپ؟مجھے چھوڑ کر۔۔کاش میرے ابا میرے پاس ہوتے تو میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا۔۔ مجھ پہ کوئی بھی الزام لگانے سے پہلے ،کم از کم سب یہ تو سوچ لیتے کہ انہیں پوچھنے والا ،میرا باپ میرے ساتھ ہے ۔"اس نے اپنے منہ پہ زور سے ہاتھ رکھا تاکہ اس کے منہ سے نکلنے والی آواز کمرے سے باہر نہ جا سکے ۔

جہانگیر نے آہستہ سے دروازے پہ دستک دی ۔ " جنت۔۔ممی کی کال آرہی ہے۔۔پلیز باہر آؤ۔۔ "اس نے ذرا آہستہ سے کہا ۔

اسکے التجائیہ الفاظ سنتے ہی اس نے اپنی بہتی ہوئی آنکھوں کو صاف کیا اور واش روم میں جاتے ہی اپنے منہ پہ فروانی سے پانی ڈالا۔ جتنا پانی وہ اپنے منہ پہ ڈال رہی تھی ،اتنی ہی تیزی سے اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا بے ضبط سلسلہ جاری ہونے لگا تھا۔

اس نے ٹشو کی مدد سے اپنے منہ سے پانی اور آنسوؤں کے قطروں کی آمیزش کو صاف کیا اوراپنا حلیہ درست کرتے ہوئے کمرے سے باہر آئی ،جہاں دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا وہ اسکا منتظر تھا۔

"آئی ۔ایم ۔سوری ۔جنت۔۔ میرا مطلب وہ نہیں تھا جو تم نے سمجھا۔۔میرا مطلب تو بس یہ تھا کہ ۔۔۔ "

"ممی کو کال ملائیے۔۔ میری ان سے بات کروادیجیئے۔۔ "اس نے دوٹوک لفظوں میں کہا تو وہ بات کرتا کرتا رکا۔

"پلیز۔۔۔ممی کو کچھ نہ بتانا۔۔ "اس نے اسکی منت کی تو وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی ۔

"آپکو شاید میں بیوقوف لگتی ہوں۔۔جانتی ہوں کہ میاں بیوی کے رشتے کی اہمیت کیا ہے ؟ "اس نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے بات لگا ہی دی تو وہ چپ ہو کر رہ گیا۔

****

دونوں سب سے پہلے کلینک پہ گئے ،جہاں ڈاکٹر نے اسکا معائنہ کیا۔ کلینک سے واپسی پہ اس نے شاپنگ مال کے لیئے رکشہ کروایا ۔

"یہاں کیوں آگئے ہم ؟ گھر نہیں جانا تھا؟ "رکشے سے اترتے ہوئے شاپنگ مال کو سامنے پاکر وہ چکرا گئی ۔

جواباََ وہ خاموش ہی رہا اور شاپنگ مال کی طرف خراماں قدم بڑھانے لگا۔

"کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔۔ "اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"تم چپ رہ سکتی ہو کیا؟ "اس نے اسے خوب آنکھیں دکھائیں تو وہ چپ ہو کر رہ گئی ۔

اس نے اسے عید پہ پہننے کے لیئے جوڑا دلوایا اور کچھ جیولری بھی۔ پورا رستہ وہ اسے بغور دیکھتی ہی رہی ۔ اسکے ذہن میں اسکی نیم بیہوشی میں کہے الفاظ بار بار گھوم رہے تھے ۔

"کیا واقعی اسے مجھ سے محبت ہوگئی ہے۔۔ "اس کے دل نے اس سے سوال کیا۔

" نہیں نہیں۔۔ایسا نہیں ہوسکتا۔۔ " گویا اس نے خود کو خود ہی جواب دیا۔

گھر آنے کے بعد اس نے اپنا دوپٹہ ڈھیلا کیا اور کچن میں اسکے لیئے چائے بنانے چلی گئی ۔ اس نے بڑے باؤل میں چائے ڈالی اور اس میں رَس ڈبوکر اسکے سامنے رکھا۔

اس نے برا سا منہ بنا کر باؤل کی طرف نگاہ دوڑائی ۔

"زیادہ بننے کی ضرورت نہیں۔۔ کھاؤ اسے ۔۔اسکے بعد دوا بھی کھانی ہے تم نے ۔۔ "اس نے حکمیہ انداز میں کہاتو چاروناچار اسے چائے رَس کھانا پڑے ۔

"تم نے اپنا بریسلیٹ بیچا ہے ؟ "اس سے پہلے وہ اسکے سامنے سے جاتی ،اس نے اسکے ہاتھوں میں موجود بریسلیٹ کو نا پاکر پوچھا۔

جواباَ اس نے اثبات میں گردن ہلائی ۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟ "

"نہیں۔۔ "اس نے نہایت سادگی سے کہا تو اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

"چچا جان نے گفٹ کیا تھا تمہیں۔۔تمہارے میٹرک کے رزلٹ میں ٹاپ کرنے پہ ۔۔اور تم نے ۔۔ "وہ دکھی ہوا۔

"ہوگیا ؟یا اور کچھ ؟ "اس نے خود کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو۔۔مہر۔۔ یہ ضروری نہیں تھا۔۔ چچا جان کا دیا ہوا گفٹ تھا وہ ۔۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ "اب کے وہ ذرا نرمی سے بولا۔

"جب تم میرے لیئے اتنا کر سکتے ہو تو میں کیوں نہیں؟ "وہ بے ساختہ بول اٹھی تو وہ حیران ہو کر رہ گیا۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں؟ "وہ چائے میں ڈبوئے رَس کھاتا کھاتا رُکا۔

"پورا مہینہ روزے کی حالت میں شدید دھوپ میں کام کرتے رہے ہو تم ۔۔آخر کس لیئے ؟ سمجھاؤ گے ؟ "اس نے ذرا زور دے کر پوچھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ نمی کے ساتھ ہی ،وہ اسکے کام کرنے کی جگہ پر گئی ہوگی ۔

"تمہارے لیئے ۔۔ "اس نے بناء لگی لپٹی کے ایک لفظ میں جواب دیا۔

"ہاں تو پھر میں نے بھی تمہارے لیئے ہی کیا ہے ۔۔ "وہ بے اختیار بول اٹھی تو وہ ساکت ہو کر رہ گیا۔

"دیکھو شاہ ویز۔۔۔تم کیا تھے ؟ یہ میں بھول چکی ہوں۔۔لیکن۔تم کیا ہو؟ یہ میں اچھے سے جانتی ہوں۔۔ ہم پہ جو وقت پڑا۔۔بھلے ہی وہ مشکل تھا۔۔لیکن ۔۔ سہہ لیا ہے ہم نے مل کر۔۔ سچ کہوں تو اب میرا جی نہیں چاہتا کہ میں لاہور جاؤں۔۔ کیونکہ جب مجھے ان سب کی ضرورت تھی ،تب انہوں نے میرا ساتھ نہیں دیا۔۔ بھلے ہی وہ پرابلم تم سے شروع ہوئی تھی مگر تم نے مجھ سے منہ نہیں موڑا۔۔ میرا ہاتھ تھاما۔۔ لیکن اب۔۔ "وہ بات کرتے کرتے رُکی تو اسکا سانس اٹک کر رہ گیا۔

"اب؟ "

"اب میں نہیں چاہتی کہ یہ رشتہ ٹوٹے۔۔ اماں بی کی اوڑھائی گئی چادر کے سائے تلے امی نے مجھے تمہارے ساتھ رخصت کیا تھا۔۔میں اُس چادر کی لاج رکھنا چاہتی ہوں۔۔ "وہ تفہیمی انداز میں بولی تو اسکے دل میں بجھے کئی چراغ ٹمٹمانے لگے ۔ اسکے دل میں موجود روشن چراغ کی روشنی اسکی آنکھوں کے رستے سے صاف جھلک رہی تھی ۔

"اچھا دوا کھا لو تم۔۔۔میں عید کا جوڑا پہن کر آتی ہوں۔۔پھر محسن بھائی کی طرف چلتے ہیں۔۔ "اس نے اتنا کہا اور اسکے سامنے سے ہٹ گئی ۔

"سیرئیسلی ۔۔۔ "شاہ ویز کا دل کسی بچے کی طرح اچھل رہا تھا۔" اتنا سب کچھ اس نے اتنی آسانی سے کہہ دیا۔ واؤ۔۔"

دوسری طرف اس نے اسکا دلوایا ہوا جوڑا پہنا اور ہلکا پھلکا میک اپ کیا ۔ کندھوں تک بالوں کو پھیلائے اسکے چہرے کی رونق میں خوب اضافہ ہورہا تھا۔ جب سے وہ فیصل آباد آئی تھی ،اس نے اماں بی کی چادر کو کہیں سائیڈ پہ ہی رکھ دیا تھا۔آج اس نے انکی چادر کو اپنے کندھوں تک پھیلایا اور آئینے میں خود کو دیکھ کر مسکرادی ۔ ایک عرصے بعد اسکے چہرے کی رونق بحال ہوئی تھی ۔

****

"چچی جان ؟ پلیز سنبھالیئے خود کو۔۔ "علینہ انکے برابر میں بیٹھی ،ان سے بولی ۔ وہ سبزی کاٹنے میں انکی مدد کروارہی تھی۔

"پیاز لگ رہے ہیں آنکھوں میں۔۔ "انہوں نے بہانہ گڑھا۔

"چچی جان۔۔آنسوؤں کی پہچان ہے مجھے ۔۔ یقین رکھیئے۔۔ وہ بہت خوش ہوگی ۔۔دیکھ لیجیئے گا۔۔ ہمارا شاہ ویز اتنا بھی برا نہیں ہے ۔۔ آپ خوامخواہ پریشان ہورہی ہیں۔۔ "اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"آج عید ہے ۔۔اور میری بیٹی ۔۔مجھ سے دور ہے ۔۔ "وہ اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"چچی جان ۔۔۔بے فکر رہیئے۔۔۔ رمشاء سے رابطہ ہوا ہے شماز کا ۔۔وہ بتا رہے تھے کہ تین چار دن تک کانووکیشن ہے یونیورسٹی میں۔۔ گریجوئیشن کی ڈگری لینے تو وہ ضرور آئے گی ۔ "اس نے خوشگوار لہجے میں کہا ۔

"لیکن اسکے تو ابھی ایگزیمز ہوئے ہیں۔۔ "

"جی ۔۔۔لیکن یہ گریجوئیشن کی ڈگری ہے چچی جان۔۔ "اس نے انہیں مزید سمجھایا تو انکے دل میں امید کی کرن جاگی ۔

اس نے انکی سبزی بنوانے اور شام کا کھانا بنوانے میں مدد کی اور پھر فریش ہونے کے لیئے اپنے کمرے میں آئی ،جہاں شماز سفید شرٹ پہنے ،ہاتھ میں گھڑی پہن رہا تھا۔ جوں ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے آئینے سے اسکے نظر آتے چہرے پہ نگاہ ڈالی ۔

"کیا ہوا؟ کچھ پریشان ہو ؟ "اس نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"ہاں۔۔ شماز۔۔چچی جان۔۔بہت رو رہی تھیں۔۔سچ کہوں تو مجھ سے اب انکی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی ۔۔اور دوسری طرف سے امی جان۔۔ وہ شاہ ویز کے لیئے الگ پریشان ہیں۔۔"

اسکی بات سن کر وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

"کچھ دنوں کی بات ہے ۔رمشاء بتا رہی تھی کہ اس نے اسے کال کی ہے ۔یونیورسٹی تو ضرور آئے گی وہ ۔۔ "

"ام م م۔مجھے لگتا ہے جس نمبر سے اس نے رمشا سے بات کی ہے،وہ نمبر اس سے لے لیجیئے۔۔بالفرض اگر وہ نہ آئی تو؟ " اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"وہ ضرور آئے گی ۔۔ " اس نے قدرے وثوق سے کہا ۔

"ام م م ۔۔تو چچا جان کو کب بتا رہے ہیں سب ؟مجھے لگتا ہے آپکو انہیں سب بتا دینا چاہیئے ۔۔تاکہ اسے گھر میں لانے میں آسانی ہو۔۔اسے اسکا وہی مقام مل سکے ،جس کی وہ حق دار ہے ۔۔"

اس کے مشورے پہ وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔
"شام تک آجاؤں گا۔۔ "اس نے اتنا کہا اور اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ، وہاں سے نکل گیا۔

عشق ایک آزمائش

ڈائننگ ٹیبل پہ سبھی لوگ کھانا کھانے کے لیئے موجود تھے ۔ کھانے کی میز طرح طرح کے پکوانوں سے سجی ہوئی تھی ۔ گھر کے تمام افراد وہاں موجود تھے سوائے شماز کے ۔
"علینہ بیٹی ؟ کہاں رہ گیا یہ ؟ کال کرو اسے۔۔ "ندیم صاحب نے اسکے ساتھ والی کرسی خالی دیکھی تو سوالیہ انداز میں بولے ۔
"جی ۔۔۔بس آتے ہی ہونگے ۔۔ "اس نے موبائل پہ میسج ٹائپ کیا اور ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے ان سے بولی۔
سبھی افراد اسکے انتظار میں تھے ، کہ وہ آئے اور یہاں کھانا شروع کیا جائے ۔ سبھی کی نگاہیں مرکزی دروازے پہ مرکوز تھیں۔جوں ہی وہ گھر میں داخل ہوا تو سبھی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔
ایمل اور سدرہ بھاگی بھاگی اسکے پاس گئیں۔

"عیدی ؟؟ "دونوں اپنے ہاتھ اسکے سامنے پھیلائے ہوئے تھیں ،جس پہ سبھی مسکرادیئے۔

"ہاں بھئی دو انہیں عیدی ۔۔ہم سے زیادہ تو انہیں تمہارا انتظار تھا۔۔ "ندیم صاحب نے قدرے تصرف سے مسکراتے ہوئے کہا۔ شماز نے غصیلی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ان دونوں کو دو ،دو ہرے نوٹ دیئے۔

ندیم صاحب اسکا یہ انداز دیکھ کر زرا جز بز ہو کر رہ گئے ۔ انکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شماز ایسا بیہیو کیوں کر رہا ہے ؟

ایک لمحے کے لیئے اسکے ذہن میں جنت اور مہر کا چہرہ آیا۔وہ بھی ہمیشہ ایسے ہی اس سے عیدی مانگا کرتی تھیں۔ اسکی آنکھیں بھر آئیں۔اسکی حالت علینہ اچھے سے سمجھ سکتی تھی۔

شمازنے اپنی آنکھوں کے کناروں کو صاف کیااور اپناموڈ خوشگوار کرتے ہوئے دونوں سے مسکرا کر پوچھا۔

"کافی ہیں اتنے ؟؟ "

جواباََ دونوں نے اثبات میں گردن ہلائی اور خوشی سے جھلملا اٹھیں۔

"چلو آجاؤ۔۔ "نعیم صاحب نے سالن کے ڈونگے سے ڈھکن ہٹاتے ہوئے کہا۔

علینہ نے اشارۃَ اسے خاموشی سے اپنے ساتھ آکر بیٹھنے کی منت کی تو چارو ناچار اسے خاموشی سے وہاں بیٹھنا ہی پڑا۔اگرچہ وہ دل میں فیصلہ کر کے آیا تھا کہ آج گھر آتے ہی سب کو حقیقت بتا دے گا۔

****

گھر کو نہایت خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کی شادی کی تقریب ہو یا سالگرہ کا موقع ہو۔ جوں ہی دونوں نے انکے گھر میں قدم رکھا تو محسن نے پنکھے کا بٹن آن کیا۔جس سے پنکھے پہ موجود سرخ گلاب کی پتیاں ان دونوں پہ آکر گرنے لگیں۔

"زندگی کی خوشیاں مبارک ہوں آپ دونوں کو۔۔ "نمی نے ہاتھ میں موجود ہار اس کے گلے میں ڈال کر اسے اپنے گلے سے لگایا تو اس نے حیرانگی سے شاہ ویز کو دیکھا۔
دوسری طرف محسن نے بھی اسکے گلے میں ہار ڈال کر اسے اپنے گلے سے لگایا اور بعد ازاں مہر کے سر پہ محبت بھرا ہاتھ دیتے ہوئے اسے خوب دعاؤں سے نوازا۔
اس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے کچن میں لے گئی ۔
"یہ سب کیا ہے محسن ؟؟ "اس نے گھر کے چاروں اطراف میں ہوئی سجاوٹ کو دیکھ کر سوال کیا۔

"کیا سے کیا مطلب؟ آج عید ہے۔خوشی کا دن ہے ۔اور تم لوگوں کے مضبوط رشتے کی بنیاد کا دن ہے اور۔۔ "وہ کہتا کہتا رکا۔

"اور ؟؟ "اس نے اسکے الفاظ دہرائے۔

دوسری طرف وہ کچن میں کسٹرڈ بنا رہی تھی ۔اس نے اسے بیٹھنے کے کرسی دی اور پھر کسٹرڈ کو ڈونگے میں نکال کر ایک سائیڈ پہ رکھتے ہوئے میوہ جات کی پیلٹ لیئے اسکے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

"خیر تو ہے ؟ اتنا اہتمام کس خوشی میں؟ "اسکے سوال پہ وہ پرامیدی سے مسکرائی ۔"عید کی خوشی میں۔۔اور تم لوگوں کے ایک ہونے کی خوشی میں۔۔"

اب کے اسے سب سمجھ آنے لگا تھا۔

"تو اس نے آپکو بتا دیا؟ "

جواباََ اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور ساتھ ساتھ چھری کی مدد سے بادام پستہ کاٹنے لگی۔

"ہاں! کیوں نا بتاتا بھلا؟اور ویسے بھی ۔۔خیر سے۔۔ "کہتے کہتے وہ رک سی گئی۔

"خیر سے ؟؟ "اس نے اسکے الفاظ دہراتے ہوئے اسے بات کو مکمل کرنے کو کہا۔

"گڈ نیوز ہے ۔۔ "وہ لجائی سے مسکرادی ۔

"اوہ ۔۔۔واؤ۔۔ "یہ تو بہت خوشی کی بات ہے بھابھی۔۔۔ "اسکا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھا تھا۔

دوسری طرف اس کے منہ سے خوشی کی خبر سن کر شاہ ویز بے انتہاء خوش ہوا۔

"بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔۔"

محسن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو دیکھ کر اس نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر خود بھی آبدیدہ ہو کر رہ گیا۔

"ہم لوگ تو امید چھوڑ چکے تھے ۔۔ ہم دونوں نے فیصلہ لیا تھا کہ رمضان کے بعد ہی کسی یتیم خانے سے بچہ گود لے لیں گے ۔۔ لیکن دیکھو اللہ نے ہماری جھولی بھردی۔۔ "محسن نہایت خوبصورتی سے مسکرایا۔

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا محسن۔۔ ممکن اور ناممکن تو ہماری سوچ میں ہوتا ہے۔۔ لیکن اس ذات کے لیئے تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔۔ جیسے مہر کا مجھے ایکسیپٹ کرنا مجھے ناممکن لگتا تھا۔۔ لیکن دیکھو۔۔ جس بات نے مجھے الجھائے رکھا، اس نے خود میرے سامنے آکر سب باتوں کو سلجھادیا۔۔"

جواباََ وہ اثبات میں گردن ہلا کر مسکرایا۔"ہاں!مہر بھابھی۔۔ بہت بدل گئی ہیں۔۔ مجھے ابھی بھی یاد ہے انکا یہاں پہلا دن۔۔۔ کیسے مہر بھابھی نے میرے منہ سے بھابھی سن کر مجھے آنکھیں نکالیں تھیں۔۔"دونوں کی طرف سے زوردار قہقہہ بلند ہوا۔

"اب بتاؤ۔۔ تم مجھے کب تایا بنارہے ہو؟؟؟"

اسکی بات پہ وہ مسکراتا مسکراتا رُکا۔ اسکے چہرے کی مسکان آسودگی میں بدل گئی ۔

"کیا ہوا؟ کوئی مشکل سوال پوچھ لیا ہے میں نے ؟؟ "اس ے گہری آنکھوں لیئے اسے دیکھا۔

"ویسے یہ ناممکن سا سوال ہے ۔۔میرا اور اسکا ایسا کوئی سین نہیں ہے ۔۔ "

"یہ کیا بات ہوئی ؟ تمہیں نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ اب لاہور نہیں جانا چاہتی ؟ "اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔لیکن ۔۔میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ۔۔اسکی پوزیشن سب گھروالوں کے سامنے کلیئر کروں گا۔۔۔اور مجھے لگتا ہے وہ وقت آگیا ہے ۔۔"

اسکی بات سن کر وہ ہڑ بڑا سا گیا۔" کیا پاگل ہوگئے ہو؟ جانتے بھی ہو کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ تمہارا بھائی تو پہلے ہی تمہیں ہر جگہ ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔۔"

"تو کیا کروں؟ مانا کہ میں بہت برا ہوں ۔۔لیکن اب وہ میری بیوی ہے ۔ جب تک میں اسکے دامن پہ لگے ہر سوال کا ازالہ نہ کر لوں مجھے سکون نہیں ملے گا۔۔ "اس کی آنکھوں میں شرمندگی ،پچھتاوا اور ندامت واضح تھی ۔

دوسری طرف مہر نے اسکے ہاتھ سے چھری اور میوہ جات کی پلیٹ لی اور خود کاٹنے میں مصروف ہوئی ۔

"تو بس۔۔آج سے آپ ریسٹ کریں گی ۔۔ سمجھیں۔۔ "اس نے ذرا حکمیہ انداز میں کہا تو نمی مسکرادی ۔

"آپ کے سسرال سے کوئی نہیں آیا؟ یا میکے سے ؟ "اسکے سوال پہ اسکی آنکھیں بھر آئیں ، جس پہ وہ بادام کاٹتے کاٹتے رکی ۔" کیا ہوا؟ کچھ غلط پوچھ لیا میں نے ؟؟"

"نہیں۔۔اصل میں ہمارا کوئی ہے ہی نہیں۔۔تو کوئی آئے گا ہی کیوں؟ "اسکی آواز بھِرا سی گئی تو مہر نے اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا۔

"کیا آپکی پسند کی شادی ہوئی جو انہوں نے آپ سے تعلق ختم کر دیا؟ "اس نے خود سے اخذ کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔سب انکی مرضی سے ہوا۔۔ان فیکٹ ۔۔سب بہت خوش بھی تھے ۔۔لیکن۔۔ "وہ بات کرتے کرتے رکی ۔

"لیکن ۔۔ہماری اولاد نہ ہونے کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ محسن دوسری شادی کر لیں۔۔ "اسکی بات سن کر اس نے اسپاٹ لہجے میں اسے دیکھا۔

اس نے اپنا سانس بحال کیا اور مزید بولی ۔ " لیکن محسن نے انکی بات نہ مانی ۔۔بس پھر کیا تھا؟ لاتعلق ہی کر دیا انہوں نے ہمیں۔۔ "

"اور آپکے گھر والے ؟ "اس نے تجسس سے پوچھا۔

"میرا کوئی نہیں ہے ۔۔امی، ابا کا تو بہت پہلے انتقال ہو گیا تھا ۔۔اور ایک بہن ہے وہ اٹلی میں ہوتی ہے ۔۔"

"بہت دکھ ہوا سب جان کر ۔۔ "وہ تاسف بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی ۔

وہ اسکے پاس سے اٹھی اور کسٹرڈ پہ میوہ جات ڈالتے ہوئے باؤل کو ٹرے میں رکھنے لگی ۔

"کتنا دکھ چھپائے ہوئے ہیں نمی بھابھی آپ اپنے دل میں۔۔ مجھے تو لگتا تھا کہ آپ کی زندگی میں کوئی غم یا دکھ نہیں ہوگا۔۔ "اس نے دل میں خود سے سرگوشی کی ۔

"کیا سوچنے لگی ؟ " اس نے مڑ کر اسے دیکھا جو ابھی تک گہری سوچ میں محو تھی ۔ اسکے بلانے پہ اس نے اپنی آنکھیں جھپکا کر اسے دیکھا۔

"نہیں ۔۔کچھ نہیں۔۔ اچھا بھابھی ۔۔آپ اب تو انہیں بتا سکتی ہیں نا کہ ۔۔ "اس سے پہلے اسکی بات مکمل ہوتی نمی نے اسکی بات کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"محسن کا کہنا ہے کہ جو ہمیں ہمارے ادھورے پن کے ساتھ قبول نہیں کرسکتے ،ایسے کھوکھلے رشتوں سے ہمیں دور ہی رہنا چاہیئے۔۔"

"ہاں۔۔یہ تو ٹھیک کہنا ہے انکا۔۔ لیکن بھابھی یہ رشتے بہت خاص ہوتے ہیں۔۔ان سے صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے ۔۔ وہ غلطی پہ تھے ،جب انہوں نے یہ سب کیا۔۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے جب آپکی گود بھر دی ہے تو مجھے لگتا ہے کہ آپکو انکی غلطی کو معاف کر کے آگے بڑھنا چاہیئے۔۔۔ "

اسکی بات پہ وہ لاجواب ہو کر رہ گئی تو وہ کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ بولی ۔

"میرا تو آپکو یہی مشورہ ہے آپ ۔۔اس بچے کی پیدائش کے بعد اپنے سسرال ضرور جائیں۔۔ جانتی ہیں۔باغ اپنے پھولوں کے بناء ادھورا ہوتا ہے ۔۔ محسن بھائی کو سمجھانا اب آپکے ذمے۔۔ "اس نے نیم انداز میں مسکراتے ہوئے اسکا گال تھپتھپا کر اسے ہلایا تو وہ بھی مسکرادی ۔

"تم تو بہت سمجھداری کی باتیں بھی کرتی ہو۔۔"

"ہاں۔۔جی ۔۔ کوئی شک ہے آپکو؟ "وہ کھکھلا کر ہنسی ۔

تھوڑے ہی عرصے میں دونوں کی دوستی ،بہن جیسے لازوال رشتے میں تبدیل ہوگئی تھی ۔ دونوں ایک دوسرے سے منسلک ہر بات آپس میں ضرور شئیر کیا کرتی تھیں۔

****

مسز ہارون سے بات کے دوران اس نے کافی حد تک خود کو مضبوط کیے رکھا۔جوں ہی کال ختم ہوئی تو وہ اسکے پاس سے اٹھی اور کمرے میں آگئی ۔ اس نے چاہا کہ وہ اس سے بات کرے مگر اس نے اسے موقع ہی نہ دیا کہ وہ اس سے کوئی بات کر سکے ۔ اسکے ذہن میں بار بار اپنے کہے لفظ ہی گونج رہے تھے جو جنت کی عزتِ نفس کو مجروح کر گئے تھے۔وہ بار ہا شرمندہ بھی ہورہا تھا ۔ وہ شرمندہ ضرور تھا مگر اسکی کسی اور کے ساتھ قربت کی تصاویر دیکھ کر کوئی اور بھی ہوتا تو وہ بھی یہی ردِ عمل کرتا۔

"آپ جہانگیر ہیں۔۔ دنیا کے سب سے الگ مرد۔۔ آپ سب جیسے نہیں ہیں۔۔ لیکن حقیقتاََ آپ بھی سبھی جیسے نکلے ۔۔ ضروری نہیں کہ عورت کو اذیت دینے کے لیئے اسے مارا ہی جائے ۔ لفظوں کی مار ہی اسکی پوری ہستی کو پارہ پارہ کرنے کے لیئے کافی ہوتی ہے۔۔ "اسکے دل میں موجود عورت بار بار اسے دنیا کا الگ مرد ماننے سے روک رہی تھی ۔

اس نے خود کا آئینے میں بغور جائزہ لیا۔ آئینے میں نظر آتے جھولے کو دیکھ کر وہ آنکھیں بھر آئی ۔ وہ پلٹی اور اسے جھولے تک آئی ،جو اس نے اسکے لیئے بڑے پیار سے خریدا تھا۔ وہ جھولے کے پاس آئی اور اسے ہاتھ لگاتے ہوئے پیار سے دیکھنے لگی ۔ وہ جذبات کی رو میں اتنا بہہ گئی تھی کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ سکون اسکے دل سے کوسوں دور تھا۔ دل کی کیفیت بھلا کس سے بیان کرتی ؟ جس سے کہہ سکتی تھی ۔اسی کا دیا ہوا ہی یہ گھاؤ تھا۔" بھلا گھاؤ دینے والے سے گھاؤ کا دکھ کیسے بانٹا جاتا ہے ؟ "اس نے خود سے کہا اور فوراََ سے جھولے کے پاس سے ہوتے ہوئے الماری تک آئی اور اس میں سے جرسی نکال کر پہنتے ہوئے باہر آئی ۔

ایک وہی جگہ تھی جہاں اسے سکون ملتا تھا۔ "سمپلن پارک۔"

جوں ہی اسے مرکزی دروازہ بند ہوتا سنائی دیا تو وہ فوراََ سے باہر آیا۔

"رکو۔۔ جنت ؟ جنت ؟؟ کہاں جارہی ہو؟؟ جنت ؟؟؟ "وہ اسکے پیچھے جاتا ہوا بولا مگر بے سود۔

اسکے کانوں میں اسکی آواز پڑ چکی تھی جس کے باعث اس نے اپنے قدم تیز تیز بڑھائے اور اپنے پاس سے گزرنے والی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ ٹیکسی کے اندر بیٹھے شخص کی منزل یہی تھی مگر اسے تیز تیز قدم دوڑاتے ٹیکسی کی طرف آتا دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا کہا تو ڈرائیور نے گاڑی کو روکا اور وہ اس میں بیٹھ گئی ۔اسکے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے دوبارہ گاڑی چلا دی ۔

جہانگیر نے اسے بار ہا کال کی لیکن اس نے اسکی کال منقطع کر دی۔جوں ہی اسکا دھیان گاڑی کی نشست پہ موجود شخص پہ پڑا تو وہ ششدر رہ گئی ۔

"سب ٹھیک تو ہے؟ "اس نے مسکراتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"آپ یہاں؟؟ "اس کی حیرانگی پہ وہ ہنسا۔

"جی ۔۔سب گھر والے بھی آپ کی طرف آرہے ہیں۔۔ مجھے ہسپتال سے ایمرجنسی کال آئی تھی تو ابھی وہیں سے آرہا ہوں۔۔ "اس نے اسکے چہرے پہ موجود تمام سوالوں کے جواب خود ہی دے دیئے۔

"آپ کی مسز ؟؟؟ "

اس کے سوال پہ وہ مسکرایا۔" بزنس ٹور کے لیئے لندن گئی ہیں وہ۔۔ "

"ام۔م۔ م۔ تو آپ اترے کیوں نہیں ؟ آپکو تو جہانگیر ہارون کے گھر جانا تھا نا؟ "کچھ دیر توقف کے بعد اس نے سوالیہ اندازمیں پوچھا۔

اسکے لہجے میں جہانگیر کے لیئے چھپی اجنبیت دیکھ کر وہ پریشان ہوکر رہ گیا۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ،جنت نے ڈرائیور کو " سمپلن پارک " کی طرف جانے کا کہا۔

"بیٹی ! اس سے پہلے میں رکتا ۔۔آپکو ایسے آتا دیکھاتو پریشان ہوگیا۔ سمپلن پارک ؟ کسی سے ملنے جانا ہے ؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا ۔

گاڑی پارک کے سامنے رکی تو وہ گاڑی سے باہر آئی ۔

" جی ۔۔خود سے۔۔ "اس نے اتنا کہا اور پارک کے اندر داخل ہوگئی ۔

اس نے ٹیکسی والے کو کرایہ دیا اور اسکے پیچھے پیچھے آیا۔

دوسری طرف وہ اپنی من پسند جگہ پہ پھولوں کے درمیان بیٹھی سورج غروب ہونے کے منظر کو بغور دیکھ رہی تھی ۔

"مجھے لگتا ہے لالے اسے بتادینا چاہیئے کہ تم اسکے باپ ہو۔۔تمہاری بھابھی کا کہنا ہے کہ اسکا پورا پورا حق ہے کہ اسکے بارے میں جانے ۔۔ جتنا کرسٹی اور جولی کا تم پہ حق ہے اتنا ہی اسکا بھی تم پہ حق ہے ۔۔ "اسکے ذہن میں ہارون صاحب کے الفاظ گونجنے لگے ۔

اسکی آنکھوں سے آنسو بارش کی صورت بہنا شروع ہوئے ہی تھے کہ اس نے اپنی آنکھیں فوراََ
سے جھپکائیں اور اسکے پاس آموجود ہوا۔ اسے وہ اپنے سامنے کھڑا نظر آیا تو اس نے اپنی نگاہیں
یکدم اسکی جانب کیں ۔

"آپ؟؟ " اس نے اپنے رخساروں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔" میں ایسے ہی آگئی ہوں۔۔سوری
آپکو کرایہ نہیں دے سکتی ۔۔ "اس نے معصومانہ انداز میں کہا تو وہ مسکرادیا۔

"بالکل شاہینہ کی طرح ہی معصوم ہو تم ۔۔ "بناء آنکھیں جھپکائے اس نے دل میں خود سے
سرگوشی کی ۔

"انکل ؟ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں ؟ "وہ تھوڑا کنفیوز ہوئی تو اس نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے اپنا دھیان
اسکی طرف کیا۔

"بیٹی ۔۔آپ ؟یہاں ؟ اکیلی ؟ میرا مطلب ہے ۔۔ "وہ اس سے بات کرنے کے لیئے مناسب
الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔

"آپ نے یہ کیوں کہا کہ جہانگیر ہارون کا گھر ؟ گھر تو آپکا بھی ہے نا؟"

اس نے قدرے بیچارگی سے اسے دیکھا اور بنچ پہ بیٹھ گئی ۔ وہ بھی اسکے قریب آیا اور اسکے مقابل
چند قدم کے فاصلے پہ بیٹھ گیا۔

"میں کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتی ۔۔ کسی سے بھی نہیں۔۔ آج تو عید بھی ہے ۔۔میری شادی کے بعد پہلی عید۔۔لیکن میری زندگی کی خوشیاں ہی شاید مجھ سے روٹھ گئی ہیں۔۔ "اس نے اداس لہجے میں کہا۔اسکی آواز بھِراسی گئی ۔

اسکی آواز میں چھپا درد وہ محسوس کر چکا تھا۔ اس نے چاہا کہ وہ اس سے پوچھے کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے ۔بیشتر اس کے کہ وہ اس سے پوچھ پاتا و ہ خود ہی اسے بتانے لگی۔

"انکل کسی سے محبت ہونا کیا آپکے اختیار میں ہوتا ہے ؟ "اسکے سوال پہ اس نے اسے بغور دیکھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے ،جس سے اسکی آنکھیں لال ہورہی تھیں۔ اس وقت اسے نواز اپنا اپنا سا لگا۔ اور کیوں نہ لگتا؟ اسکی رگوں میں اسی انسان کا خون جو تھا۔ بھلے ہی وہ اس بات سے بے بہرہ تھی مگر خون کی کشش اکثر آپکو کھینچ ہی لاتی ہے ۔

"بتایئے نا؟ کیا یہ میرا قصور تھا کہ مجھے سجیل سے محبت ہوئی ؟ "اب کے اس سوال پہ وہ خوفزدہ ہو کر رہ گیا۔

"سجیل ؟ یہ سجیل کون؟ "اس نے دل تھام کر اسکا نام لیا۔

"وہی جس سے میرا نادان دل محبت کر بیٹھا تھا۔۔ "اس نے اپنے دل کی کرچیوں کو سمیٹا اور اس سے بولا۔

"راحت کا بھائی ؟ سجیل؟ سجو۔۔ "اس نے دل میں خود سے کہا۔

"تو جہانگیر سے شادی ؟ میرا مطلب جب محبت اس سے تھی تو ۔۔۔ "وہ کہتا کہتا رکا۔

وہ اپنے خود سے لگائے گئے اندازوں سے ہی خوفزدہ ہو کر رہ گیا۔" کیا واقعی ہارون نے رشتہ بھجوایا تھا ؟ یا یہ شادی زبردستی کی تھی ؟"

"اس نے میری محبت ،بھیک میں کسی اور کے حوالے کر دی ۔۔ "اس سے پہلے وہ کچھ اور سوچ پاتا اس نے اسے جواب دیا۔

وہ سمجھ نہ پایا۔

"اسکا بھائی محبت کرتا تھا میری خالہ سے ۔اماں بی ان کے اس تعلق کو غلط سمجھ بیٹھیں ۔ راحت بھائی نے انکا ہاتھ مانگا لیکن اماں بی نے انکار کر دیا اور خالہ کا نکاح اپنے کسی ملازم سے کروانا چاہا۔ خالہ کے انکار پہ انہوں نے انہیں ایک بند کوٹھڑی میں رہنے کی ہمیشہ کے لیے سزا سنا دی ۔اور راحت بھائی ۔۔وہ خالہ کا انتظار کرتے رہے ۔۔ میں جب سجیل سے ملی تو اس سے بہت خار کھاتی تھی ۔۔مجھے لگتا تھا کہ اسکے بھائی کی وجہ سے خالہ اس حال میں ہیں۔۔لیکن دھیرے دھیرے سب کلیئر ہوتا چلا گیا کہ راحت بھائی بالکل بے قصور تھے ۔۔انہوں نے ہمیشہ خالہ کی عزت کو اپنی عزت سمجھا۔۔ بس پھر کیا تھا؟ ہم نے سوچا کہ خالہ اور راحت بھائی انہیں ایک ہونا چاہیئے۔۔ " وہ اسے بتاتی چلی گئی اور وہ سنتا رہا۔اگرچہ وہ اس سارے معاملے سے خوب باخبر تھا۔

اس نے سوچا نہیں تھا کہ اتنی جلدی وہ اسے اپنے بارے میں سب بتادے گی ۔

" جب کوئی اپنا ہمدرد ساتھ نہ ہو تو کسی بیگانے کے محبت کے دو بول ہی آپکے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیئے کافی ہوتے ہیں۔ "اس نے خود کلامی کی ۔

****

کھانے کے دوران تو اس نے کسی بھی قسم کے ردِ عمل کا اظہار کرنے سے اجتناب ہی کیے رکھا۔ علینہ اسکے پاس سے اٹھی اور برتن سمیٹتے ہوئے کچن میں رکھنے لگی ۔ ایمل اور سدرہ اسکی مدد کروانے لگیں۔

"شماز! کچھ پریشان ہو تم ؟ سب ٹھیک تو ہے ؟؟ "نعیم صاحب نے اس سے دریافت کیا ۔

اس نے نظریں اٹھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ اسکے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ۔ اسکی آنکھوں میں موجود اشتعال دیکھ کر وہ ذرا گھبرا سے گئے ۔

"کیا بات ہے ؟؟ "آخر ندیم صاحب نے سوال کیا تو طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"تو کیا آپ نہیں جانتے کہ کیا بات ہے ؟ "

"اس طنز کی وجہ جان سکتا ہوں میں ؟ "انہوں نے غصہ سے دریافت کیا ۔

"کتنے بے حس ہو چکے ہیں آپ لوگ؟ ہمارے گھر کے دو افراد اس عید پہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔۔اور آپ پوچھ رہے ہیں کہ کیا بات ہے ؟ "اسکی بات پہ زیبا اور سامعیہ،جو کچن کی طرف بڑھ ہی رہی تھیں ، جاتے جاتے رکیں۔

دونوں نے پلٹ کر سامنے موجود ڈائننگ ٹیبل پہ نگاہ دوڑائی ،جہاں تقریباً جنگ کا سماں ہونے کے قریب ہی تھا۔

"میں نے منع بھی کیا تھا کہ کوئی ان دونوں کا ذکر نہیں کرے گا یہاں۔۔ "نعیم صاحب کا چہرہ تقریباً لال سرخ ہو چکا تھا۔وہ اشتعال انگیزی کی حالت میں کرسی سے اٹھے اور اسے تنبیہی انداز میں دیکھتے ہوئے دوبارہ بولے۔

"آج کے بعد کوئی ان کا ذکر نہیں کرے گا یہاں۔۔ "انھوں نے کہا تو اسے تھا لیکن حقیقتاً وہ خبردار سب کو کر رہے تھے ۔

"کیوں؟ کیوں ذکر نہ کریں؟ غلطی کیا ہے ان کی ؟ بتایئے؟ "اس نے بھی انہی کے انداز میں جواب دیا تو ندیم صاحب نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"بھول گئے ہو تم کہ تم کس سے بات کررہے ہو؟ چچا جان ہیں تمہارے ۔۔ ایک بیٹے نے تو ناک کٹوا ہی دی ۔۔اب تم بھی ۔۔کوئی کسر باقی رہتی ہے اب ؟؟ "

انکی بات سن کراس نے ترس کھا کر انہیں دیکھا اور مسکرایا۔ اسکی مسکراہٹ میں انکے لیئے واضح پیغام تھا، جسے سمجھ کر وہ خاموش ہو کر رہ گئے ۔

"تو پھر کیوں ؟کیوں سارا الزام ہی اس معصوم پہ ڈال دیا ؟ جب آپ جانتے تھے کہ شاہ ویز ہی اصل مجرم ہے ؟ سحیل کو تو صرف اسے فیصل آباد سے لانے کا کہا تھا جنت نے ۔۔ "اسکا اتنا کہنا ہی تھا نعیم صاحب نے ہڑ بڑا کر دونوں کو دیکھا۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے بھائی صاحب؟؟ "

"یہ کیا بتائیں گے آپ کو ؟ میں آپ کو ۔۔ "اس سے پہلے اسکی بات مکمل ہوتی ،ندیم صاحب کے ذہن میں نعیم صاحب کے الفاظ گونجے۔" ہم دونوں بھائی ہی تو ہیں اب ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی۔۔اب کیا ان بچوں کی وجہ سے ہم الگ ہو جائیں گے ؟"

انہوں نے آؤ دیکھا نا تاؤ ،ایک زور دار تھپڑ شماز کے منہ پہ جھڑ دیا۔ تھپڑ کی گونج جوں ہی گھر میں گونجی تو علینہ ،ایمل اور سدرہ بھی کچن سے بھاگی بھاگی باہر آئیں۔

اس نے اپنا ہاتھ اپنے منہ پہ رکھا اور انکی طرف غصیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"آج کچھ بھی کر لیں ۔۔میری زبان نہیں رُکنے والی ۔۔ سمجھے آپ۔۔ "اس نے للکار کر کہا۔

"اسے کمرے میں لے جاؤ۔۔دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا۔۔ "انہوں نے علینہ کی طرف حکمیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ فوراََ آگے بڑھی مگر شماز نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بڑھنے سے منع کیا۔

"چچا جان۔۔آپکو مہر پہ نہ صحیح ۔۔لیکن کیا اپنی تربیت پہ بھی یقین نہیں تھا؟جو آپ نے ایسا کیا؟ آپ سب کا اصل مجرم شاہ ویز ہے ۔۔شاہ ویز۔۔ آپ سب کے خود ساختہ جوڑے گئے رشتے سے فرار حاصل کرنے کے لیئے ہی اس نے یہ سارا کھیل رچایا۔ ۔ وہ خود اسے فیصل آباد چھوڑ کر آیا تھا۔۔اگر یقین نہیں آتا تو یہ لیجیئے۔۔ " اس نے اپنی جیب میں سے ٹکٹیں نکالی اور انکے ہاتھ میں تھمائی ۔

انہوں نے ایک نظر اس پہ ڈالی ،جس نے ان کے ہاتھ میں ٹرین کی ٹکٹیں تھمائیں اور دوسری نگاہ اپنے بھائی پہ ڈالی ۔ انہوں نے قدرے لاچاری سے ندیم صاحب کو دیکھا تو وہ نظریں جھکا کر رہ گئے ۔

"کیوں بھائی ؟ کیوں ؟ کیوں کیا آپ نے یہ سب ؟ " انکی لرزتی روتی آواز انکے کانوں میں پڑی تو وہ فوراََ آگے بڑھے ۔

سامعیہ اور زیبا کا بھی رو رو کر برا حال تھا۔

"بھابھی ؟ آپ جانتی تھیں سب ؟؟ "اب کے وہ اسکے سامنے آیا تو انہوں نے دوپٹے سے اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے انہیں دیکھا۔

انکی خاموشی صاف ظاہر کررہی تھی کہ وہ یہ سب جانتی ہیں۔

"بھابھی ! اتنا بڑا بدلہ ؟ میں تو آپکو جلی کٹی ہی سناتی تھی لیکن آپ کی اولاد کے ساتھ تو میں نے کبھی ایسا کچھ نہیں کیا ،جو آپ نے ۔۔ "زیبا زخمی شیرنی کی طرح رو رہی تھی ۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔زیبا۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ بلکہ میں تو خود۔۔"

"بس۔۔بہت ہو گیا۔۔ زیبا۔۔سامان باندھو۔۔ہم یہاں نہیں رہیں گے ۔۔ یہ گھر چاہیئے تھا آپکو شاید۔۔تو کہہ دیتے نا بھائی صاحب۔۔ ایسا کیوں کیا آپ نے ؟ "نعیم صاحب بمشکل ہی خود کو سنبھالے ہوئے تھے ۔

"چچا جان۔۔یہاں سے جانا اس مسئلے کا حل نہیں ہے ۔۔ " اس نے مداخلت کی تو انہوں نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"آج یہ حقیقت تم نے ہمیں بتادی ،ورنہ ہم تو اس سب سے بے بہرہ ہی رہتے ۔۔ میری اکلوتی بیٹی بھلا کتنی جائیداد لے لیتی بھائی صاحب جو آپ نے۔۔ "وہ کہتے کہتے رکے اور بچوں کی طرح رونے لگے ۔

"میری بچی ۔۔مجھ سے کہتی رہی کہ وہ بے قصور ہے ۔۔بے گناہ ہے۔۔لیکن۔۔ " وہ زچ ہو کر بولے تو وہ فوراََ آگے بڑھے ۔

"تم میری نیت پہ شک نہیں کر سکتے نعیم ۔۔۔تب حالات اور تھے۔۔ تمہارے ہاتھ میں پسٹل تھی ۔۔اس وقت اگر کچھ بھی تمہیں بتاتا تو شاید تم شاہ ویز کو ۔۔"

"تو ؟ وہ تو میں اب بھی کر سکتا ہوں۔۔ لیکن اسے نہیں ۔۔خود کو شوٹ ۔۔ "وہ بھاگے بھاگے اپنے کمرے کی طرف بڑھے تو سبھی انکے پیچھے پیچھے آئے۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟؟ "زیبا نے فوراََ سے انکا ہاتھ روکا جو دراز کھولنے کی تگ و دو میں تھا۔

انہوں نے اسکا ہاتھ کو ایک طرف جھٹکا اور پھر دراز کو تیزی سے کھولتے ہوئے اس میں سے پسٹل نکالی ۔

"زیتون خانم کے بیٹوں کے کیئے گئے ظلم پہ تو انکی ماں بھی اس دنیا سے چلی گئی تھی ۔۔تو پھر ہم زندہ کیوں ہیں ؟ کیوں ہیں زندہ ؟ "پسٹل کن پٹی پہ رکھتے ہوئے وہ چیخ چیخ کر بولے ۔

اس سے پہلے وہ ٹریگر دباتے شماز نے اپنی پوری قوت استعمال کرتے ہوئے انکے ہاتھ سے پسٹل چھینی ۔

"اس معصوم بچی کے ساتھ کیے گئے ظلم کے ازالے کے لیئے زندہ ہیں آپ ۔۔ سمجھے۔۔آپ۔۔ " اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"یہ تھی وجہ ۔۔تم سے سچ چھپانے کی ۔۔اسی چیز سے ڈرتا تھامیں۔۔ "اسکی حالت دیکھتے ہوئےندیم صاحب آگے بڑھ کر بولے۔

"مت آیئے میرے قریب۔۔کچھ نہیں لگتے آپ میرے۔۔۔ "

"ایسے نہ کہو میرے بھائی ۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔ میں ہر ازالے کے لیئے تیار ہوں۔۔۔ہر سزا کے لیئے تیار ہوں۔۔مگر مجھ سے یوں بے رخی نہ برتو۔۔۔ "وہ گرگرائے ۔

شماز نے انہیں دیکھا تو اسکے بے چین دل کو ذرا قرار ملا۔ صرف وقت کی گردش بدلی تھی ۔مقام اور موقع وہی تھا مگر آج گرگرانے والا کوئی اور تھا۔جہاں مہر ہر ایک کے سامنے گرگراتی تھی ،آج انکا حال ایسا تھا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔معاف کیامیں نے آپکو۔۔ "انکی بات پہ زیبا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی نعیم صاحب مزید بولے۔

"لیکن۔۔آپ کو میرے اس مجرم کی جان اپنے ہاتھوں سے لینی ہو گی ۔۔بولیئے منظور ہے ؟؟ "

انہوں اپنا ہاتھ وعدے کی غرض سے آگے بڑھایا تو وہ بوکھلا سے گئے ۔

سامعیہ کی آنکھیں باہر کو آگئیں۔ وہاں موجود تقریباََ ہر شخص ساکت حالت میں کھڑا تھا۔

"چچا جان۔۔گستاخی معاف !وہ اب آپکی بیٹی کا شوہر ہے۔۔ آپ کیسے ۔۔ "ابھی علینہ نے بولنے کی جسارت کی ہی تھی کہ وہ دانتوں کو کچکچاتے ہوئے بولے ۔

"میں اس شخص کو اپنی بیٹی ہر گز نہیں سونپ سکتا ،جس نے میری عزت کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہو۔۔بتایئے بھائی صاحب؟ جان لیں گے اپنے ہاتھوں سے اسکی ؟ بولیئے؟؟"

ماحول میں کشیدگی اتنی بڑھ جائے گی ایسا اس نے سوچا نہیں تھا۔ اس نے تو صرف سچ ہی بتانا چاہا تھا مگر اس سب میں اسکا باپ کتنی بڑی آزمائش میں مبتلا ہو گیا تھا ،اسکا احساس اسے اب ہو رہا تھا۔ ندیم صاحب نے شش و پنج کے عالم میں سبھی کو یکبارگی میں دیکھا ۔ آخر اپنے دل کو تھامے ہوئے وہ بمشکل ہی بول پائے ۔" ہاں۔۔"

انکا جواب دینا ہی تھا کہ سب کی آنکھیں اور منہ کھلے کے کھلے رہ گئے ۔

****

"انکل ۔۔۔میں نہیں جانتی تھی کہ اس نے مجھے اپنی ذات سے دستبردار کرتے ہوئے ،میری محبت کو بھیک میں کسی اور کو دے دیا ہے ۔۔ جہانگیر نے سب جانتے ہوئے ،مجھے میری اس حقیقت کے ساتھ قبول کیا تھا۔۔ لیکن۔۔۔ "وہ گہری سرد آہ بھر کر بولی ۔

"لیکن ؟ " انہوں نے اس کی پوری بات جاننا چاہی ۔

"لیکن اب ۔۔نجانے انہیں کیا ہو گیا ہے ؟ نجانے وہ کیوں ایسا بیہیو کرنے لگے ہیں۔۔انہیں لگتا ہے کہ میں اب بھی اس کے ساتھ رابطے میں ہوں۔۔ "وہ تڑپ کر بولی ۔

اسکے منہ سے سننے والی ایک ایک بات سن کر نواز کا دل تڑپ کر رہ گیا۔

ابھی وہ اسے بتاہی رہی تھی کہ اسکے فون پہ ایک انجان پاکستانی نمبر سے کال آنے لگی ۔۔ بار بار ڈسکنیکٹ کرنے کے باوجود بھی کال کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔

"سن لو۔۔ہوسکتا ہے کوئی ضروری کال ہو۔۔۔ "انہوں نے اسے نصیحتی انداز میں کہا۔

ابھی وہ اسے کہہ ہی رہے تھے کہ اسکے واٹس ایپ نمبر پہ کسی پاکستانی نمبر سے ایک لنک شئیر کیا گیا۔ جوں ہی اس نے وہ لنک کھولا تو وہ ششدر رہ گئی ۔ موبائل اسکے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔

****

"دی جولی " یوٹیوب چینل کاولاگ پاکستان سمیت دنیا بھر میں مقبولیت اختیار کر گیا تھا۔ دو دن کے اندر اندر ہی ویڈیو دو ملین سے زیادہ کی ویوور شپ حاصل کر چکی تھی ۔

"واؤ۔۔یہ تو کمال ہی ہوگیا۔۔۔" دانش نے ویوز چیک کیے تو خوش دلی سے بولا۔ دونوں گاڑی کی پچھلی نشست پہ موجود موبائل پہ اپنے چینل پہ آنے والی ریٹنگز اور کمنٹس چیک کررہے تھے ۔

"As I have already told you this video will get highest rating because of this clip. I wish I could meet this couple again. You know Danish This video just got highest rating because of the difference between Western love and Eastern love.And the comparison that you did in editing form is just amazing..."

"جیسے میں نے تمھیں پہلے بتایا تھا کہ یہ ویڈیو اس کلپ کی وجہ سے زیادہ ریٹنگ حاصل کرے گی ، میری خواہش ہے کہ میں اس جوڑے سے مل سکوں۔تم جانتے ہو دانش ؟ یہ ویڈیو مشرقی اور مغربی محبت کے مابین فرق کی وجہ سے زیادہ ریٹننگ کو پہنچی ہے ۔ اور جیسے تم نے اس فرق کو ایڈٹ کیاہے ۔۔کمال ہے۔۔"

دونوں گاڑی میں موجود موبائل ہاتھ میں لیئے اپنی ہی بنائی گئی ویڈیو کو دیکھ کر سراہ رہے تھے ۔ دونوں کا نتھیا گلی کا سین ۔۔ ایوبیہ میں سجیل کا اسے پرپوز کرنے کا سین ۔مختصراََ یہ کہ پورے ولاگ کو کمنٹس میں تمام لوگ سراہ رہے تھے ۔

یہ تو شکر ۔۔کہ زیتون ہاؤس کے تمام افراد انٹر نیٹ جیسی بیماری کی پہنچ سے دور تھے ورنہ پتہ نہیں کیا ہوجاتا۔ جہاں اسکے فائدے ہیں تو نقصان بھی کچھ کم نہیں۔۔

اس سے پہلے ڈرائیور جہانگیر کے گھر کے سامنے گاڑی روکتا ،دانش کے فون پہ مسلسل گھنٹی بجنے لگی ۔

"جی ڈیڈی ۔۔پہنچ گئے آپ ؟ ہم بھی بس اسکے گھر کے باہر ہیں۔بس سمجھیئے۔ دو منٹ میں آپ کے پاس ۔۔ "اس کی طرف سے دی جانے والی اطلاع پہ انہوں نے تھوڑی دیر کیے بناء ہی انہیں وہاں جانے سے منع کیا۔

"مگر کیوں ؟ آپ وہاں نہیں تو کہاں ہیں ؟ کیا سمپلن پارک ؟ مگر ؟وہاں ؟وہاں کیوں ؟ ہمیں تو اس کی طرف نہیں جانا تھا؟"

اسکے سوالوں سے پریشان ہو کر انہوں نے ایک نظر جنت کو دیکھا ،جو زاروقطار رورہی تھی ۔ مگر پھر اگلے ہی لمحے اسے سمپلن پارک آنے کے لیئے کہا۔

“Hey? What happened dani??”

"ہے ۔۔دانش؟ کیا ہوا؟ "اس نے پریشانی سے استفسار کیا۔

“I Dont know..Your dad asked me to come simplon Park..”

"میں نہیں جانتا۔۔تمہارے ڈیڈ نے سمپلن پارک آنے کے لیئے کہاہے۔۔"

“But Why ??”

"لیکن ؟کیوں؟ "

“I don’t know..”

"میں نہیں جانتا۔۔ "اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

“Driver please move to simplon park..”اور ساتھ ہی ساتھ ڈرائیور کو سمپلن پارک کی طرف جانے کو کہا۔

دوسری طرف سے اس نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔

"بے فکر رہو بیٹی۔۔اس تک یہ نہیں جائے گی ۔۔ ابھی اور اسی وقت یہ ویڈیو ریمو ہو جائے گی ۔ "

وہ اسکے پاس آکر بولے ۔

"آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ ایسے کیسے ہو سکتا ہے ؟ مجھے تو یہ سوچ سوچ کر رونا آرہا ہے کہ اگر پاکستان میں کسی نے دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟ جہانگیر تو پہلے ہی مجھ سے بد ظن ہیں۔۔ "وہ روتے ہوئے بمشکل ہی بات کر پائی تھی ۔ کبیر نواز کا جی چاہا کہ وہ ابھی اور اسی وقت اسے اپنے سینے سے لگا لیں۔ لیکن وہ چاہ کر بھی ایسا نہ کر سکے۔

"میرا قصور ہے ۔۔سب میری غلطی ہے ۔۔ نہ میں اس سے ملتی ۔۔نہ مجھے اس سے پیار ہوتا۔۔اور نہ یہ سب ہوتا۔۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کس سے مدد مانگوں؟ ان لوگوں نے نجانے کیا سوچ کر ہماری ویڈیو یہاں پہ ڈال دی ؟ میں نہیں جانتی ۔۔ انہوں نے یہ سب کب ریکارڈ کیا مجھے کچھ پتہ نہیں۔۔ "وہ بلک بلک کر رو رہی تھی ۔

"بیٹی۔۔ویڈیو ابھی اور اسی وقت ریمو ہو جائے گی ۔۔ "انہوں نے پارک کے داخلی دروازے پہ نگاہ دوڑائی جہاں سے وہ دونوں داخل ہو رہے تھے ۔

"ڈیڈ۔۔واٹ از دز؟ " جولی انکے قریب آکر بولی ۔ انکے قریب سر پہ دوپٹہ اوڑھے لڑکی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل سی گئیں۔ " ہو از شی ؟؟ "

وہ منہ پلٹ کر کھڑی تھی ۔

"ڈیڈ؟ کون ہے یہ ؟ آپ نے ہمیں کیوں بلایا؟ جہانگیر لوگ ہمارا انتظار کررہے ہوں گے اور آپ یہاں۔۔ "اس سے پہلے دانش کی بات مکمل ہوتی ،جنت رخ پلٹ کر کھڑی ہوئی ۔

اسے اپنے سامنے دیکھنا ہی تھا کہ دونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

" آپ ؟ مسز سجیل ۔۔یہاں؟؟ "اس نے اسے اسکے نام سے پکارا تھا،جو اسے اپنی محبت سے دستبردار کر گیا تھا۔

جولی کے چہرے پہ بھی خوشی کے آثار نمایاں ہوئے ۔

"مسز جہانگیر ہارون۔۔ "اس سے پہلے وہ کچھ کہتی ، اسکے کیے گئے انکشاف کو سن کر اسکے منہ میں آئے الفاظ ،اسکے منہ میں ہی رہ گئے ۔

اس نے نواز صاحب کو حیرانگی سے دیکھا۔

"یو بوتھ ۔۔پلیز ریمو دز ویڈیو فرام یور چینل ۔۔ اس سے پہلے کہ یہ جہانگیر تک پہنچے۔۔ "انہوں نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے نصیحتی مگر التجائیہ انداز میں کہا۔

"مگر وہ تو۔۔ میرا مطلب کل رات۔۔ "دانش کا سانس پریشانی کے مارے پھول سا گیا۔

اسکے ذہن میں کل رات کا منظر گھوما ،جس میں جہانگیر کی حالت ناسازگار ہورہی تھی ۔

"He had already seen it"

"وہ پہلے ہی یہ دیکھ چکے ہیں۔۔۔ "اس نے دونوں کا تجسس ختم کیا۔

اسکا تنا کہنا ہی تھا کہ وہ بے حس و حرکت اپنے پاس موجود بنچ پہ دھڑم سے گر گئی ۔ دانش اور جولی بھی ابھی تک سَکتے میں تھے ۔۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ،جسے وہ کسی اور کے ساتھ تصور کررہے تھے ،درحقیقت وہ ہی انکی بھابھی ہوگی ۔ جہانگیر کی بیوی سے ملنے کے لیئے وہ خاصی خوش تھی ۔مگر اسکا سامنا ،اسکے ساتھ ایسے ہو گا ؟اس نے سوچا نہیں تھا۔

****

"مجھے معاف کر دو جنت۔۔۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ان فیکٹ میں تمھیں کسی اور کا ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔۔میرا دل اندر ہی اندر مر رہا ہے جنت۔۔ پلیز۔۔ایک دفعہ بس تم مجھ سے اتنا کہہ دو کہ تمھیں صرف مجھ سے محبت ہے ۔۔ یہ سچ ہے کہ میں نے تمھیں ،تمھارے ماضی کے ساتھ اپنایا ہے لیکن۔۔میری جگہ اور کوئی بھی ہوتا تو وہ بھی یقیناََ ایسا ہی کرتا۔۔ "اس نے اسے میسج بھیجا اور آنکھیں موند کر کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

کوئی پانچ منٹ بعد بھی اسکی طرف سے جواب نہ آیا تو اس نے دوبارہ میسج کیا۔

"پلیز۔۔ جنت۔۔"

اب کی بار پھر بھی اسے جواب موصول نہ ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے ،اس نے اپنی ماں کو کال ملائی اور ان سے تابینہ خالہ کا نمبر مانگا۔

کال پہلی بیل پہ ہی اٹھائی گئی ۔" جنت۔۔میں جانتی تھی ۔تم ہوگی۔۔عید مبارک میری جان۔۔۔ "انکے لہجے سے محبت کی شیرینی ٹپک رہی تھی ،جس پہ وہ نیم انداز میں مسکرایا۔

"جہانگیر بات کر رہاہوں خالہ ۔۔۔ "اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"اچھا۔۔آپ ؟کیسے ہو جہانگیر بیٹے؟؟ "انکے منہ سے جہانگیر کا نام سن کر سجیل کھانا کھاتے رُکا۔وہ نوالا بمشکل ہی اپنے حلق سے نگل پایا تھا۔

"جی ۔۔۔اچھا ہوں۔۔ "دوسری طرف ،انہیں اسکے لہجے میں ذرا دکھ اور درد معلوم ہوا۔

"سب ٹھیک تو ہے ؟ جنت کیسی ہے ؟ میری اس سے بات کروایئے۔۔ "انہوں نے فوراََ ہی کہہ ڈالا۔

"خالہ۔۔مجھے سجیل سے بات کرنی ہے ۔۔ "اس نے بناء کسی تمہید کے انہیں اپنی خواہش سے آگاہ کیا۔

"سجیل سے؟ مگر؟؟ "انکا سانس حلق میں اٹک گیا۔" کیا ہوا ہے ؟؟ "انہوں نے سہمتے ہوئے دریافت کیا۔

سجیل کے کان میں انکی آواز برابر پڑ رہی تھی ۔ اندر ہی اندر وہ سب جانتا تھا کہ ایسا کیوں ہورہا ہے ؟ پاکستان میں ایک وہی واحد انسان تھا جس تک یہ ویڈیو پہنچی تھی ۔اور اسی نے ہی جنت کے واٹس ایپ نمبر پہ اسکا لنک شئیر کرتے ہوئے اسے اس سب کی اطلاع دی تھی ۔

"خالہ ۔۔میرا اس سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔۔پلیز۔۔آپ۔۔ "اس نے منت کی تو وہ سجیل کو دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں پڑ گئیں۔

جواباََ سجیل نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اشارۃََ دریافت کیا کہ کیا ہوا ہے ؟ اور انکی طرف سے کندھے اچکا کر اشارۃََ جواب دیا گیا۔مجھے کچھ پتہ نہیں۔۔ "

محبت کا پہلا ثبوت کیا؟

اس سے پہلے وہ کوئی بہانہ کرتی ،راحت صاحب سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آئے ۔

"ہاں بھئی سجو؟؟؟ کیسا رہا عید کا دن؟؟ "وہ اسکے برابر میں آکر بیٹھے ۔دوسری جانب موجود شخص کے کانوں میں انکی آواز پڑی ہی تھی کہ وہ فوراََ سے بولا۔" دیکھیئے خالہ جانی کوئی بہانہ نہ کیجیئے گا۔۔ میں جانتاہوں وہ آپکے پاس ہی ہے ۔۔"

"ارے بھئی ؟ کیا ہوا تابینہ ؟؟ کس کا فون ہے ؟ "انھوں نے اسکا اسپاٹ لہجہ دیکھا تو پریشانی سے پوچھا۔ کیونکہ وہ صرف فون ہی کان کے ساتھ لگائے ہوئے تھی ،بات نہیں کر رہی تھی ۔اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑی دیکھ کر وہ تشویش میں مبتلا ہوئے۔

اس نے فون کا ریسیور کریڈل کی سائیڈ پہ رکھا اور اسکے پاس آئی۔ اس نے جوں ہی ریسیور سائیڈ پہ پڑا دیکھا تو سحیل سمجھ گیا کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ راحت صاحب ان دونوں کے مابین ہونے والی اشارۃََ گفتگو کو سمجھنے کی کوشش کررہے تھے ۔

"کون ہے کال پہ ؟؟ "انہوں نے ذرا دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"جہانگیر۔ سحیل سے بات کرنا چاہتا ہے۔۔۔ "اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔ یہ سن کر انکی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئی ۔

وہ فوراََ ٹیلی فون کے پاس آئے اور ریسیور ٹیلی فون سیٹ پہ پٹختے ہوئے ان دونوں کے پاس آئے ۔"اس نے کیوں کال کی یہاں؟؟ اور یہ اس سے بات کیوں کرنا چاہتا ہے ؟؟ "انہوں نے بارعب آواز میں تابینہ سے سوال کیا۔

"مجھے نہیں پتہ ۔۔ "اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

"سحیل ۔۔۔ تم بتاؤگے کہ آخر ہوا کیا ہے ؟؟ "اب کے وہ سحیل سے بولے۔لہجے میں سختی صاف اور واضح تھی ۔

"بھائی ۔۔وہ ۔۔ " وہ بولتا بولتا رُکا۔ وہ اسکے چہرے پہ نظریں ٹکائے اسے گہرے غور سے دیکھ رہے تھے۔

وہ انہیں کیا بتائے؟ شاید وہ مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا۔

دوسری طرف لائن منقطع ہونے کی آواز جہانگیر تک آئی تو وہ چڑ کر رہ گیا۔

"سجو۔۔کچھ پوچھ رہا ہوں میں۔۔ "اب کے انہوں نے مکرر پوچھا۔

"شاید وہ ،وہ سب جان گیا ہے جو اسے کبھی جاننا نہیں چاہیئے تھا۔۔"

"کیا جاننا نہیں چاہیئے تھا؟؟ "انہوں نے آنکھوں کو گول کرتے ہوئے پوچھا۔

اس نے اپنا موبائل نکالا اور لنک کھول کر انکے سامنے رکھ دیا،جسے دیکھ انکا منہ حیرت کے مارے کھُلا کا کھُلا رہ گیا۔

"بھائی ! اللہ کی قسم ۔۔میں نہیں جانتا کچھ بھی اس بارے میں۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا بھائی ۔۔اللہ کی قسم۔۔ " وہ بے اختیار بولا۔

انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر تابینہ کی طرف دیکھا ،جو اشارۃَ انہیں چپ رہنے کا کہہ رہی تھی ۔

"تابینہ اب کم از کم کچھ پوچھ بھی نہیں سکتا تمہارے لاڈلے سے ؟؟ "انہوں نے زچ ہو کر کہا۔

"راحت ! آپ خوامخواہ ری ایکٹ کررہے ہیں۔۔ یہ وِلاگ جس نے بنایا وہ اٹلی میں ہی ہے ۔۔۔ اس کا اس میں بھلا کیا قصور ؟ "اسکی بات سن کر انہیں اور غصہ آیا۔

"اسے چاہیئے تھا اپنی حد میں رہتا۔۔ کیا یہ تھی تمہاری محبت ؟ یہ تھا تمہاری محبت کا معیار ؟ "

"بھائی ! اللہ کی قسم ۔۔ایسا ویسا کچھ نہیں ہوا تھا۔۔۔ یہ تو صرف۔۔۔"

"کیا صرف؟؟ "اس نے بولنا چاہا مگر راحت نے دانتوں کو کچکچاتے ہوئے اسے خاموش کروادیا۔

"ابھی تو اسکا شوہر تم سے جواب لینا چاہتا ہے۔۔۔جتنے ملین ویوز اس پہ ہیں۔۔کچھ ہی دیر تک یہ پاکستان میں بھی وائرل ہوجائے گی ۔۔پھر کس کس کو جواب دیتے پھرو گے تم ؟بولو؟؟"

وہ نظریں چراتا ہوا انکے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔

"مجھے شرم آرہی ہے تمہیں اپنا بھائی کہتے ہوئے ۔۔کیا یہ تھی تمہاری محبت کہ تم ۔۔۔ " وہ چاہ کر بھی کچھ بول نہ پائے ۔

"بھائی ۔۔آپ ایک دفعہ میری بات تو سنیئے۔۔۔ میں کیسے سمجھاؤں آپکو؟ " اسکی آواز بھرا سی گئی
۔
تابینہ نے آنکھ اٹھا کر اسکی طرف دیکھا ،اسکے آنسو اسکی گالوں پہ بہنے لگے تھے ۔
"دیکھ رہے ہو یہ ؟؟؟ کیسے تم نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا ہے ؟؟ اور وہ بھی ایک دوسرے کے اتنے قریب ۔۔۔ "راحت نے ہاتھ میں پکڑا موبائل دوبارہ آن کیا اور اسے متعلقہ ویڈیو پلے کر کے دکھاتے ہوئے بولا۔" ابھی کچھ دن ہی ہوئے ہیں کہ میں اپنے پہ لگے الزام سے بری ہوا ہوں۔۔۔اور اب تم۔۔میں نے سوچا نہیں تھا کہ میرا بھائی ۔۔۔ایسے کسی کی تنہائی کا فائدہ اٹھا سکتا ہے ؟"
اب کے وہ تڑپ کر بولا۔
" بس کیجیئے۔۔۔بس کیجیئے۔۔ اللہ کا واسطہ ہے بھائی ۔۔۔ میں ہر الزام سہہ سکتا ہوں ۔۔مگر یہ الزام نہیں سکتا ۔۔میں صرف آپکی محبت کی خاطر اپنی محبت سے دستبردار ہوا ہوں۔۔اور آج آپ ہی مجھے۔۔۔ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔
تابینہ نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما۔
"چپ کر جائیں آپ۔۔پلیز۔۔۔اسکی پوری بات تو سن لیں۔۔ "اس نے التجائیہ انداز میں کہا تو راحت صاحب تھوک نگلتے ہوئے بولے۔

"کیاہے اسکی پوری بات ؟؟ اسکی سچائی یہ ویڈیو بیان کر رہی ہے ۔۔"

"دکھایئے مجھے۔۔۔ "تابینہ نے انکے ہاتھ سے موبائل چھینااور موبائل کا والیم کھولا۔

There is no doubt that love doesn't have limits. I understood love because of Eastern Lovers.

LOVE is the name of loving someone spiritually by cherishing their heart and soul instead of contacting each other physically.

I am glad that I have added this beautiful scene in my blog.

I am envious that how beautifully that man proposed her without bothering others.

Now I am waiting entreatingly when I would meet them.

I am assured that they would become a happy couple now.

(اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پیار کی کوئی سرحد نہیں ہوتی ۔ میں اس مشرقی محبت کو دیکھ کر محبت کا صحیح مطلب سمجھ پائی ہوں۔ محبت تو کسی کو اپنی روح اور دل میں بسانے کا نام ہے نہ کہ مغربی محبت کی طرح کسی کے جسم کو چھونے کا نام ۔

مجھے خوشی ہے کہ میں نے اس خوبصورت منظر کو اپنے ولاگ میں شامل کیا ہے ۔
مجھے رشک آرہا ہے یہ سب دیکھ کر کہ کیسے اس انسان نے ساری دنیا کی پرواہ کیئے بغیراس لڑکی کو سب کے سامنے پرپوز کیا۔
اب مجھے شدت سے انتظار ہے کہ کب میں ان سے ملوں گی ۔
مجھے امید ہے کہ اب یہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے ہوں گے۔)

پسِ منظر میں چلنے والی آواز سن کر سبھی محو ہو کر رہ گئے ۔ جہاں راحت صاحب اسے مجرموں کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے ،اب کے اسے معذرتانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جبکہ وہ نظریں زمین پہ گھاڑے آنسو بہا رہا تھا۔

****

وہ بے حس و حرکت بنچ پہ بیٹھی ،اپنے ساتھ ہونے والے حادثے کے زیرِ اثر تھی ۔نواز صاحب نے چاہا کہ وہ اس سے بات کریں مگر اسکی آنکھوں میں موجود آنسوؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ دیکھ کر وہ بلبلا کر رہ گئے ۔
"پلیز۔۔۔دانی ۔۔ٹاک ٹو ہَر۔۔ووی وِل ہیلپ ہَر۔۔۔ "جولی نے اسے جنت کو تسلی دینے کے لیئے کہا تو وہ اسکے پاس آیا۔

اس نے اسکے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور خود بھی آنکھیں بھر آیا۔" بھابھی !میں جانتا ہوں کہ یہاں آپکا کوئی نہیں ہے ۔۔لیکن۔۔ "اس نے اتنا اہی کہا تھا کہ نواز صاحب کا دل تڑپ کر رہ گیا۔مگر انکی زبان پہ جیسے تالے پڑ چکے تھے ۔

"لیکن ۔۔ میں ہوں یہاں۔۔آپکے ساتھ۔۔میں اور جولی آپکی مدد کریں گے ۔۔۔اس رات ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا کہ آپکے کردار پہ تہمت لگے ۔۔ یہ سب تو جولی نے مذاق مذاق میں بنالی تھی۔۔اور بناء سوچ سمجھے ہی وِلاگ میں ڈال دی۔۔ہمیں لگا کہ آپ اور وہ اب تک شادی کر چکے ہونگے ۔۔اور ہم آپ سے ملنا چاہتے تھے ۔۔بس یہی سوچ کر ولاگ میں آپکی ویڈیو ز کو " ایسٹرن لو " کا نام دیتے ہوئے ڈال دیا۔"

وہ بناء تمہید باندھے بولا تو اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل رہے تھے جسے دیکھ کر وہ دل پسیج کر رہ گیا۔

جولی نے اسکی ایسی حالت دیکھی تو تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے اسکے قریب آئی اور اسکے آنسوؤں کو صاف کرنے لگی ۔ جس محبت سے وہ اسکے آنسو پونچھ رہی تھی نواز صاحب کا دل بھر آیا۔ آخر وہ اسکی بہن تھی ۔اسکا اپنا خون ۔۔کیسے نہ دونوں میں محبت جنم لیتی ؟

اسے اپنا ہمدرد جانتے ہوئے جنت اسکے گلے جالگی ۔ اسکے دل میں جتنا درد تھا،وہ آج اسکے گلے لگ کر بانٹ لینا چاہتی تھی ۔

"ایم ۔رئیلی ۔۔سوری۔۔ ایم ۔رئیلی ۔ویری ۔سوری۔۔۔ "جولی بھی رودی ۔

وہ زلیخا جس کی آنکھوں سے آج تک نواز صاحب نے آنسو آنے نہیں دیا تھا،وہ آج بے ضبط رورہی تھی ۔

دونوں کی کیفیت دیکھ کر دانش نے نواز صاحب کو دیکھا جو اپنا منہ پلٹے ،اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے ،اپنے رونے کی آواز کو ضبط کررہے تھے ۔ اس نے اپنا وہم جان کر انہیں اگنور کیا مگر پھر دوبارہ سے دیکھا۔ انکی کیفیت اسکا وہم نہیں تھا،بلکہ اسکا یقین تھا۔

انکی حالت کو دیکھتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں محو ہوا۔ایک انجان لڑکی کے لیئے انکی غیر معمولی کیفیت بلاشبہ اسکے لیئے پریشان کن تھی۔

****

اس نے اسکا نمبر دوبارہ ڈائل کیا مگر دوسری طرف سے فون پھر بھی ریسیو نہ کیا گیا۔" کہیں وہ کوئی مصیبت میں نہ ہو۔۔آخر یہاں وہ کہاں جا سکتی ہے ؟؟ "اس نے خود کلامی کی ۔

اب کے اس نے سجیل سے بات کرنے کی غرض سے تابینہ خالہ کودوبارہ کال ملائی۔

"ٹرن۔۔ٹرن۔۔۔ "بیل کی مسلسل گھنٹی بجی تو راحت صاحب نے اسے اشارۃََ فون ریسیو کرنے کے لیئے کہا۔

انکی اجازت پہ تابینہ کو خاصی تشویش ہوئی ۔

جوں ہی اس نے فون اٹھایا تو دوسری طرف سے وہ قدرے بے قراری سے بولا۔

"خدا کے لیئے ! خالہ جان ۔۔فون بند مت کیجیئے گا۔۔ایک بار ۔۔صرف ایک بار ۔۔میری سجیل سے بات کروادیجیئے۔۔۔ "اس نے گویا منت کی ۔

"جی ۔۔۔ کہیئے۔۔۔ "دوسری طرف سے سجیل گہری سنجیدگی سے بولا۔

اسکی آواز سننا ہی تھا کہ اسکے بے قرار دل کو کچھ سکون ملا۔

****

گاڑی کی پچھلی نشست پہ جنت ،جولی اور جولی کے برابر میں دانش بیٹھا تھا۔جبکہ نواز صاحب ڈرائیور کے ساتھ موجود نشست پہ بیٹھے تھے ۔انکی نگاہیں گاڑی کے سامنے والے شیشے پہ ہی مرکوز تھیں ،جس سے وہ پچھلی نشست پہ بیٹھی جنت کو بغور دیکھ رہے تھے ۔

"میری پیاری بیٹی ! کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ یہاں تمہارا اپنا باپ ،تمہارے ساتھ ہے ۔۔تم اکیلی نہیں ہو۔۔ "انہوں نے دل میں خود سے سرگوشی کی ۔

دانش اپنے فون پہ نگاہیں جمائے کسی اہم کام میں مشغول تھا۔ اس نے سب سے پہلے ،اس بات کی پرواہ کیے بناء کہ ولاگ ملین میں ویو ور شپ حاصل کر چکا ہے ،اپنے چینل پہ موجود ویڈیو کو ڈیلیٹ کیا۔ اور سائبر کرائم میں اس ویڈیو کو ،جس جس ویب
سائٹ سے شئیر کیا گیا، وہاں ہٹا دینے کی درخواست کی ۔

اسی اثناء میں اسکے فون پہ گھنٹی بجی۔ اس نے موبائل پہ نگاہ دوڑائی ۔ اب کے اسکے نمبر سے کال نہیں تھی ،بلکہ کال نیہا کے نمبر سے تھی ،جسے اس نے منقطع کر دیا۔

"عجیب ہیں یہ دونوں۔۔دونوں ہی کال نہیں ریسیو کر رہے ۔۔ اور بھائی ۔۔۔انکا تو ما شاء اللہ سے نمبر ہی بزی جارہا ہے۔۔پتہ نہیں کہاں ہیں۔۔۔ "وہ منہ بسور کر ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ گئی ۔

"ہو سکتا ہے کہ کوئی گیسٹ آیا ہو ان کے ہاں۔۔۔ "رادھا دیدی نے اسے سمجھایا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے مما۔۔۔لیکن یہ کیا بات ہوئی ؟ رکشا بندھن پہ تو وہ آگئے تھے ۔۔اب انکی عید ہے تو کیا تب مجھے بھول جائیں گے ؟ "وہ منہ پھلا کر بولی ۔" اب اگر فون نہ اٹھایا کسی نے تو میں ڈائریکٹ آنٹی کو پاکستان میں کال کردوں گی ۔۔۔ "وہ دل میں تہیہ کرتے ہوئے خود سے بولی اور دونوں کو یکے بعد دیگرے فون ملایا۔

"تم خود دیکھ آؤ۔۔کونسا دور ہیں؟؟ " انہوں نے نصیحتی انداز میں کہا۔

"میں کیوں جاؤں؟؟انہوں نے آنا تھا نا؟ خود آئیں گے ۔۔۔ "وہ ذرا ناز سے بولی تو وہ مسکرادیں۔

جب کال موصول نہ ہو پائی تو اس نے میسج ٹائپ کیا اور اسے بھیج دیا۔

"بھابھی ۔۔کہاں ہیں آپ؟ آنا تھا نا آج آپ نے ؟؟ "

اسکے موبائل پہ جوں ہی بیپ ہوئی ،اس نے فون کو آن کیا اور میسج باکس کھولا۔

"بھابھی ۔۔کہاں ہیں آپ؟ آنا تھا نا آج آپ نے ؟؟ "

اس نے فون کو دوبارہ لاک لگایا اور خاموشی سے اردگرد کے مناظر کو دیکھنے لگی ۔

"کرسٹی آنٹی کو کال ملاؤ۔۔کہاں رہ گئی ہیں؟ میں تب تک جہانگیر کو دیکھ کر آتی ہوں۔۔ "رادھا دیدی نے اتنا کہااور اپنے بالوں کو سنوارتے ہوئے گھر کے مرکزی دروازے سے باہر نکل آئیں۔

****

"نواز؟کہاں رہ گئے آپ ؟؟ جہانگیر کی طرف نہیں جانا تھا ؟ "کال کے ریسیو ہوتے ہی کرسٹی کی طرف سے سوال کیا گیا۔

"آرہے ہیں وہیں۔۔۔"

"آخر کب تک آئیں گے ؟؟ میں رادھا کی طرف جارہی ہوں۔۔نیہا کی کال آئی تھی ،بتا رہی تھی کہ وہ لوگ بھی انکی طرف انوائیٹڈ ہیں اسکی طرف۔۔۔تو آپ سیدھا رادھا دی کی طرف

آجائیں۔۔جہانگیر اور جنت بھی وہیں آرہے ہیں۔۔جولی ان سے وہیں مل لے گی ۔ "وہ گاڑی چلاتے ہوئے ،کانوں میں ہینڈز فری سیٹ کیے ہوئے تھیں۔

"او۔کے۔۔ "انہوں نے فون بند کیا اور کسی گہری سوچ میں پڑ گئے ۔

اس نے گاڑی رادھادیدی کے گھر کے پاس روکی اور گاڑی سے باہر آئی ۔ جوں ہی اس نے اسے گاڑی سے اترتے دیکھا تو وہیں رک گئی ۔ وہ گھر کے داخلی دروازے سے باہر آرہی تھی ۔

"کرسٹی!آگئیں تم ؟؟ "اس نے اسے قدرے پرجوشی سے گلے سے لگایا۔

"ہاں ۔۔آرہے ہیں وہ لوگ بھی ۔۔انہیں ہسپتال میں کچھ کام تھا تو وہیں تھے ۔۔۔بس آرہے ہیں۔۔۔"

رادھا دی دروازے کے پاس سے ہٹی اور اسے گھر میں داخل ہونے کی جگہ دی ۔

"کہاں جارہی تھی تم ؟؟"

"کہیں نہیں۔۔۔بس ۔۔یہ جہانگیر کی طرف جارہی تھی ۔۔فون ریسیو نہیں کررہے دونوں۔۔ نیہا کب سے دونوں کا انتظار کررہی ہے ۔۔"

دونوں چلتے چلتے گھر کے بڑے ہال میں آئیں۔

"اوہ ۔۔۔ہو۔۔۔نیو ویڈنگ کپل ہے ۔۔۔وہ بچی ہے ۔۔تم تو سمجھدار ہو۔۔ "

کرسٹی کی ذومعنی بات سن کر وہ مسکرادیں۔

"نواز سے بات ہوئی ہے ۔۔۔ کہہ رہے ہیں کہ آ رہے ہیں وہ دونوں بھی ۔۔تو فکر نہیں کرو۔۔۔ "
وہ مزید بولیں۔

"میں تو نہیں۔۔لیکن یہ نیہا ۔۔پتہ تو ہے نا تمہیں اسکا۔۔جہانگیر سے بہت اٹیچڈ ہے ۔۔ اور جب سے جنت آئی ہے۔۔تو بس کچھ نہ پوچھو۔۔۔ "گھر کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی وہ صوفے پہ بیٹھیں۔

"ہاں۔۔بہت پیاری بچی ہے۔۔۔ "اسکی لہجے میں اسکے لیے بلا کی محبت تھی ۔

*****

جوں ہی گاڑی اسکے گھر کے سامنے رکی تو اسکا دل رک سا گیا۔ بوجھل قدموں کے ساتھ وہ گاڑی سے اتری ۔

"بھابھی !بے فکر رہیئے۔۔۔ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔۔ "اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ گھر جائیں۔۔ جہانگیر کو لے کر رادھا دیدی کی طرف پہنچیں۔۔ہم سب آپ کا وہیں انتظار کرتے ہیں۔۔۔"اس نے ایسے کہا جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔

جواباً اس نے سبھی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔" میں انکا سامنا کیسے کروں گی ؟" کانپتی زبان سے اسکے منہ سے ادا ہوا تھا۔

"تو کیا تم نے خود کو گناہگار تسلیم کر لیا ہے ؟؟ "اب کے نواز صاحب بولے تھے ۔انکے سوال پہ وہ لاجواب ہو کر رہ گئی ۔

تبھی وہ معنی خیز انداز سے بولے۔" شوہر ہے وہ تمہارا۔۔اسے تم پہ یقین کرنا ہی ہو گا۔۔اگر آج تم اسکا سامنا نہ کر پائی تو تابینہ کی طرح ساری عمر ایک ناکردہ گناہ کی سزا کاٹتی رہو گی ۔"

انکی بات سن کر دانش اور جولی نے ایک دوسرے کو حیرانگی سے دیکھا۔ جنت کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ کیونکہ اس نے اسے اپنی خالہ کا نام تو بتایا ہی نہیں تھا،تو پھر اسے کیسے علم ہوا تابینہ کا۔

اس سے پہلے وہ اس سے کوئی اور بات کرتی ،وہ خراماں خراماں قدم بڑھاتے ہوئے رادھا دیدی کے گھر کی طرف بڑھے جو جہانگیر کے گھر سے دو گھر چھوڑ کر ،پاس میں ہی تھا۔

"ریلیکس۔۔۔بھائی لوز یو سسٹر اِن لاء۔۔۔ہی وِل نیور ہَرٹ یو۔۔۔ پلیز۔۔ٹرائ ٹو سالو یور میٹر بائ یور سیلف۔۔"جولی نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر دلاسہ دیا اور نواز صاحب کے پیچھے پیچھے رادھا دیدی کی طرف چلی آئی ۔

انہیں وہاں سے جاتا دیکھ کر وہ انکی پشت کو دیکھنے لگی۔ کچھ دیر بعد ہی وہ اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اب کہ اسکے سامنے اپنا گھر تھا، جہاں اسکا ہمسفر بے پناہ شدت سے اسکا انتظار کر رہا تھا۔ جوں ہی اس نے گھر میں قدم رکھا تو اسے ایک گہرے سناٹے کا سامنا تھا۔ اس نے گھر کے چاروں اطراف میں نگاہ دوڑائی مگر اسکا وجود اسے کہیں نظر نہ آیا۔ اس نے کمرے کے دروازے پہ دستک دی مگر اندر سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ کوئی وہاں ہوتا تو جواب دیتا؟

دوسری طرف وہ اپنا موبائل اپنی پینٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر نکلا تو اسے لاؤنج میں پاکر خوشی سے مسکرادیا۔

"تم؟ کہاں چلی گئی تھی؟ جانتی ہو میں نے تمہیں کتنا فون کیا۔۔ مگر تم۔۔۔" وہ کہتے کہتے رُکا۔

"کچھ دیر۔۔ کھُلی فضا میں سانس لینے۔" اس نے بے انتہاء لاچاری سے کہا۔

"ام م م۔۔۔ تبھی تمہارے پیچھے آنے کی جسارت نہیں کرسکا۔۔" اس نے زیرِ لب کہا۔

"خیر۔۔۔ نیہا انتظار کر رہی ہے ہمارا۔۔"

"جانتا ہوں۔۔ لیکن ایسی حالت میں تم وہاں جاؤگی کیا؟؟" اس نے ذرا نارمل ہو کر پوچھا۔

"ام م۔۔ تو آپ نے غور سے دیکھ لیا مجھے؟ لیکن افسوس! پہچانتے اب بھی نہیں ہیں مجھے۔۔" وہ اپنے دانتوں کو کاٹتے ہوئے بولی۔

اسکے الفاظ سن کر وہ زخمی انداز میں مسکرادیا۔" طنز بڑی صفائی سے کرجاتی ہو۔۔اور تمہیں اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ کوئی کس قدر اذیت میں ہے ۔۔"

"اذیت میں تو میں ہوں۔۔۔ "اس نے دل پہ پتھر رکھ جیسے کہا ہو ۔
وہ چپ رہا تو اس نے خود ہی بات شروع کی ۔"اس ویڈیو کی وجہ سے آپ مجھ سے بد ظن ہیں؟" اب کے اس نے حیرت سے اسے دیکھا ۔" کون سی ویڈیو؟؟ "اس نے انجان بنتے ہوئے کہا۔
"ایک بات بتایئے ۔۔کیا آپ کو کبھی لگا کہ میں نے آپ کے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے ؟ یا میرے کسی عمل سے آپ کو لگا کہ میں آپکو دھوکا دے رہی ہوں یا خیانت کی مرتکب ہو رہی ہوں؟؟ "وہ اسکے قریب بڑھی اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوالیہ بولی تو وہ نظریں جھکا کر رہ گیا۔
"کچھ پوچھ رہی ہوں میں؟؟ جواب دیجیئے۔۔۔ "اس نے ذرا زور دے کر سوال کیا مگر وہ اب بھی چپ رہا۔
"جانی ! آپ نے مجھے میرے ماضی کے ساتھ ایکسیپٹ کیا تھا؟ کیا تھا نا ؟ بتایئے ؟؟ "اب کے وہ ذرا تحمل سے بولی ۔ اس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ماتھے کے ساتھ لگاتے ہوئے بے اختیار رودی ۔

"جنت۔۔" اس نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا اور اسکے بالوں کو سہلانے لگا۔" پلیز۔۔رونہیں۔۔۔ "اس نے اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے خود بھی رو دیا۔

"میرے لیئے تمہاری خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے ۔۔مجھے معاف کردو۔۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم ۔۔"اس سے پہلے اسکے الفاظ مکمل ہوتے ،گھر کے مرکزی دروازے سے دانش،جولی اور نیہا داخل ہوئے ۔

"اوئے ۔۔۔ہوئے ۔۔۔یہاں رومانس چل رہا ہے ۔۔ تبھی میں کہوں میرا فون کیوں نہیں اٹھایا جارہا۔۔ "نیہا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو وہ اس سے دو قدم پیچھے کو ہولیا۔

"ارے ۔۔ارے۔۔آپ دونوں تو رو رہے ہیں۔۔کیوں؟؟ "نیہا جیسے ہی ان کے قریب آئی تو دونوں کی آنکھوں کے بھیگے گوشوں کو دیکھ کر اپنی کمر پہ ہاتھ رکھ کر بولی ۔" اوہ ۔۔ہو ۔۔ہوا کیا ہے ؟؟؟ "اس نے مکرر پوچھا۔

"اب تمہیں بتانا ضروری ہے ؟ " دانش نے اسے ٹوکا تو وہ خاموش ہو کر رہ گئی ۔" چلو ۔۔۔اب دعوت پہ سب انتظار کررہے ہیں تم دونوں کا ۔۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔ "

"ہاں۔۔ہم بس آہی رہے تھے ۔۔ "جہانگیر اپنے بالوں پہ ہاتھ پھیرتا ہوا بولا جبکہ اسکا پورا دھیان جنت پہ تھا،جو اپنے اندر کا دکھ بمشکل ہی سب کے سامنے چھپا پارہی تھی ۔

اسے اچانک یاد آیا کہ اس نے اسکا تعارف تو ان دونوں سے کروایا ہی نہیں۔ تبھی وہ بولا۔

"جنت۔۔ ان سے ملو۔۔۔یہ ۔۔۔ "

اس سے پہلے اسکی بات پوری ہوتی ،وہ فوراََ سے بولی ۔"بھیاء ۔۔ووی نو ایچ آدر۔۔۔ووی ڈونٹ نیڈ یور انٹروڈکشن۔۔ "وہ ذرا آنکھ مار کر بولی ۔

"ایگزیکلی ۔۔۔اب رحم کھاؤ ۔۔سب پہ ۔۔ کھانے پہ ویٹ کررہے ہیں سب ۔۔ "وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

اب کہ اسکی سمجھ میں سب آنے لگا تھا کہ اسے ویڈیو والی بات کہاں سے پتہ چلی ؟

****

علی الصبح اسکی آنکھ کھلی تو شاہ ویز غائب تھا۔اس نے کمرے کے چاروں اطراف میں نگاہ دوڑائی مگر اسکا کہیں نام و نشاں نہ تھا۔ وہ تیزی سے بیڈ پر سے اٹھی اور لاؤنج میں آئی ۔

"حد نہیں ہوگئی ؟ کہتا تھا تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا ۔۔اور اب دیکھو۔۔۔ "وہ اندر ہی اندر غصہ سے آگ بگولہ ہورہی تھی ۔

اسی اثناء میں اسے دروازے کے اندر کسی کے چابی گھمانے کی آواز آئی ۔ وہ سمجھ گئی کہ شاہ ویز ہی ہوگا۔ سو اس نے اپنے بکھرے بالوں کو کیچر کی مدد سے جوڑا بنایا اور کچن میں آکر چائے بنانے لگی ۔

"ارے !یہ کیا کر رہی ہو تم ؟؟ "وہ کچن میں آیا اور اسے چائے بناتا دیکھ کر بولا۔

اسکا شدید ردِ عمل دیکھ کر وہ شاکڈ ہو کر رہ گئی ۔" کیا ہو گیا ہے تمہیں؟؟ میں کونسا بم بنانے کا فارمولا ریڈی کررہی ہوں ؟ "

اسکی بات سن کر وہ ہنسنے لگا۔" میں بناتا ہوں۔۔ تم باہر چل کر بیٹھو۔۔ "اس نے کپوں کو اس کے ہاتھ سے پکڑا جسے وہ بالترتیب ٹرے میں جوڑ رہی تھی۔

"او۔کے ۔۔ایز ۔۔یو ۔وِش۔۔ "وہ کندھوں کو اچکاتے ہوئے بولی اور باہر آکر بیٹھی ۔

دروازے پہ دستک ہوئی تو اس نے دروازہ کھولا۔ آواز اس تک بھی پہنچی مگر وہ اندر چائے کے ساتھ لوازمات پلیٹ میں سجانے لگا۔ اس نے دو کپوں کے ساتھ ایک اور زائد کپ ٹرے میں رکھا۔

"ارے ۔۔آپ ۔۔ یہاں۔۔ مجھے بلالیا ہوتا؟ "وہ اسکے پیچھے پیچھے آئی اور صوفے پہ آبیٹھی ۔

"کیوں ؟میں نہیں آسکتی یہاں ؟ "نمی ذرا ٹیک لگا کر صوفے پہ بیٹھی ۔

"نہیں ۔۔ایسا کب کہا میں نے ؟ محسن بھائی نہیں آئے ؟؟"

اسکی بات پہ وہ کھکھلا کر ہنسی ،جیسے کوئی لطیفہ ہو۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ان کا کہنا ہے کہ ۔۔ تمہیں وہ بھابھی کہیں گے تو تم آگ بگولہ ہو جاؤ گی ۔۔۔بس ۔۔اس لیئے۔۔ "اسکی بات پہ اب کہ وہ بھی ہنسنے لگی ۔

"محسن بھائی بھی نا۔۔۔ انہیں کہیئے گا ۔۔اب وہ مجھے بھابھی بلا سکتے ہیں۔۔ "وہ کچھ سوچتے ہوئے، ذرا مسکرائی تھی ۔

"اچھا ۔۔چلو۔اب۔۔ہاتھ آگے کرو۔۔۔مہندی لگا دوں تمہیں۔۔ "اس نے اپنے بیگ میں سے مہندی نکالی اور میز پہ پڑے ٹشو باکس سے ٹشو پکڑ کر مہندی لگانے کے لیئے ،اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کا انتظار کرنے لگی ۔

"مگر ۔۔یہ کیوں؟ مجھے نہیں لگوانی مہندی ۔۔۔ "وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی ۔

"مجھے کیا؟؟ تمہارے شوہر کا ہی پیغام ملا مجھے ۔۔ کہ نمی بھابھی ،مہر کو آکر مہندی لگا جائیں۔۔اب میں اس حالت میں بھی اسکے ایک پیغام پہ چلی آئی ہوں۔۔اور تم ہو کہ نخرے۔۔۔ "اس سے پہلے اسکی بات مکمل ہوتی شاہ ویز چائے کا ٹرے لے کر کچن سے باہر آیا۔

"شاہ ویز۔۔ کم از کم ۔۔ٹائم تو دیکھو۔۔۔صبح کے سات بج رہے ہیں اور تم نے انہیں مہندی کے لیئے بلوا لیا۔۔ "

اس نے چائے میز پہ رکھی اور نمی کے سامنے موجود صوفے پہ بیٹھ گیا۔" اگنور کریں اس کی بات کو۔۔"

اسکی بات پہ مہر نے اسے آنکھوں کو گول کرتے ہوئے شکایتی نظروں سے دیکھا۔

"اور تم۔۔۔چپ کر کے بیٹھو۔۔۔ "وہ اسی انداز میں بولا جیسے اس سے پہلے بات کیا کرتا تھا۔وہ آج اسے اپنا وہی کزن لگ رہا تھا، جس کے ساتھ اسکی ایسی بحث و تکرار اکثر ہوا کرتی تھی۔

****

"شماز۔۔ یہ کیا ہوگیا؟ ہم تو سب ٹھیک کرنا چاہتے تھے ۔۔لیکن۔۔چچا جان نے تو ابو جی کو امتحان میں ہی ڈال دیا۔۔ "بلاشبہ علینہ کی بات میں وزن تھا۔

شماز کمرے میں چکر لگاتا ہوا ایک عجیب ہی کشمکش کا شکار تھا۔وہ کبھی ایک طرف سے دوسری طرف آتا، تو کبھی دوسری طرف سے پہلی طرف۔

"شماز۔۔یہ حل نہیں ہے اس مسئلے کا۔۔۔پلیز۔۔۔سوچیئے کچھ۔۔۔ "وہ ذرا زور دے کر بولی تو شماز ٹہلتے ٹہلتے رُکا۔

"تو کیا کروں میں ؟؟ سب ٹھیک ہی تو ہو رہا ہے ۔۔ "

"کیا ؟؟" وہ سر پکڑ کر رہ گئی۔

"اگر ابا اسے اپنے ہاتھ سے نہیں ماریں گے تو میں ماردوں گا۔۔۔ "وہ شدید غصہ میں تھا۔

"شماز۔۔۔شماز۔۔۔ بھائی ہے وہ آپکا۔۔۔خدا کا نام ہے ۔۔ایسی باتیں تو نہ نکالیئے منہ سے۔۔ "علینہ کانپتی آواز میں بولی ۔

"بھائی ہے ، تبھی تو اب تک سکون سے اس سارے مسئلے کا حل ڈھونڈ رہا ہوں۔۔ "وہ گہری سنجیدگی لیے بولا ۔

"کانووکیشن کب ہے شماز؟؟ "اس نے کچھ دیر توقف کے بعد سوال کیا۔

"کل ہے۔۔ "وہ کیلنڈر کی جانب نگاہ کیے بولا۔" مجھے بس انتظار ہے کل کا۔۔"

"اگر وہ آئی ہی ناتو؟؟؟ "اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"ایسا ہو نہیں سکتا۔جب اس نے رمشا سے کانووکیشن کا پوچھا ہے تو۔۔ وہ اسے لے کر ضرور آئے گا۔۔ "وہ پورے وثوق سے بولا۔

اسکے لہجے میں پر اعتمادی دیکھ کر علینہ گہری سوچ میں پڑ گئی ۔

****

سامعیہ کا رو رو کر بُرا حال ہو گیا تھا۔جب سے ندیم صاحب نے نعیم صاحب سے اسکی جان اپنے ہاتھوں سے لینے کا وعدہ لیا تھا ،وہ چوبیس گھنٹے جائے نماز پہ بیٹھی نوافل ادا کرتی رہتی یا دعائیں مانگتی ہوئی ہی پائی جاتی ۔ ایمل اور سدرہ بھی اسکی بے بسی دیکھ کر اندر ہی اندر رو رہی تھیں۔سامعیہ

نے قرآنِ پاک کی تلاوت مکمل کی اور زیبا کے کمرے میں آئی مگر وہ وہاں نہیں تھی ۔آخر وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر مہر کے کمرے میں آئی ۔

ایک عرصے بعد زیبا مہر کے کمرے میں گئی تھی ۔ سامعیہ نے اسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔وہ مہر کے کپڑوں کو نہایت نفاست سے اسکی الماری میں جوڑتے ہوئے پر اعتمادی سے مسکرا رہی تھی ۔

دروازہ پہلے سے ہی کھلا ہوا تھا سو وہ بلا اجازت ہی اندر داخل ہوئی ۔

"زیبا۔۔ "ابھی انہوں نے اسکا نام ہی لیا تھا کہ اس نے حیرت سے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"میں جانتی ہوں تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی ۔۔۔لیکن۔۔۔"

"جانتی ہیں تو پھر کیوں کر رہی ہیں بات ؟؟؟ "وہ سخت برہم لہجے میں بولی ۔

"زیبا۔۔ میں مجبور تھی ۔۔۔ میں نے کبھی نہیں چاہا کہ مہر کے ساتھ ایسا کچھ ہو۔۔ "وہ بلک بلک کر رو رہی تھیں۔

"اگر ایسا ہے تو کیوں پھر غلط بات کی حمایت کی ؟؟"

"شاہ ویز بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس رشتے میں بندھے ۔۔لیکن ۔۔ اِنہوں نے دھمکی دی تھی کہ وہ ہمیشہ کے لیئے مجھے چھوڑ دیں گے ۔۔ "وہ دل پہ پتھر رکھے ،اپنا سانس بمشکل ہی بحال کر پائی تھی ۔

اسکی بات سن کر زیبا ہکا بکا رہ گئی ۔

علینہ جو ابھی اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی ،ان دونوں کی باتیں سن کر ساکت رہ گئی ۔

"زیبا۔۔تم ہی ہو جو میرے بچے کو بچا سکتی ہو۔۔"وہ مزید بولیں۔

شماز کمرے سے باہر آیا تو اسے کمرے کی دہلیز پہ سامنے موجود کمرے کے پاس کھڑا دیکھ کر چونکا۔ اس سے پہلے وہ اس سے وہاں کھڑے ہونے کی وجہ پوچھتا ،اسکا تجسس کمرے کے اندر سے آنے والی آوازوں سے ذرا کم ہوا۔

"یہ نہیں چاہتے تھے کہ شاہ ویز کی وجہ سے وہ اپنے بھائی سے دور ہوں۔۔۔ شاہ ویز نے انکی بہت منت سماجت کی ۔۔لیکن اِنہوں نے ایک نہ سنی ۔۔میں مانتی ہوں کہ شاہ ویز نے غلط کیا ،اسے فیصل آباد چھوڑ کر۔۔ لیکن۔۔اِنہوں نے سب جانتے بوجھتے ہوئے شاہ ویز کو نکاح کے لیئے فورس کیا۔۔ اگر وہ نہ کرتا تو وہ مجھے چھوڑ دیتے۔۔۔ میں نے چاہا کہ میں شماز کو سب بتاؤں۔۔لیکن میں قسم کی زنجیروں میں بندھی ہوئی تھی ۔۔اگر میرے بیٹے کی جان لینے سے تم لوگوں کی تسلی ہوتی ہے تو سب سے پہلے ۔۔اسکی ماں کو مار دو۔۔ مجھے مار دو۔۔۔ وہ برا ہے نا۔۔۔تو اسے کیوں؟؟ اسکی جگہ اسکی ماں کو مرنا چاہیئے۔۔۔ "وہ زاروقطار روتے ہوئے ،اسکے سامنے اپنے ہاتھ جوڑے ہوئے تھی ۔

شماز نے آؤ دیکھا نا تاؤ ،انتہائی درشتی سے کمرے میں داخل ہوا۔" امی ! کیا کررہی ہیں آپ ؟؟ "اس نے اسکے ہاتھ پکڑے جو زیبا کے سامنے جڑے ہوئے تھے ۔

علینہ بھی اسکے پیچھے کمرے میں آئی ۔

"شماز !میرے شاہ ویز کو بچا لو۔۔۔ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے ۔۔۔شماز۔۔۔وہ بھائی ہے تمہارا۔۔۔تمہارا اپنا سگا بھائی ۔۔۔ "وہ روتے روتے اسکے سینے سے جالگی ۔ اسکی حالت دیکھ کر زیبا بھی رودی۔ اپنی ماں کو اپنے سینے سے لگائے ،وہ آنکھیں بھر آیا۔ آخر وہ انہیں کیسے بتاتا ؟ کہ ایسا اب اسکے بس میں بھی نہیں ہے ۔ یہ فیصلہ زیتون خانم کے بیٹوں کو تھا ، جنہیں اپنی جان سے کہیں زیادہ اپنے کہے ہوئے لفظوں کا پاس تھا۔

****

"سحیل ؟؟ تم آخر کیوں جا رہے ہو؟ کیا کہا ہے اس نے تمہیں جو تم ؟؟ "تابینہ شش وپنج کا شکار تھی ۔

اس نے لاپرواہی سے اسے دیکھا اور پھر دوبارہ سے بیگ پیکنگ میں مصروف ہوا۔

"سجو۔۔۔میں نے کچھ پوچھا ہے ؟ "اب کے اس نے ذرا غصہ سے دریافت کیا۔

"آپو۔۔۔ مجھے جانے دیں پلیز۔۔۔۔ "اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"مگر کیوں؟؟ آخر وہ چاہتا کیا ہے ؟جو اس نے تمہیں وہاں بلایا ہے ؟؟ "اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"میں نہیں جانتا آپو۔۔ "اس نے نفی میں گردن ہلائی ۔

"وہ چاہتا کیا ہے آخر اس سے؟؟تم کہو تو میں اس سے بات کرتی ہوں؟؟ "وہ اسکا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولی ۔

"اس کی ضرورت نہیں آپو۔۔۔ پلیز مجھے جانے دیں۔۔ "وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ " میں اس مشکل وقت میں اسکو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔ "اس نے ڈریسنگ سے اپنی تین ،چار پرفیوم اٹھا کر بیگ میں رکھی ۔

اسکی بات سن کر وہ سخت تناؤ کا شکار ہوئی ۔" چھوڑ چکے ہو تم اسے ۔۔کیوں ایکسیپٹ نہیں کر لیتے یہ بات ؟"

"یہی تو ایکسیپٹ نہیں کر پارہا۔۔۔ میں اسے چھوڑ بھی دوں ،تب بھی وہ میرے دل سے نہیں جاتی ۔۔یہاں بستی ہے وہ ،یہاں۔۔۔ "وہ بیگ کی زپ بند کرتے کرتے رُکا اور اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر بولا تو اسکی آواز بھِرا سی گئی ۔

"وہ اب شادی شدہ ہے سجو۔۔۔ "تابینہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"بے فکر رہیئے۔۔میری بھیک زدہ محبت اسکے دل میں کہیں نہیں ہے ۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ اور بولتا تابینہ نے اسکی بات کاٹی ۔

"تو پھر ؟ تمہارے جانے کا مقصد کیا ہے ؟ کیوں بلایا ہے اس نے تمہیں؟؟؟ "اسکے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں واضح ہوئیں۔

"میں سچ میں نہیں جانتا ۔۔اس نے بس کہا میں اسکی خوشی کے لیئے اٹلی آجاؤں۔۔۔"

"اسکی خوشی ؟؟؟ تم سے ؟؟ "تابینہ کا دماغ چکرانے لگا تھا۔

"نہیں۔۔۔اسکی خوشی اسکے شوہر میں ہی ہے ۔۔مجھ میں نہیں۔۔۔میں تو محض جہانگیر کی غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے جارہا ہوں۔۔ "اس نے بیگ کی زپ بند کی اور اپنا پاسپورٹ دراز سے نکال کر اپنے شولڈر بیگ میں رکھتے ہوئے اپنے بالوں میں کنگھی کرنے لگا۔

"تو جانا ضروری ہے ؟ تم یہاں بھی تو۔۔۔ "

"آپو۔۔۔پلیز۔۔۔۔ کتنی تفشیش باقی ہے اور ؟ "وہ زچ ہوا۔

"جب تک تم مجھے اپنے جانے کی کوئی ایک ٹھوس وجہ نہ بتادو۔۔تب تک بھول ہے تمہاری کہ میں تمہیں گھر سے نکلنے بھی دوں گی۔۔اب میرا احترام اگر ذرا سا بھی دل میں ہے تو کھولو اپنی پیکنگ اور اپنی ٹکٹ کینسل کرواؤ۔۔۔ "اس نے اسے اپنا حتمی فیصلہ سنایا۔

"آپو۔۔۔بات اس ویڈیو تک کی ہوتی ۔۔اور بات تھی ۔۔۔لیکن یہاں بات اسکا میرے ساتھ اب تک رابطے میں ہونے کی ہے ۔۔"

"کیا؟؟؟ کیا مطلب۔۔وہ اب تک ؟؟؟ "اسکے الفاظ ادھورے رہ گئے ، تبھی راحت صاحب کمرے میں آتے ہی بولے ۔

"جہانگیر کو لگتا ہے کہ اس نے پاکستان آتے ہی سب سے پہلے سجیل کو کال کی ۔۔مزید یہ کہ وہ یہاں خاص اِس سے ملنے آئی ہے ۔۔"

راحت کے کہے گئے لفظوں پہ اسکا تو جیسے سانس ہی بند ہو گیا تھا۔ اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر سجیل کو جو پریشانی سے انکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"اس لیئے ۔۔اسے نہ روکو تابینہ جانے دو۔۔۔ عورت سے محبت کا ثبوت اس سے شادی کرنا ہی نہیں ہوتا۔۔ اسکی عزت کی حفاظت محبت کا پہلا ثبوت ہے ۔۔۔ یہ اسکا ساتھ تو نہ دے سکا۔۔لیکن اسکے شوہر کے دل میں آئی غلط فہمی کو تو دور کرسکتا ہے نا کہ اُس نے اسکے نکاح میں آنے کے بعد کبھی اسکی امانت میں خیانت نہیں کی ۔۔اور جس للکار سے وہ خود کو مسز جہانگیر ہارون کہہ کر گئی تھی ،اس سے صاف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سجیل علی اسکے دل میں دور دور تک کہیں بھی نہیں ہے ۔۔"

اسکی بات مکمل ہوئی تو سجیل نے ملتجی نگاہوں سے اس سے جانے کی اجازت چاہی تو اس نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے ،اپنا پیار بھرا ہاتھ اسکے سر پہ پھیرا۔

****

اسکے ہاتھوں پہ مہندی سے لگائے گئے خوبصورت پھولوں کو وہ کافی انہماک سے دیکھ رہا تھا۔
وہ مہندی لگے ہاتھوں کو اٹھ کر دھونے لگی تو اس نے اسے روکا۔
"کلر کم آئے گا۔۔ تھوڑا اور رہنے دو۔۔ "
وہ جاتے جاتے رُکی ۔ خشک ہو چکی ہے یہ ۔۔۔ اب تم چاہتے ہو کہ چپک جائے ؟ " اس نے سوالیہ انداز سے کہا اوراپنی کہی بات پہ خود ہی ہنس دی ۔
"صبح کہاں گئے تھے تم ؟ " وہ واش بیسن کے قریب آئی اور اپنے ہاتھ دھوتے ہوئے اس سے بولی ۔
"لاہور کی ٹکٹس بُک کرواکر آیا ہوں۔۔ شام میں جا رہے ہیں ہم ۔۔"
وہ ہاتھ دھوتے دھوتے رُکی ۔ اسکے چہرے پہ آئی مسکراہٹ ،خوف کے مارے غائب ہو گئی ۔"مجھے نہیں جانا کہیں۔۔۔ "وہ واپس آئی اور اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولی ۔
"جانا تو ہے نا۔۔ کانووکیشن ہے کل تمہاری ۔۔"
"ہاں تو پھر صبح جاتے ہیں نا؟ اور شام میں آجائیں گے ۔۔۔ "اس نے اسکے چہرے پہ نگاہ ڈالی ۔

"رات ہاٹل میں رکیں گے ۔۔تاکہ صبح ٹائم پہ یونیورسٹی پہنچ جائیں۔۔"اسکی بات پہ وہ گہری سجیدگی سے اسکا چہرہ دیکھنے لگی ۔

"کیا ہوا؟؟ پریشانی کس بات کی ہے ؟؟ "

اسکے سوال پہ وہ نیم انداز میں مسکرادی ۔ " اب تو پریشانی رہی نہیں کوئی ۔۔۔تمہارے ساتھ میں سکون ملنے لگا ہے مجھے۔۔۔ "اس نے بے اختیار ہو کر کہا۔

اس نے حیران کن نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا۔" تم ٹھیک تو ہو؟"

"کیا مطلب؟ شوہر ہو تم میرے ۔۔تم سے محبت کا اظہار کرنے میں بھی اب میں کنجوسی کروں ؟؟ "اس نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے ذرا لجائی سے کہا تو اسکا سانس پھولنے لگا اور آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

"کیا ہے ؟؟؟ جانتی ہوں۔۔تمہاری لائف لائن کی جگہ کبھی نہیں لے سکتی میں۔۔ لیکن ۔۔اپنی لائف کی لائن میں تو شامل کر ہی سکتے ہو نا تم مجھے ؟؟"

اسکی بات پہ وہ شرمندہ سا ہوکر رہ گیا۔

"بتاؤ نا؟؟ کہ چھوڑ دو گے مجھے ؟؟ "

اب کے اسکا دل بند ہونے لگا۔ جیسے کوئی قیمتی چیز اس کے ہاتھوں سے نکل رہی ہو۔" مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میری سانسیں ہی مجھے چھوڑ جائیں گی ۔ "اس نے دل میں خود سے سرگوشی کی ۔

"اچھا رہنے دو۔۔میں جانتی ہوں تم مر تو جاؤ گے ۔۔لیکن مجھے نہیں چھوڑو گے ۔۔ "وہ اپنے لگائے گئے اندازے پہ بے ضبط ہنسی ۔

اس نے اسے بغور دیکھا کیونکہ اسکی آنکھوں سے ہنستے ہنستے آنسوؤں کے قطرے چھلک رہے تھے ۔

بلاشبہ وہ آنسوؤں کے قطرے خوشی کے تھے۔

"مہر۔۔میں اچھا نہیں ہوں۔۔۔ تم مجھے اتنی امپورٹنس کیوں دینے لگی ہو؟ "

"تم کیا ہو یہ صرف میں جانتی ہوں۔۔بس وعدہ کرو کہ تم مجھے چھوڑو گے نہیں۔۔۔ "اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس سے عہد چاہا۔

وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"کیا ہو گیا ہے ؟جان نہیں مانگی تمہاری ۔۔۔ "وہ پھر سے ہنسی ۔

"جان مانگ لیتی تو حاضر تھی ۔۔۔لیکن اپنا ساتھ ۔۔۔اسکا وعدہ کیسے کروں میں ؟؟ "اسکا دل دکھ سے بھر گیا آنکھیں آنسوؤں سے ڈوب چکی تھیں۔ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے اسکے ہاتھ پہ جا گرے ،جس نے اسے پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔اس نے اسکے تر رخساروں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔

اس نے چاہا کہ وہ اس سے کچھ کہے مگر چاہ کر بھی وہ کچھ کہہ نہ پایا۔اس نے خاموشی سے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پہ رکھا اور اسے تسلی دی تو اسکے اداس ،آسودہ چہرے پہ مسکراہٹ دوڑی ۔

"شاز کہہ سکتی ہوں میں تمہیں؟؟ "اسکے سوال پہ وہ مسکرایا۔" محسن بھائی تمہیں یہی کہتے ہیں نا۔۔تو میں اگر کہہ لیا کروں تو ؟"

"اجازت کیسی ؟ تم کہہ سکتی ہو۔۔ "وہ حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو ؟ "

"سوچ رہا ہوں۔۔یہ قسمت بھی کیا عجیب چیز ہے ۔۔۔ جو ہم چاہتے ہیں ،وہ ہمیں ملتا نہیں۔۔ اور جو نہیں چاہیئے ہو تا ہے وہ مل جاتا ہے ۔۔ "وہ گہری سنجیدگی لیے بولا۔

"ہاں۔۔۔لیکن مجھے اب قسمت سے کوئی شکوہ نہیں۔۔میں سمجھ گئی ہوں. کہ وہ سب ہونا شاید ایسے ہی لکھا تھا۔۔ بس اب ڈگری ہاتھ میں آتے ہی ،میں بھی نوکری شروع کردوں گی ۔۔اور تم۔۔تم اب وہ کام نہیں کروگے ۔۔ سمجھے۔۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا ،اس نے اسکے چہرے پہ موجود تجسس بھرے سوالوں کا جواب خود ہی دیا۔" سب جانتی ہوں۔۔"

اس نے اتنا کہا اور خاموش ہوگئی ۔" مہر۔۔ضروری نہیں ،جیسے ہم نے سوچا ہو،زندگی ویسی ہی گزرے۔ ہماری ہر ترکیب اور ہر منصوبہ بندی اکارت رہ جاتی ہے ،جب اللہ کا حکم آجاتا ہے ۔میری دعا ہے کہ ہم دونوں اپنے اس زبردستی کے جڑے ہوئے رشتے کو آخر تک نبھائیں۔"

اسکی بات پہ اسکے لبوں پہ سکوت طاری ہوگیا۔ اس نے جیسا جواب سوچا تھا، اسکی طرف سے ویسا جواب نہیں دیا گیا تھا۔

"جانتاہوں۔۔تم سوچ رہی ہو گی کہ میں شاید تم سے اکتا گیا ہوں۔۔لیکن۔۔اس اکتاہٹ اور بیزاری سے بھرے رشتے کی اب مجھے عادت ہوچکی ہے ۔۔تمہارا ساتھ مجھے سکون دیتا ہے ۔۔میں تمہیں کسی بھی تکلیف میں دیکھ نہیں سکتا۔۔ تمہارے لیئے کچھ بھی کر جانے کو جی چاہتا ہے ۔۔"

اسکے لفظوں نے اسکے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

"تو محبت کرنے لگے ہو تم بھی مجھ سے ؟؟ "اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھا ،جس میں اسے اپنے لیئے محبت صاف دکھائی دے رہی تھی ۔

جواباََ وہ خاموش رہا۔

"دز۔۔از۔۔ناٹ فیئر ۔۔شاز۔۔۔ بیوی سے محبت کے اظہار میں شرم آرہی ہے تمہیں؟؟ "اس نے منہ بنا کر کہا اور اسکے پاس سے اٹھی ۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے اپنی جانب کھینچا تو وہ اسکے اوپر آگری ۔ اس نے اسکی خمار آلود آنکھوں میں دیکھا ،جس میں اسے اپنے لیئے محبت نظر آرہی تھی ۔

"کیا کررہے ہو تم ؟ چھوڑو۔۔۔ "

وہ اسکے بازوؤں کے حصار میں تھی ۔ اس نے اسے قدرے اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"اب بتاؤ؟ شرم کسے آرہی ہے ؟ "وہ شرارت بھرے لہجے میں بولا۔

"اچھا۔۔چھوڑو تو۔۔۔ " اس نے خود کو اسکی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کی مگر بے سود۔

"سوچ لو۔۔۔ چھوڑ دوں؟ ؟ "اس نے حیرانگی سے ذرا مسکرا کر سوال کیا۔

"پھر یہ نہ کہنا کہ شاز ۔۔تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ "وہ اسکے انداز کی نقالی کرتے ہوئے بولا تو اس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا چھوڑا اور اسکے محبت کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے ،اپنی آنکھوں کو بند کیئے نہایت سکون سے مسکرادی ۔

****

"نواز۔۔کیا بات ہے ؟ آپ لنچ پہ بھی پریشان سے لگ رہے تھے ۔۔کوئی بات ہے تو آپ مجھے بتا سکتے ہیں۔۔۔ "کرسٹی نے انہیں لان میں چکر لگاتے دیکھا تو ان کے پاس آکر کھڑی ہوئی ۔

"کچھ نہیں۔۔۔ "انہوں نے لاپرواہی سے کہا اور لان میں موجود کرسی پہ آبیٹھے ۔

انہوں نے سگریٹ پہ پڑے سگار کو اٹھایا اور اپنے منہ میں رکھتے ہی اسے سلگایا۔ سگار سے اٹھنے والا دھواں بھلے ہی اسکے دل کو تقویت دے رہا تھا مگر اسکا دل اندر تک گھائل ہوچکا تھا۔

"نواز؟؟ کیا بات ہے ؟ آپ مجھے بتا سکتے ہیں۔۔۔کوئی پریشانی ہے تو کہیئے۔۔۔ "وہ انکے سامنے موجود کرسی پہ بیٹھی۔

"کرسٹی ۔۔ وہ ۔۔جنت۔۔۔ "اس نے اتنا کہا ہی تھا کہ اسکے اندر کے انسان نے اسے جنجھوڑا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ "وہ فوراََ سے اپنے حواس بحال کرتا ہوا بولا۔

اسکی ادھوری بات نے اسے تجسس میں مبتلا کر دیا تھا۔"کیا جنت ؟؟ "وہ تذبذب کا شکار ہوئی ۔

"نواز۔۔۔ کیا ہوا اسے ؟؟"

"نہیں۔۔کچھ نہیں۔۔۔ "وہ نفی میں گردن ہلا کر بولا۔

"نواز۔۔ میں جانتی ہوں کہ جولی سے غلطی ہوئی ہے ۔۔اسے ایسے اپنے وِلاگ میں ان دونوں کی تصاویر اور ویڈیوز کو یوز نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ لیکن۔۔ ہم اس سب کو بدل تو نہیں سکتے نا۔۔۔ "وہ تفہیمی انداز میں بولی ۔

"جانتا ہوں۔۔۔لیکن ۔۔اسکا یہاں کوئی نہیں ہے ،جو جہانگیر سے اسکے لیئے بات کرے ۔۔ "وہ اپنے ہونٹ دبا کر رہ گئے ۔

"کیوں کوئی نہیں ہے ؟؟ ہم ہیں نا؟؟ "اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

اسکی بے پناہ محبت پہ وہ پر امیدی سے مسکرائے۔

"ویسے بھی ۔۔جہانگیر اور وہ ۔۔خوش تھے لنچ پہ ۔۔مجھے نہیں لگتا کہ ۔۔۔۔"

"بظاہر۔۔۔ "انہوں نے اسکی بات کاٹی ۔تو وہ بولتے بولتے رُکی ۔" بظاہر خوش ہیں۔۔ شوہر کے دل میں اگر ایک دفعہ بدگمانی آجائے تو ،وہ قبر تک آپکے ساتھ جاتی ہے ۔۔"

اس نے عالمگیر سچائی بیان کی تھی ۔ اسکی بات سن کر وہ تڑپ کر رہ گئی مگر کچھ دیر توقف کے بعد بولی۔

"اور اگر بیوی کے دل میں آجائے تو؟؟ بیوی تو معاف کر دیتی ہے ۔۔ شوہر کے عیب پہ پردہ ڈال دیتی ہے ۔۔لیکن شوہر کیوں نہیں؟؟ "اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ اس سے نظریں چرا کر رہ گئے ۔

"دیکھیں۔۔۔اگر جہانگیر صرف دنیا داری نبھا رہا ہے تو یہ جنت کے ساتھ زیادتی ہے ۔۔ یہ رشتہ مجبوری نہیں ہے نواز۔۔فرض کریں اگر ہماری جولی اسکی جگہ ہوتی تو ہم کیا کرتے ؟؟ "

کہتے کہتے اسکے ہونٹ کانپ کررہ گئے ۔ سننے والے کا بھی حال کچھ الگ نہیں تھا۔ اسکا دل دھل کر رہ گیا۔ اسکی حالت غیر ہونے لگی ۔

"نواز۔۔۔میں نے صرف بات ہی کی ہے ۔۔۔ ریلیکس۔۔۔ " اس نے ذرا زور دے کر کہا۔

"دیکھیئے ذرا اپنی حالت۔۔۔تو سوچیئے۔۔جنت کے باپ کا کیا حال ہوگا؟ جب اسے پتہ چلے گا کہ اسکی بیٹی کے ساتھ پردیس میں یہ ظلم ڈھایا جارہا ہے؟"

نواز نے کرسی کے بازو کو انتہائی مضبوطی سے پکڑا اور اس سے نظریں چراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"نواز۔۔۔ نواز۔۔۔ کیا ہوا؟؟؟ نواز؟؟؟ "اس نے اسے پیچھے سے بار ہا آواز دی مگر وہ انتہائی تکلیف اور اذیت سے اپنے قدم بڑھاتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا اور کمرے میں آتے ہی بیڈ پہ ڈھے گیا۔

تیری راہ میں

رات گئے تک وہ انکی حالت پہ پریشان رہی۔ وہ چاہ کر بھی اس سے کچھ بھی بانٹ نہیں سکتا تھا مگر اسکا لہجہ اور اسکے چہرے کے تاثرات اسے صاف بتا رہے تھے کہ کوئی نہ کوئی تو گہری بات ضرور ہے جو وہ اس سے چھپا رہے ہیں۔

ہارون صاحب سیر کے بعد ابھی گھر لوٹے ہی تھے کہ ان کے فون پہ مسلسل بیل ہونے لگی۔ جوں ہی انہوں نے اپنے کوٹ کی جیب سے موبائل نکالا تو انہیں تھوڑی تشویش ہوئی۔

"کرسٹی اور مجھے فون؟؟ "انہوں نے خود کلامی کی۔ مگر اگلے ہی لمحے انہوں نے فون اٹھایا۔

"جی بھابھی؟؟"

"ہارون بھائی؟ آپ سے بات ہوسکتی ہے ؟؟ "اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"جی۔۔کیوں نہیں؟ سب ٹھیک تو ہے ؟؟"

"جی۔۔ ہارون بھائی کوئی ایسی بات جو میرے لیے جاننا ضروری ہو لیکن مجھے نہ بتائی گئی ہو؟؟ "اس نے ذومعنی انداز میں کہا ۔

وہ کمرے میں جاتے جاتے رُکے اور لاؤنج میں موجود صوفے پہ آبیٹھے۔" میں سمجھا نہیں بھابھی۔۔۔ "

"میں جانتی ہوں آپ سمجھ گئے ہیں سب کہ میں کیا جاننا چاہتی ہوں۔۔ "اس نے صاف انداز میں کہا تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔

وہ مزید بولی۔" دیکھیئے بھائی صاحب۔۔آپ اور ہم ایک عرصے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔۔اور میں یہ اچھے سے جانتی ہوں کہ مجھ سے زیادہ تو انکی ہر بات میں راز دار آپ ہیں۔۔۔ "

وہ کچھ دیر توقف کے بعد دوبارہ بولی۔" گھما پھرا کے بات نہیں کروں گی۔۔۔صاف صاف کہوں گی۔۔ آپکی بہو۔۔جنت۔۔ کیا نواز جانتے ہیں اسے؟؟ "

وہ صوفے پہ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے مگر اسکی بات سنتے ہی ذرا سیدھے ہو کر بیٹھے ۔" ظاہر ہے ۔۔میری بہو ہے ۔۔۔ جانتے تو ہوں گے ۔۔ "انہوں نے ہنستے ہنستے بات ٹال دی ۔

"ہارون بھائی۔۔ آپ میری بات کو سیریس نہیں لے رہے ۔۔یہاں بات کچھ اور ہے ۔۔۔ "اس نے تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا بات ؟؟ "

وہ کچھ کہتے کہتے رُکی ۔" اسکا مطلب وہ ویڈیو ان تک نہیں پہنچا۔ "اس نے دل میں خود سے کہا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ "اس نے نفی میں گردن ہلائی اور فون رکھ دیا۔

"کس کا فون تھا؟ "انہوں نے ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پہ رکھا اور ان سے بولی۔

"کرسٹی بھابی کا۔۔۔ "انہوں نے فون جیب میں ڈالا اور صوفے سے اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئے ۔

"خیریت؟؟ "انہوں نے چائے کا کپ انکے سامنے رکھا۔

"ہاں۔۔ پوچھ رہی تھیں ۔۔جنت اور نواز میں کیا رشتہ ہے ؟ "

"کیا؟؟؟ "حیرت کے مارے انکا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"مجھے لگتا ہے اسے شک ہو گیا ہے ۔۔۔کچھ تو ایسا ہوا ہے وہاں جو ۔۔۔ "انکی بات ادھوری رہ گئی ،تبھی وہ بولیں۔

"میں جانتی ہوں۔۔کہ کیا ہوا ہے ؟ رادھا دیدی نے مجھے سب بتایا ہے۔۔ میں نے سوچا کہ آپکو بتا دوں۔۔لیکن میں آپکو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی ۔۔"

"ہوا کیا ہے ؟؟؟ "انہوں نے چائے کی ایک چُسکی بھری اور چائے پیتے پیتے رُکے۔

****

"آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کررہے ہے ؟؟ "وہ اسکے سامنے کھڑی ذرا رونے والے انداز میں بولی

۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ "اس نے سنجیدہ مزاجی سے کہا اور آئینے میں اپنا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے ،بالوں پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

"ناشتہ بھی نہیں کیا آپ نے ۔۔۔چائے بھی نہیں پی ۔۔"

"دل نہیں چاہ رہا۔۔۔ "اس نے ٹائی ہاتھ میں لی اور اسے سیٹ کرتے ہوئے اس سے بولا۔" تم ناشتہ کر لو ۔۔"

وہ اسے برابر اگنور کیے جارہا تھا۔آخر وہ کس چیز سے بچ رہا ہے ؟یہ تو وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے نا؟ تو آپ؟ "اس نے نظر بھر کر اسے دیکھا تو اسکے الفاظ ادھورے رہ

گئے ۔

"جانِ جانی !اتنا پریشان نہیں ہوتے۔۔سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔ "اس نے اسکے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا تو اسکی آنکھیں بھر آئیں۔

تین دن بعد اس نے اسے اس نام سے بلایا تھا۔اسے ایسے لگا جیسے تین صدیاں گزر گئی ہوں ،اسے اسکا نام لیئے ۔

"روتے نہیں۔۔۔پلیز۔۔۔ "اس نے اسکی آنکھیں صاف کیں ،جو بے ضبط بہہ رہی تھیں۔

"آپ مجھے کیوں اگنور کر رہے ہیں؟؟ آپ مجھے سزا دے سکتے ہیں میرے ہر گناہ کی ۔۔آپ سے منسوب ہوتے ہوئے میں نے کسی اور شخص کے بارے میں سوچا۔۔میں واقعی سزا کا حق رکھتی ہوں۔۔لیکن۔۔ لیکن ۔۔میرا یقین کیجیئے۔۔میں نے کبھی بھی آپ سے نکاح کے بعد ۔۔ اس شخص کے بارے میں نہیں سوچا۔۔۔"

وہ بے ضبط بولتی چلی گئی اور وہ سنتا گیا۔ آخر اس نے اپنے ہاتھوں سے اسکے آنسو صاف کیے اور اسکی حالت کے پیشِ نظر بولا۔

" نواز انکل کی طرف چھوڑ دوں ؟ واپسی پہ آتے ہوئے لیتا آؤں گا۔۔ "

****

"اتنا سب ہو گیا؟ مگر ۔۔۔ "وہ بوکھلا سے گئے ۔

"ہارون پلیز۔۔۔ڈونٹ بی پینک ۔۔ اسکی زندگی میں جہانگیر سے پہلے جو کوئی بھی تھا،اس سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں۔۔۔ جہانگیر کے بعد اگر اسکی زندگی میں کوئی ہوتا تو اس سے ضرور ہمارا لینا دینا ہوتا۔۔ "وہ تفہیمی انداز میں بولتے ہوئے مزید بولیں۔۔ " اب آپ ہی دیکھیئے جہانگیر کو ۔۔ وہ آخر کس بات کی سزا دے رہا ہے اسے بھی اور خود کو بھی ۔۔وہ بتا رہی تھیں کہ وہ سب کے سامنے تو نارمل بیہیو کرتا ہے لیکن۔۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں؟؟؟"

انہوں نے اثبات میں گردن ہلائی اور کچھ کہتے کہتے رُکے۔" اسی لیئے کرسٹی نے مجھے کال کی ۔۔۔اسکا مطلب اسے بھی کچھ محسوس ہوا ہے۔۔۔"

انہوں نے فوراَ نواز کا کال ملائی ۔ اسکے موبائل پہ مسلسل بیل ہوئی لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر اسے لینڈ لائن نمبر پہ فون کرنا پڑا۔

"ٹرن۔۔۔ٹرن۔۔۔۔ "گھنٹی کوئی تین چار مرتبہ ہوئی ۔

وہ نیند سے بیدار ہوا اور اپنا ہاتھ آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے میز پہ موجود فون کے ریسیور کو اٹھاتے ہوئے بولا۔" اس وقت کون ہے بھئی ؟؟؟ "وہ نیم بیہوشی میں ذرا بیزاری سے بولے۔

"تمہیں وقت کی پرواہ ہے کیا؟؟ "

انہوں نے انکے فون اٹھاتے ہی انہیں خوب جھاڑ پلائی ۔

وہ فوراََ سے آنکھیں مَلتے ہوئے اٹھے ۔" ہارون ! تم ؟؟ "

"ہاں ۔۔میں۔۔ آخر تم کیوں چپ ہو اب ؟؟ کیوں ؟نواز کیوں؟ " وہ تقریباََ اونچا بولے تھے ۔

تبھی انکے سامنے موجود ثمینہ بیگم نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے ذرا پر سکون ہونے کے لیئے

کہا۔

"ہارون ؟ میری بیٹی بے قصور ہے ۔۔ اسکا کوئی قصور نہیں ہے ۔۔ "انکی آنکھوں کے کنارے

بھیگ گئے ۔

کرسٹی جو ابھی انہیں جگانے کے لیئے آئی ہی تھی کہ ان کے الفاظ سن کر دروازے کے پاس ہی

کھڑی رہی ۔ وہ فوراََ سے لاؤنج میں رکھے گئے دوسرے ہینڈ سیٹ کی طرف بھاگی ۔ اس نے فوراََ

سے کریڈل پر سے ریسیور اٹھایا اور کان کے ساتھ لگایا۔

"جب جانتے ہو تو کیوں بولتے نہیں ہو تم ؟؟ کیوں ؟ تمہیں کس بات کا خوف ہے آخر ؟ کرسٹی

تمہیں چھوڑ دے گی ؟ اس بات کا خوف ہے ؟؟؟ " ہارون کے کہے گئے الفاظ اسکے کان میں

پڑے ہی تھے کہ اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔

"میرے چھوڑنے کا خوف؟؟ "اس نے خود کلامی کی اور پھر کان کے ساتھ ریسیور لگائے ان

دونوں کی دوبارہ باتیں سننے میں محو ہوئی ۔

"ہارون۔لالے کی جان !سچ کہوں تو مجھے اب کسی چیز کا خوف نہیں۔۔۔ "انکی آواز بھِرا سی گئی ۔

"تو پھر ؟ کیوں نہیں تم بتا دیتے اسے کہ وہ تمہاری بیٹی ہے ؟؟ کیوں نہیں بتادیتے؟؟ وہ جس حالات میں ہے اسکے پاس کوئی سپورٹ نہیں۔۔"

اتنا سننا ہی تھا کہ اسکا ہاتھ کانپنے لگا۔ اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا۔" جنت نواز کی بیٹی۔۔ "وہ لب کاٹ کر رہ گئی ۔

"ہارون۔۔۔لالے کی جان !کاش میں اسے بتا سکتا ۔۔کاش !مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ کرسٹی مجھے چھوڑ دے گی ۔۔۔خوف تو مجھے اس بات کا ہے کہ ۔۔میری بیٹی نے اگر مجھ سے پوچھ لیا کہ ۔۔ابا آپ نے میری خبر کیوں نہ لی ؟ تو میں اسے کیا جواب۔۔۔؟؟ "انکے الفاظ انکے حلق میں ہی اٹک کر رہ گئے ۔

****

اگلی صبح دونوں پوری تیاری سے فیصل آباد سے لاہور کے لیئے نکلے تھے ۔ دورانِ سفر وہ اسکا ہاتھ تھامے ،اسکے کندھے پہ سر رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی ۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور مسکراتے ہوئے اسکے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی ۔

ایک وہ وقت تھا اسے اسکا ہاتھ پکڑنا تو کیا اسکی شکل تک دیکھنا بھی گوارا نہیں تھی ۔ مگر اب وہ اسے اپنی آنکھوں کے رستے اپنے دل کے ایک ایک گوشے میں چھپا لینا چاہتی تھی ۔

موسم کی کیفیت خاصی دلکش تھی ۔ اس نے بھی نظر بھر کر اسے دیکھا اور مسکرادیا۔" نظر لگانے کا ارداہ ہے مجھے ؟؟ "وہ گاڑی کے باہر لہلہاتے کھیتوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ بات تم میری طرف دیکھ کر بھی کرسکتے تھے ۔۔۔"اسکی بات پہ وہ مسکراتے ہوئے لڑکیوں کی طرح شرمایا تو وہ بے اختیار ہنس دی۔

"آہستہ ۔۔۔ یہ پبلک بس ہے ۔۔ اس سے پہلے ہمیں گاڑی سے اتارا جائے ۔۔ذرا آہستہ۔۔۔ "اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے آواز آہستہ رکھنے کا کہا۔

"کیا تم بھی ناں۔۔ بیوی اگر پیار سے بات کرے تو لوگوں کو اس میں مسئلہ ہے ؟؟"

"جی بالکل۔۔۔ "اس نے ذرا زور دے کر کہاتو وہ جواباََ بولی ۔

"پھر لڑ لیتے ہیں۔۔ کیا کہتے ہو ؟؟ "

"ہاں ۔۔پھر وائرل ہو جائیں گے ہم ۔۔۔کسی نہ کسی کی ویڈیو میں۔۔ "

اب کے وہ اور کھلکھلا کر ہنسی ۔

"اشش۔۔۔ "اس نے منہ پہ انگلی رکھ کر اشارةََ اسے کہا۔

وہ ہنستے ہنستے یکدم رکی ۔" شاہ ویز۔۔۔ یہ ہماراآخری سفر ہو گا۔۔ "اسکے ادھورے لفظوں پہ اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"میرا مطلب ۔۔۔لاہور میں آخری سفر۔۔۔ اب کے بعد ہم لاہور نہیں آئیں گے ۔۔۔ "

اسکی بات سن کر وہ کچھ دیر کے لیئے خاموش ہو گیا۔

دوسری طرف وہ یونیورسٹی کے مین گیٹ کے باہر گاڑی میں بیٹھا ہر آنے جانے والی ہر گاڑی اور فرد پہ نظر رکھے ہوئے تھا۔کہ کب وہ یونیورسٹی میں داخل ہو اور کب وہ انہیں ہتھیا لے۔

جوں ہی دونوں رکشے سے اترے ،اس نے فوراََ سے اپنی عینک کو سیدھا کیا۔ وہ اماں بی کی چادر اوڑھے ہوئے تھی۔ اس نے رکشے والے کو کرایہ دیا اور اسے لے کر یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ جب تک کانووکیشن اپنے اختتام کو نہیں پہنچی تھی ،وہ ایک سائیڈ پہ کھڑا ان دونوں کے باہر آنے کے انتظار میں تھا۔

دو گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی جب وہ باہر نہ آئے تو مجبوراََ وہ اندر داخل ہوا۔

وہ ہاتھ میں اپنی ڈگری پکڑے اور کانووکیشن کا گاؤن پہنے اس سے اپنی تصویریں بنوا رہی تھی ۔ دونوں جس انداز سے ایک دوسرے کو تنگ کر رہے تھے ،اس کے لیئے یہ منظر حیران کن تھا۔

"ارے ؟ رو کیوں رہی ہو تم ؟؟ "اسکی آنکھوں میں موجود نمی کو دیکھتے ہوئے، وہ آگے بڑھا ۔

"کچھ نہیں۔۔۔بس امی ،ابا کی یاد آ رہی تھی ۔۔۔ وہ ساتھ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔۔۔ "اسکے کہے گئے الفاظ وہ بخوبی سن رہا تھا۔اس نے چاہا کہ وہ دونوں کی جانب آئے مگر اسکے بڑھتے قدم رُک سے گئے ۔

"تم کہو تو چلتے ہیں وہاں۔۔۔ "اسکی رائے پہ اس نے فوراََ سے اپنے آنسو صاف کیے۔

"ن۔۔نن۔۔نہیں۔۔بالکل بھی نہیں۔۔۔ مجھے وہاں نہیں جانا۔۔۔بس ہم اپنے گھر چلتے ہیں۔۔ آج کے بعد ہم یہاں کبھی نہیں آئیں گے ۔۔باقی کی پڑھائی میں آن لائن کر لوں گی۔۔ "

اس نے اسے اپنا حتمی فیصلہ سنایا۔اس نے چاہا کہ وہ اسکے فیصلے میں مداخلت کرے مگر کچھ سوچتے ہوئے وہ خاموش ہو گیا۔

"اچھا۔۔اب تم علامہ اقبال نہ بنو۔۔۔ " اسے کسی گہری سوچ میں محو دیکھ کر اس نے اسے اپنے ہاتھ سے اپنی موجود گی کا احساس دلایا۔" چلو۔۔اب ایک سیلفی لیتے ہیں۔۔ہماری ایک ساتھ کوئی تصویر نہیں۔۔ "

دونوں کے درمیان قربت کا یہ منظر دیکھ کر اسکا خون کھول اٹھا۔" تو یہ اسے بھی بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔ "اس نے خود سے کہا۔ آخر اسکے قدم اپنے آپ ہی انکی جانب بڑھتے گئے ۔وہ تیز قدم بڑھاتے ہوئے انکی جانب آرہا تھا۔

اس نے دو تین سیلفیاں اسکے ساتھ لیں ۔ دونوں کھلکھلاتے ہوئے بچوں کی طرح شرارتیں کرتے ہوئے مسکرا رہے تھے ۔کہ اچانک اسے اپنے فرنٹ کیمرہ میں اسکا چہرہ واضح محسوس ہوا ،جو قدم بڑھاتے ہوئے انکی جانب آرہا تھا۔ دونوں نے یکدم پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"شماز بھائی ۔۔۔ "اسکا منہ کھُلا کا کھُلا رہ گیا۔مہر کے لیئے اسکا سامنے آنا ایسے ہی تھا جیسے کسی انہونی چیز کا وقوع پذیر ہونا۔

اس نے خون آلود نگاہوں سے اسکی طرف دیکھا جو اس سے نظریں چرا رہا تھا۔" گھر چلو۔۔۔ "اسکی گھمبیر آواز نے اسے خوف کی کیفیت مبتلا کر دیا تھا۔

"بھائی ۔۔۔ مگر۔۔۔ "اسکی آواز تھر تھرانے لگی ۔

مہر نے اسکا یہ حال دیکھا تو اسے شدید غصہ آیا۔" کیا مگر ؟ تم انہیں کہتے کیوں نہیں ہو کہ ہمیں نہیں جانا انکے ساتھ۔۔۔ "

اسکے لہجے میں اپنے لیئے اجنبیت دیکھ کر شماز ہکا بکا رہ گیا۔" بھائی ہوں میں تمہارا۔۔۔ یہ کس انداز میں بات کررہی ہو تم ؟؟ "اس نے خود کو نارمل کیا اور اس سے بولا۔

جواباََ وہ طنزیہ مسکرائی ۔" بھائی " ! اب کے وہ زخمی انداز میں مسکرادی ۔ اسے ایسالگا جیسے بھائی لفظ اسکے لیئے طعنہ ہو۔

"بھائی ۔۔پلیز۔۔۔ریلیکس۔۔۔آپ گھر چلیئے ۔۔ہم آتے ہیں۔۔۔۔ "اس نے اردگرد موجود تمام لوگوں کی طرف نگاہ دوڑائی ، جو ان دونوں کی طرف بڑے انہماک سے دیکھ رہے تھے ۔

"تم اسے تو بیوقوف بنا سکتے ہو مگر مجھے نہیں۔۔۔ابھی کے ابھی میرے ساتھ گھر چلو۔۔ورنہ ۔۔۔ "اس نے واضح الفاظ میں اسے دھمکایا۔

"مہر۔۔۔چلو۔یہاں سے۔۔۔سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔۔ "اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے جانے کی التجا کی تو اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں۔

"شاز۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟؟ ہم ان کے ساتھ کیوں جائیں گے ؟؟ "اس نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ کی

گرفت سے آزاد کیا اور یہ کہتے ہوئے آگے کی جانب بڑھ گئی ۔" باہر انتظار کررہی ہوں آپکا۔۔آجایئے۔۔۔ "

"تو تم اسے بھی بے وقوف بنانے میں کامیاب رہے ۔۔بہتر یہی ہو گا کہ اسے گھر آنے کے لیئے کہو۔۔ "اس نے زہر آلود لہجے میں کہا اور یونیورسٹی سے باہر آیا۔ وہ فٹ پاتھ پہ کھڑی غصہ سے اپنی انگلیاں مسل رہی تھی۔

"سمجھ کیا رکھا ہے ان لوگوں نے ہمیں۔۔ انہیں میں بتاؤں گی کہ کسی کا ساتھ دینا کیا ہوتا ہے۔۔ " وہ اندر رہی اندر آگ بگولہ ہورہی تھی ۔

شمازنے گاڑی کا لاک کھولا اور خود اسٹیئرنگ پہ آموجود ہوا۔ اسکا سارا دھیان مہر پہ تھا جو اس کی طرف دیکھنے سے بھی نالاں تھی ۔ جوں ہی شاہ ویز باہر آیا تو اس نے اسے حددرجہ گھورتے ہوئے آنکھوں کے اشارے سے گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔

اسکی نظریں مہر پہ ٹکیں ۔جو اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسلتے ہوئے خود کو بمشکل ہی ضبط کرپارہی تھی ۔" مہر۔۔۔ "اسکے کہے الفاظ ادھورے رہ گئے جب وہ اس پہ بھڑکی۔

"کیا مہر؟؟ تم کیوں کررہے ہو ایسا؟ کیوں بلوایا تم نے شماز بھائی کو یہاں؟؟ مجھ سے چھٹکارا چاہتے ہو تو صاف کہو نا۔۔۔ "

"ن۔نن۔۔نہیں۔۔مہر۔۔۔نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے ۔۔۔تم غلط سوچ رہی ہو۔۔ مجھے تمہاری قسم میں نہیں جانتا کہ وہ یہاں۔۔۔۔"

"بس کرو۔۔۔ "وہ زچ ہو کر بولی ۔" پھر قسم۔۔۔جب بھی تم نے قسم کھائی ہے ۔۔جھوٹی قسم ہی کھائی ہے ۔۔۔ " اسکے ہونٹ کانپنے لگے تھے ۔

"شاز۔۔پلیز۔۔۔انہیں کہو جائیں یہاں سے ۔۔۔ پلیز۔۔۔ "اس نے اسکی طرف اشارہ کیا جو گاڑی کے شیشے سے دونوں میں ہونے والی بحث و تکرار کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ دونوں میں کیا بات ہو رہی ہے وہ یہ سمجھ نہیں پارہا تھا۔مگر دونوں میں ہونے والی بحث و تکرار نے اسے گاڑی سے باہر آنے پہ مجبور کر دیا۔

"تم لوگ سمجھ نہیں رہے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں ؟؟؟ "وہ اپنے دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔

"اور آپ سمجھ نہیں رہے کہ ہم آپکے ساتھ نہیں جانا چاہتے ۔۔۔ "اس نے بھی تڑخ کے جواب دیا۔

"دیکھو مہر۔۔۔یہ سڑک ہے ۔۔۔ کوئی ڈرائنگ روم نہیں ۔۔اور نہ ہی میدان ِ جنگ ہے ۔۔سو پلیز۔۔۔بہتر یہی ہو گا کہ تم لوگ۔۔۔"

"آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو۔۔۔ ہم کٹھ پتلیاں ہیں ؟ جو آپکے اشاروں پہ ناچتے رہیں گے ؟؟ "اس نے ذرا بدتمیزی سے جواب دیا۔

جواباََ ُس نے شاہ ویز کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔اور اسے اشارۃََ کچھ سمجھاتے ہوئے واپس گاڑی کی طرف ہو لیا۔

"مہر۔۔۔مہر۔۔۔پلیز۔۔۔۔ بھروسہ رکھو مجھ پہ۔۔۔ " اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی خوب منت کی ۔

"شاہ ویز۔۔۔ "اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھا جو اس سے التجا پہ التجا کیے جا رہی تھیں۔

"محبت کرتی ہو نا؟ تو بھروسہ بھی رکھو۔۔۔ ہم بس سب سے مل کر آجائیں گے ۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ ٹرسٹ می ۔۔۔ "اس نے اسکا ہاتھ تھام کر اسے بھروسہ دلایا۔

"کوئی نہیں ہے میرا وہاں۔۔کوئی نہیں ہے ۔۔ "اس نے چیخ چیخ کر کہا۔

"کیا چچی جان سے بھی تم نہیں ملو گی ؟؟ " اس نے قدرے جذباتی انداز سے کہا تو بادل نخواستہ اسے اسکی بات ماننا ہی پڑی ۔

وہ گاڑی میں آکر بیٹھی تو وہ اسکے برابر میں موجود نشست پہ آموجود ہوا۔

"آگے آکر بیٹھو شاہ ویز۔۔۔ "وہ حکمیہ انداز میں اس سے بولا۔

اس سے پہلے وہ اسکے حکم کی تعمیل کرتا ،اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس سے نہ اٹھنے کے لیئے نظروں کے اشارے کہا۔

وہ سامنے والے شیشے سے ان دونوں میں ہونے والی اشارۃََ گفتگو کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اسکے غصہ اور اشتعال میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی سکون سے کام لے رہا تھا۔

"ہم گاڑی میں آکر بیٹھ گئے ہیں۔۔اسے ہمارا احسان سمجھیئے۔۔۔ "اس نے ذرا ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

****

وہ ان دونوں میں ہونے والی گفتگو کے زیرِ اثر تھی ۔ اسکے کان میں بار بار نواز کے کہے گئے الفاظ گونج رہے تھے ۔

"کبیر نواز۔۔اتنا بڑا سچ۔۔تم نے ۔ اتنا بڑا سچ مجھ سے چھپایا۔۔ "وہ ڈائننگ ہال میں موجود اسکی اور اپنی فریم میں لگی تصویر کو دیکھ کر بولی ۔جس میں دونوں ایک دوسرے کے گلے کے گرد بازو سے حلقہ بنائے بے انتہاء محبت سے مسکرا رہے تھے ۔

اسی اثناء میں دروازے پہ بیل ہوئی ۔ اس سے پہلے وہ آگے بڑھ کر دروازہ کھولتی ،زلیخا نے آگے بڑھتے ہوئے دروازہ کھولا۔" وہاٹ ۔۔اے ۔۔۔گریٹ مارننگ سرپرائز۔۔۔ ویر اِز بھیاء؟ "اس نے دروازے سے ذرا باہر جھانکتے ہوئے لان کے چاروں اطراف میں نگاہ دوڑائی ۔

جواباََ وہ خاموش رہی ۔

وہ دروازے کے پاس سے ہٹی اور اسے اندر آنے کے لیئے جگہ دی۔" از ایوری تھنگ آل رائٹ ؟؟؟ "اس نے اسے گلے سے لگایا۔

دونوں کو ایک دوسرے سے یوں ملتا دیکھ کر کرسٹی کی آنکھیں بھر آئیں۔

"جنت ۔۔تم۔۔۔کیسی ہو؟؟؟ "

"جی ۔۔آنٹی ٹھیک ہوں۔۔۔ "وہ سنجیدہ مزاجی سے مسکرائی ۔اسکے دل میں موجود درد اسکی نظروں سے صاف عیاں تھا۔

"او۔کے ۔۔آئم جسٹ کمنگ ۔۔ "اس نے اتنا کہا اور کچن میں جاکر کافی بنانے میں مصروف ہوئی ۔

"بیٹھو۔۔۔ "اس نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پہ بٹھایا اور خود بھی اسکے سامنے آموجود ہوئی ۔

اس نے اسکا چہرہ بغور دیکھا،جس میں اداسی کے تاثرات واضح تھے ۔" کتنی معصوم ہو نا تم ۔۔۔ "وہ اسکے سامنے بیٹھی خود سے سرگوشی کرتے ہوئے لب بھینچ کر رہ گئی ۔

"کچھ کہنا چاہتی ہو؟؟ "

"ن۔نن۔۔۔نہیں۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔ "وہ زبردستی مسکرائی ۔" گھر میں اکیلے بور ہونا تھا تو سوچا آپکی طرف۔۔۔ "

اس نے فوراََ سے اسکی بات کاٹی ۔" میں نے یہ کب کہا کہ تم یہاں کیوں آئی ہو؟ مجھے تو اچھا لگا کہ تم یہاں آئی ہو۔۔۔ "اس نے ذرا محبت سے کہاتو وہ مسکرادی ۔

"جہانگیر ٹھیک ہے اب؟؟ میرا مطلب اس نے ۔۔ "اسکی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ وہ فوراََ بولی ۔

"جی ۔۔جی ۔۔۔ وہ ٹھیک ہیں۔۔۔ "

اس نے قدرے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔" پردہ رکھ رہی ہو نا؟؟ "

اب کے وہ کنفیوز ہوئی ۔" میں سمجھی نہیں۔۔۔ "

"اگر تمہاری ماں تم سے پوچھتی تو کیا تم اس سے بھی شئیر نہ کرتی ؟؟ "

نواز کمرے سے باہر آتا آتا رُکا۔

"نہیں۔۔ان سے تو بالکل بھی نہیں۔۔۔ بیٹیاں تو اپنی ماں سے اپنا ہر دکھ چھپا لیتی ہیں۔۔ "اسکی آواز بھِرائی۔

"لیکن مائیں تو بیٹیوں کا چہرہ تک پڑھ لیتی ہیں ؟ ہے کہ نہیں؟؟ "اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"لیکن آپ میری امی تو نہیں ہیں نا۔۔۔ "اس نے بچگانہ انداز میں کہا تو وہ مسکرادی۔" ایم سوری ۔۔۔ "بعد ازاں اسے احساس ہوا۔

"اٹس ۔۔او۔کے۔۔ "اس نے ایک گہری لمبی سانس لی اور آنکھیں بھر آئیں۔

"آپ کیوں رو رہی ہیں؟؟ "وہ خاصا پریشان ہوئی ۔

"نہیں۔۔ بس ایسے ہی ۔۔آنسو آ گئے آنکھوں میں۔۔۔ "اس نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو رگڑ کر صاف کیا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ کیوں رو رہی ہیں۔۔میری بات پر نا ؟؟ "اس نے اپنے سوال کا جواب خود ہی اخذ کیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

آخر وہ کچھ دیر توقف کے بعد خود ہی دوبارہ بولی ۔" آنٹی ۔۔کاش ! میں کہہ سکتی کہ یہاں کوئی میرا بھی اپنا ہے ۔۔جانتی ہیں سب ٹھیک ہے ۔۔سب۔۔۔لیکن جہانگیر کے دل میں ۔۔ "وہ کہتے کہتے رُکی ۔" پتہ نہیں مجھے آپ سے یہ بات کرنی چاہیئے بھی کہ نہیں۔۔۔"

"مجھ سے شئیر کر سکتی ہو تم۔۔۔ "اس نے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پہ رکھ کر اسے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"وہ اب پہلے جیسے نہیں رہے ۔۔ میں جانتی ہوں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے ۔۔لیکن۔۔۔ میرا خدا جانتا ہے کہ میرے دل میں اب انکے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ۔۔لیکن وہ سمجھتے ہی نہیں۔۔۔انہیں لگتا ہے کہ شاید میں مجبوری میں یہ رشتہ نبھا رہی ہوں۔۔"

اسکی بات سن کر وہ لب بھینچ کر رہ گئی ۔

"ہیو۔۔سَم ۔۔کافی ۔۔۔ "جولی نے ٹرے میز پہ رکھا اور دونوں کے سامنے آکر بیٹھی۔"اوہ۔۔۔نو۔۔۔وائے آر یو کرائنگ ؟؟؟ "وہ فوراَ َ سے اپنی جگہ سے اٹھی ۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو صاف کیا اور مسکرادی ۔ " ایم۔او۔کے۔۔۔ "

اس نے اسکو گلے لگایا اور اسے دلاسہ دیا۔" جنت۔۔پلیز۔۔۔ ایم۔سو ر ی ۔۔۔ دس از جسٹ بی کاز آف می ۔۔۔ ایم ۔۔ایکسٹریملی سوری ۔۔۔ "اسے اپنی غلطی کا پورا پوراحساس تھا۔

وہ کمرے کے باہر کھڑا یہ سب سن رہا تھا۔ اسکا اسکے ساتھ خون کا رشتہ تھا مگر وہ اسے دلاسہ دینے سے قاصر تھا۔ وہ کمرے میں واپس آیا۔فریش ہوا اور ہسپتال کے لیئے تیار ہوا۔اس نے اپنا بیگ لیا اور کمرے سے باہر آیا۔

"ڈیڈ۔۔۔کافی ۔۔۔ "وہ فوراَ َ آگے بڑھی ۔

"ایم ۔آل ۔ریڈ ی۔ لیٹ۔۔ "وہ لاؤنج سے اتنی عجلت میں گزرا کہ اسے احساس ہی نہ ہوا کہ وہاں جنت بھی موجود ہے ۔ جبکہ وہ اسے پہلے دیکھ چکا تھا۔

"رکیں۔۔۔ جنت آئی ہے ۔۔اس سے مل تو لیتے آپ۔۔۔ "اسکی بات پہ اس کے جاتے جاتے قدم رکے۔ وہ پلٹا اور واپس آیا۔اس نے اسکے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور وہاں سے چل دیئے۔ انکی لاپرواہی کو اس نے اپنی غلط فہمی ہی سمجھا لیکن کرسٹی چاہ کر بھی یہ سب اگنور نہ

کر سکی ۔اسکا ایک ایک عمل دیکھ کر وہ اسے ٹٹول رہی تھی ۔ کہ جو اس نے سنا ہے وہ سچ ہے ۔۔

یقیناََ وہ سچ ہی تھا۔ سو فیصد سچ ۔۔اسکے ذہن میں ایک مرتبہ پھر سے اسکے الفاظ گونجے ۔

"مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ کرسٹی مجھے چھوڑ دے گی ۔۔۔خوف تو مجھے اس بات کا ہے کہ ۔۔میری بیٹی نے اگر مجھ سے پوچھ لیا کہ ۔۔ابا آپ نے میری خبر کیوں نہ لی ؟ تو میں اسے کیا جواب۔۔۔؟؟"

"تم دونوں باتیں کرو ۔۔میں آتی ہوں۔۔ "خود کو بمشکل ہی سنبھالتے ہوئے وہ کمرے میں آئی

۔

"مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ کرسٹی مجھے چھوڑ دے گی ۔۔۔خوف تو مجھے اس بات کا ہے کہ ۔۔میری بیٹی نے اگر مجھ سے پوچھ لیا کہ ۔۔ابا آپ نے میری خبر کیوں نہ لی ؟ تو میں اسے کیا جواب۔۔۔؟؟"

وہ جتنا سوچتی ،اتنا ہی اسکے کہے گئے الفاظ اسکے ذہن پہ حاوی ہوتے جاتے ۔

دوسری طرف ابھی تک زلیخا کو اس بات کا تجسس تھا کہ ایسا کیا ہوا جو جنت اور سجیل اتنی محبت کے باوجود الگ ہوئے ۔

جن حالات میں دونوں ملی تھیں وہ چاہ کر بھی یہ سوال اس سے پوچھ نہ سکی تھی ۔ مگر آج اس نے تھوڑی سی ہمت کر کے اس سے بات پوچھ ہی ڈالی ۔

“Jannat ! Sorry for asking..What happened then that he didn't get married to you ? He was serious about you, then what happened????

"جنت۔۔مجھے معاف کرنا کہ میں تم سے یہ سب پوچھ رہی ہوں۔۔۔لیکن ایسا کیا ہوا کہ تمہاری اس سے شادی نہیں ہوئی۔وہ تو بہت سیریس تھا تمہیں لے کر۔۔پھر ایسا کیا ہوا؟؟ "وہ خاصی الجھن اور تناؤ کا شکار تھی۔

اس نے گہری نظر ڈال کر اسکی طرف دیکھا اور زخمی انداز میں مسکرادی۔

It's a long story ... and I don't want to talk to anyone about him.. In short, He did not have the courage to ask for my proposal.. Anyway, love is found not only through prayer but also through efforts. What he didn't do ..."

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔۔اور میں اس سے متعلق کسی سے بھی کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔ مختصر اتنا کہوں گی کہ اس میں حوصلہ نہیں تھا مجھے مانگنے کا۔۔۔ویسے بھی محبت دعا سے ہی نہیں۔۔کوشش سے بھی ملتی ہے۔۔جو اس نے نہیں کی۔۔"

اسکے چہرے سے اسکی بے بسی صاف ظاہر ہورہی تھی۔تبھی اس نے اس عنوان پہ مزید بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

****

"بھابھی۔۔اب بھی آپ لوگ مجھ سے چھپائیں گے ؟ مجھے سچ جاننا ہے ۔۔سچ۔۔کیا ہے سچ؟ " وہ فون پہ ثمینہ ہارون سے بحث وتکرار کر رہی تھی۔

"پلیز کام ڈاؤن کرسٹی ۔۔۔۔ "اسکے غصہ کے پیشِ نظر اس نے ذرا نرمی سے کہا۔

"کیسے ہو جاؤں کام ڈاون؟ آپ ہی بتایئے۔۔نواز تو مجھ سے نظریں نہیں ملا پا رہے ۔۔وہ میری کسی بھی بات کا کہاں جواب دیں گے ؟؟ "وہ تھک ہار کر بولی۔

"کرسٹی ۔۔۔ "انہوں نے بولنا چاہا۔

"میرے لیئے دکھ کی بات یہ ہے کہ میری وجہ سے نواز اس بچی سے دور رہے ۔۔۔"

"ن۔نن۔۔نہیں۔۔نہیں۔۔۔کرسٹی۔۔ "انہوں نے اسکے ذہن میں آئے منفی خیال کی جھٹ سے تردید کی ۔

"ایسا نہیں ہے ۔۔بھائی صاحب تو خود نہیں جانتے تھے کہ ان کی بیٹی بھی ہے ۔۔وہ تو جب ہم جانی کے لیئے رشتہ دیکھنے گئے تو نواز بھائی سے بات ہوئی ۔وہ اسکے ننھیال والوں کو اچھے سے جانتے تھے ۔تبھی انہیں علم ہوا کہ ہم جس کے لیئے رشتہ دیکھنے گئے ہیں وہ تو انکی ہی بیٹی ہے۔"

انہوں نے اسے الف سے لے کر یے تک ساری بات مزید واضح طور پہ بتائی ،جسے سن کر وہ ششدر رہ گئی ۔

****

گھر کے تمام افراد بڑی شدت سے اسکا انتظار کررہے تھے ۔ایک عرصے بعد زیبا کی آنکھوں میں خوشی جگمگائی تھی ۔لیکن اسکے برعکس سامعیہ کا رو رو کر براحال ہو چکا تھا۔" کسی بھی لمحے اسے مار دیا جائے گا۔۔ "وہ اپنے ہی دل میں اٹھنے والے وسوسوں سے خوفزدہ ہوکر رہ گئی ۔

"یا اللہ "!وہ جائے نماز پہ بیٹھی دوبارہ سے دعا میں مشغول تھی کہ کسی لمحے اسکے دل کو قرار آجائے ۔لیکن آج اسکا دل بھی اسے اس بات کا یقین دلارہا تھا کہ شاید وہ آج بچ نہ پائے۔ ندیم احمد نے زبان دی تھی ۔یہ کوئی عام بات نہیں تھی ۔

وہ اپنے دونوں ہاتھ ،اپنے منہ پہ رکھے بلک بلک کر رورہی تھی کہ اسی اثناء میں کمرے کا دروازہ ٹھک سے کھلا۔کہ وہ گھبرا گئی۔ اس نے جوں ہی اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹائے تو اسے وہ اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آئے ۔

"سامعیہ۔۔ "وہ اپنے دونوں ہاتھ اسکے سامنے جوڑے سر جھکا کر بیٹھے تھے ۔

آخر وہ بھی اسکا باپ تھا۔بھلے ہی انہوں نے اسے مارنے کا وعدہ نعیم صاحب کو دیا تھا لیکن ایسا سوچتے بھی تو انکا دل کانپ اٹھتا اور جسم خوف سے لرز اٹھتا۔

"اللہ کا واسطہ آپکو۔۔میرے بیٹے کو اس شہر سے کہیں اور بھیج دیں۔۔اسے بھلے کچھ نہ دیں۔۔لیکن اسکی جان بخش دیں۔۔اسکی جان بخش دیں۔۔ "وہ اپنے دونوں ہاتھ انکے سامنے جوڑ کر بولی ۔

"میں نے آج تک آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔۔۔ لیکن آج مانگ رہی ہوں۔۔۔میرے بیٹے کی زندگی لوٹادیجیئے۔۔۔ اسے معاف کردیں۔۔ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ۔

"سامعیہ میں مجبور ہوں۔۔ "ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ انکی آواز ،اسکی آواز سے مدھم پڑ گئی ۔" میں زبان دے چکا ہوں۔۔۔ "انکی زبان لڑکھڑانے لگی ۔

باہر سے آنے والے شور سے دونوں ہل کر رہ گئے ۔

"اسے کہو وہیں رک جائے ۔۔اس گھر کی دہلیز پار نہ کرے ۔۔۔ "اس سے پہلے کہ شاہ ویز اور مہر گھر کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوتے ،انکی گونج دار آواز سے، وہیں کے وہیں رُک گئے ۔

کانپتے ہوئے اس نے اپنی ڈگری کی فائل کو اپنے سینے سے ذرا مضبوطی سے لگایا۔

"تمہیں کیا لگا تم ہماری بچی پہ الزام لگاؤ گے اور ہمیں کچھ پتہ نہیں چلے گا؟؟ "انہوں نے ذرا للکار کر کہا۔

مہر نے یکدم نگاہیں اٹھا کر شماز کو معنی خیز انداز میں دیکھاتو وہ نظریں جھکا کر رہ گیا۔

زیبا کی آنکھیں بے تابی سے اسکا انتظار کررہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی وہ دیوانہ وار اسکی طرف لپکیں۔ اسکا ماتھا اور رخسار چوم کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"میری بچی۔۔۔ کیسی ہو تم ؟ تم ٹھیک تو ہونا۔۔۔ " اس نے اسکے بازوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں ۔۔لیکن۔۔۔لیکن یہ سب کیا ہے ؟؟ "وہ ابھی بھی کچھ سمجھ نہیں پارہی تھی ۔ تبھی نعیم صاحب بولے۔

"مہر۔۔۔اندر آؤ تم۔۔۔ اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں تمہیں۔۔۔ "انہوں نے نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے ذرا تحکم سے کہا مگر وہ وہیں کی وہیں کھڑی رہی ۔

"کس سے ؟؟کس سے ڈرنے کی ؟؟ "اسکی آنکھیں پھیل سی گئیں مگر پھر ان کی نظروں کا جواب خود سے اخذ کرتے ہوئے سوالیہ بولی ۔" اس سے ؟؟اپنے شوہر سے ؟؟ "اب کے اس نے اسکا بازو مضبوطی سے تھاما۔

گھر کے تمام افراد نے اسکے یہ الفاظ سنے ہی تھے کہ حیرت کے مارے انکا منہ کھُلا کا کھُلا رہ گیا۔ ایمل اور سدرہ کے چہرے پہ طمانیت کی لہر دوڑی ۔ ورنہ پچھلے بارہ گھنٹوں سے انکا اس خوف سے سانس لینا محال تھا کہ انکا بھائی انکے چچا کے انصاف کی بھینٹ چڑھ جائے گا۔انہیں خوشی تھی کہ اسکے

حق میں بولنے والا کوئی تو ہے۔
"دیکھیں ۔۔۔آپکو اللہ کا واسطہ۔۔۔اللہ کا واسطہ آپکو۔۔۔آپ رُک جائیں۔۔۔ "دوسری طرف وہ انہیں روکنے کی کوشش میں انکی منت سماجت کررہی تھی ۔ وہ کپ بورڈ کے ہر دراز میں کچھ تلاش کررہے تھے ۔مگر انہیں کہیں سے بھی اپنا ریوالور نہ ملا۔
"نہیں ہے یہ تمہارا شوہر۔۔۔ اس گھٹیا انسان کی اصلیت کھُل چکی ہے ہمارے سامنے ۔۔اب تمہیں اس سے ۔۔۔ "وہ دانت پیستے ہوئے انتہائی اونچی آواز میں بولے ۔
"بس۔۔۔بہت ہو گیا۔۔۔ میرے شوہر کے بارے میں کوئی بھی برا بھلا کہے یہ مجھے گوارا نہیں۔۔۔ چاہے وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ "اس نے بھی انہی کی انداز میں جواب دیا۔
اسکی دیدہ دلیری دیکھ کر سب ہی دنگ تھے ۔ علینہ کا جی چاہا کہ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر فوراََ اسے گھر میں لے آئے لیکن اسے یوں شاہ ویز کی حمایت کرتا دیکھ کر اسکے دل میں شاہ ویز کے بچاؤ کی امید

جاگی ۔

"مہر۔۔۔ "آخر شاہ ویز نے بولنا چاہا لیکن اس نے اسے بات کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔

"اور میں اس کے ساتھ کوئی بھاگ کر نہیں تھی گئی ۔۔۔یہ چادر۔۔اس چادر کو اوڑھ کر مجھے رخصت کرنے والے آپ لوگ ہی تھے ۔۔کیا سمجھتے ہیں آپ لوگ؟ کیا سمجھتے ہیں خود کو؟؟ بولیئے ؟؟ زمین کے خدا ہیں آپ ؟؟؟ "وہ چیخ چیخ کر بولی تو شماز نے اسے ڈانٹا۔

"تمیز بھول چکی ہو تم۔۔۔ابا ہیں تمہارے۔۔۔کس لہجے میں بات کررہی ہو ان سے ۔۔۔ "قریب تھا کہ وہ ایک دو تھپڑ بھی اسکے منہ پہ جھڑ دیتا لیکن وہ جس حوصلے کے ساتھ ان سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بات کررہی تھی ،وہ ایسا کچھ کرنے کی جسارت نہ کر پایا۔

"آپ تو مجھ سے بات ہی نہ کریں۔۔۔ کہاں تھی آپ سب لوگوں کی غیرت ؟جب آپکی بہن۔۔۔اور آپکی بیٹی ۔۔چیخ چیخ کر آپ سے کہتی رہی کہ میں بے قصور ہوں۔۔۔میں بے گناہ ہوں۔۔تب تو کسی نے میری بات کا یقین نہیں کیا۔۔۔اور اب جب ۔۔۔ "وہ سسکی بھر کر بولی ۔

رو رو کر اسکا برا حال ہو چکا تھا لیکن پھر بھی وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی ۔

"مہر۔۔۔میری بیٹی ۔۔۔مجھے معاف کردو۔۔آج تو تمہارے لیئے بہت بڑا دن ہے ناں۔۔ ڈگری لے کر آئی ہو۔۔۔ "انکی نظر اُسکے ہاتھ میں موجود فائل پہ پڑی ۔

"اس ڈگری کی کوئی وقعت نہیں ہے پاپا۔۔ میری ڈگری تو آپ مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔۔"وہ انتہائی کرب سے بولی ۔

اسکو یوں اپنا ساتھ دیتا دیکھ کر شاہ ویز اندر ہی اندر شرم سے مر رہا تھا۔ یہی وہ لڑکی تھی ،جس کو اس نے سب کی نظروں میں گرادیا تھا۔

"تم اس کا ساتھ دے رہی ہو؟اسکا ؟؟ جس نے تم پہ الزام لگایاتھا؟ اور ہمیں بہکایا۔۔۔"

"اور آپ بہک گئے ؟؟ "اس نے تیزی سے ان کی بات کاٹی ۔" آپ تو میرے ابا ہیں ناں۔۔کیسے بہک سکتے ہیں آپ ؟؟ کیسے ؟ میں چیختی رہی ،چلاتی رہی کہ میں بے قصور ہوں لیکن۔۔۔ "اسکی آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر سے وہی منظر آگیا تھا۔

"مہر۔۔میری بچی ۔۔ایک بار میرے سینے سے لگ جاؤ۔۔ایک بار۔۔۔ "انکی ہمت بھی ٹوٹنے لگی تھی ۔ دروازے کی دوسری جانب ،گھر کے اندر وہ کھڑے ،اسکے اندر داخل ہونے کے انتظار میں تھے لیکن وہ اس گھر کی دہلیز سے ایک قدم بھی اپنے ہمسفر کے بناء پار نہیں کرسکتی تھی ۔ جہاں وہ اپنے اصولوں کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے ،تو وہاں وہ اپنے دل میں موجود اسکی محبت کی زنجیروں سے ۔۔

"مہر۔۔۔جاؤ۔۔۔ "اس نے ذرا آہستگی سے کہاتو شماز نے اسے خوب گھورا۔

"اگر میرے شوہر کی آپکے گھر میں جگہ نہیں تو سمجھیئے میری بھی نہیں۔۔۔ "اس نے ایک ہی جملے میں سارا خلاصہ کرتے ہوئے اپنا موقف پیش کر دیا۔

شاہ ویز نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔اسکا اپنے لیئے پھر سے آواز اٹھانا دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیئے بوکھلا سا گیا۔مگر پھر تھوڑی سی ہمت کرتے ہوئے وہ بولا۔" مہر۔۔۔پلیز۔۔۔تمہارے ابو ہیں یہ ۔۔تم ایسے۔۔۔"

"پلیز۔۔۔شاہ ویز۔۔۔ پلیز۔۔۔ تم اگر میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو نہ صحیح۔۔لیکن میں آج ان سب کو یہ بتا کر رہوں گی کہ یہ اماں بی کا فیصلہ ہے ۔۔۔اور اس فیصلے کو یہ لوگ بھی مان لیں تو بہتر ہو گا۔۔۔ "اس نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"لیکن جو اس نے کیا ہے اسکی معافی اسے کبھی نہیں ملے گی ۔۔ "انہوں نے بڑے وثوق سے کہا اور ساتھ ہی ساتھ ندیم صاحب کو آواز لگائی ۔" بھائی صاحب۔۔۔۔کہاں ہیں آپ ؟؟؟ "

اندر وہ ابھی تک سامعیہ سے الجھ رہے تھے ۔" کہاں ہے میری ریوالور؟؟ "وہ تقریباََ ہر جگہ چھان چکے تھے۔

وہ بے حسی سے انکا منہ دیکھنے لگی ۔رو رو کر اسکا

برا حال تھا۔ آخر انکا دھیان کوڑے کی ٹوکری کی طرف گیا۔

اس سے پہلے وہ ریوالور اٹھا کر باہر جاتے وہ انکے آگے آکھڑی ہوئیں۔" سب سے پہلے مجھے مار دیجیئے۔۔۔میں اپنے بچے کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی ۔۔۔ "انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے انکے پاؤں کو پکڑ لیا اور بلک بلک کر رونے لگیں۔

آنسوؤں سے آنکھیں تو انکی بھی بھیگ چکی تھیں۔ لیکن وہ اپنے دیئے ہوئے قول کے خلاف نہیں جاسکتے تھے ۔ انہوں نے اسے اپنے ہاتھ سے پیچھے کیا اور باہر آموجود ہوئے ۔

بناء کچھ کہے وہ اپنے دائیں ہاتھ میں اپنی ریوالور لیئے اسکی جانب بڑھنے لگے۔

"ابا۔۔خدا کے لیئے ۔۔بھائی کو چھوڑ دیں۔۔۔ابا۔۔۔ "ایمل اور سدرہ کی بلند ہوتی آوازوں نے اسے ساری کہانی سمجھادی ۔ خوف کے مارے اسکا بھی حلق خشک ہو گیا مگر پھر بھی وہ ہمت سے کام لے رہی تھی ۔

"شماز بھائی مجھے جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔۔۔ "اسکے کہے الفاظ ،اسکے دماغ میں گونجنے لگے ۔

"شماز بھائی مجھے جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔۔۔ "اس نے نظر اٹھا کر شاہ ویز کو دیکھا جو اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اپنی سزا کے لیئے آگے بڑھا۔

"تو اس لیئے ۔۔اس لیئے آپ ہمیں یہاں لائے ہیں؟؟ مجھے اپنے ہاتھوں سے سرخ دوپٹہ اوڑھا کر اب بیوگی کی چادر مجھے اوڑھانا چاہتے ہیں ؟تو پہلے مجھے مار دیجیئے ۔۔اسے نہیں۔۔کیونکہ جرم تو میرا بھی وہی ہے ۔۔۔ بھاگی تو میں تھی ناں۔۔اس نے تو صرف میرا ساتھ دیا تھا۔۔۔ "اس نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو وہ شرمندگی کے مارے اس سے نظریں چرانے لگا۔

"بھائی صاحب۔۔۔آپکو اللہ کا واسطہ ۔۔میرے بچے کو معاف کردیں۔۔۔ "وہ نعیم صاحب کے پاؤں پکڑ کر بولیں۔

یہ مائیں ہی ہیں جو اپنی اولاد کے لیئے اپنی ذات تک کو مار دیتی ہیں۔۔

"امی ۔۔۔امی ۔۔۔اٹھیں۔۔۔ "علینہ نے فوراََ سے آگے بڑھ کر انہیں اٹھایااور اپنے گلے سے لگایا۔

ایک ماہ میں ہی اسکا چہرہ اتر گیا تھا۔ شاہ ویز، وہ شاہ ویز نہیں رہا تھا جسے وہ جانتی تھیں۔ اسکے چہرے پہ موجود شرارت بھری مسکراہٹ، جس سے وہ اپنی ماں کو تنگ کرتا تھا، وہ آج اس سے کوسوں دور تھی۔

"ابا۔۔مجھے مرنے کا خوف نہیں۔۔مجھے بس میری ماں کے سامنے گولی مت ماریئے گا۔۔" وہ اپنے دونوں ہاتھ انکے سامنے جوڑتا ہوا ذرا آہستگی سے بولا۔

وہ بھاگی بھاگی اس تک آئیں، جہاں وہ اپنے باپ کے سامنے مجرموں کی طرح، اپنی سزا کے انتظار میں تھا۔

اس نے انہیں سینے سے لگایا اور زاروقطار رودیا۔ چاہ کر بھی وہ انہیں تسلی کے چند الفاظ تک نہ کہہ سکا۔ اس نے انکا ماتھا چوما اور خود سے دور کرتے ہوئے ندیم صاحب تک آیا۔

"آپکا مجرم آپکے سامنے ہے ۔۔۔" وہ گردن جھکا کر بولا۔

"شاہ ویز۔۔۔یہ ۔۔۔" وہ بھاگی بھاگی اس تک آئی۔" یہ کیا بول رہے ہو تم ؟ مجرم تو تم میرے تھے نا۔۔میں نے تو تمہیں معاف کردیا۔۔۔یہ لوگ کون ہوتے ہیں تمہیں سزا دینے والے؟؟ "وہ اسکا بازو پکڑے، اسے جنجھوڑ کر بولی۔

اسکے منہ سے یہ الفاظ سن کر سامعیہ کے دل کو ذرا سکون ملا۔ وہ ابھی تک حیران تھی کہ یہ الفاظ اسکے منہ سے نکلے ہیں۔

"مہر۔۔۔ میں پہلے سے ہی ، اس سب کے لیئے خود کو تیار کر کے آیا ہوں۔۔یہی میری سزا ہے ۔۔ایک پاک دامن عورت پہ بہتان لگانے کی سزا۔۔ یہ تو پھر میری سزا میں نرمی برت رہے ہیں۔۔ورنہ میں تو خود کو اسّی کوڑوں کے لیئے تیار کر کے آیا تھا۔۔"

اسکی بات سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی ۔

"تایا ابا۔۔۔تایا ابا۔۔آپ ایسا نہیں کرسکتے ۔۔۔ "وہ انکے سامنے،اسکے آگے آکھڑی ہوئی ۔

"تم نے تو مجھے کہا تھا کہ تم مجھے چھوڑو گے نہیں ؟؟؟ "اس نے مڑ کر اسکے چہرے کی طرف نگاہ ڈالی ۔

اس نے اسکا ہاتھ پکڑا اور رو دیا۔ اسکے آنسوؤں کے قطروں سے اسکا ہاتھ تر ہونے لگا تھا۔" اپنی سانس اکھڑنے تک ،تمہارا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ "

اسکی کہی بات پہ سبھی رو دیئے۔مگر انکے فیصلے میں کوئی کمی نہ آئی ۔ آخر اس نے اپنے سر کی چادر اتار کر انکے قدموں میں پھینک دی ۔

"آپکو اماں بی کی اس چادر کی قسم ۔۔۔۔"

اپنے قدموں تلے اپنی ماں کی چادر دیکھ کر انکا پورا وجود لرز کر رہ گیا۔

"ہمیں جانے دیں۔۔ہمیں جانے دیں۔۔ہم آپکو یہاں کبھی نظر نہیں آئیں گے ۔۔ "

"مہر۔۔۔ "شماز فوراََ سے اسکے قریب آیا۔ اسکے ننگے سر پہ اس نے فوراََ سے زمین سے اٹھائی چادر اوڑھائی اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔

اسکی اپنے لیئے پیار کی شدت دیکھ کرشاہ ویز رشکیہ انداز میں مسکرایا۔ مگر پھر اپنے آپکو انکے سامنے دوبارہ سے سرنڈر کر دیا۔

"اسے جانے دیں۔۔۔ "اس سے پہلے وہ ٹریگر دباتے ،انہیں نعیم صاحب کی گھمبیر آواز سنائی دی ۔انہوں نے پیچھے مر کر انکی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ہماری بیٹی ،یہاں آگئی ہے ۔۔اب یہ جہاں مرضی جائے ۔۔۔جانے دیجیئے اسے۔۔۔ "انہوں نے اسکے چہرے پہ حقارت آمیز نگاہ ڈالی ۔

"نہیں۔۔۔ہر گز نہیں۔۔میں مہر کے بغیر نہیں جا سکتا۔۔۔ "اب کے اسکے منہ سے نکلی بات سب کو صاف سنائی دی تھی ۔

"ہم نے تمہیں اپنی بیٹی دی ۔۔اور اب تمہاری جان بخشش کے بدلے، ہم ہی تم سے اسے واپس لے رہے ہیں۔۔ "انہوں نے اتنا کہا اور وہاں سے واپس ہولیئے۔

"نہیں ۔۔ہر گز نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہوسکتا۔۔۔ "وہ آگے بڑھی مگر وہ اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے کمرے میں جاچکے تھے ۔

"تایا ابا۔۔یہ کیسا انصاف ہے ؟   آپ ہم دونوں کو مار دیجیئے۔۔۔لیکن ہمیں الگ مت کیجیئے۔۔۔ "

اس نے انکے ہاتھ میں موجود ریوالور کو اپنے سامنے کیا ۔

"مہر۔۔۔میرا ہاتھ چھوڑو۔۔۔مہر۔۔۔یہ کیا کررہی ہو تم ؟؟ " اس نے انکا ہاتھ قدرے مضبوطی سے پکڑا اور انکی ریوالور کو اپنی پیشانی پہ اٹکاتے ہوئے ،اسکے ٹریگر پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

انہوں نے اسکے ہاتھ سے اپنی ریوالور چھڑوانے کی بھرپور کوشش کی مگر بے سود۔۔ سبھی آگے بڑھے مگر کچھ نہ کر پائے کہ اچانک زور زبردستی میں انکے ہاتھ سے ٹریگر کا بٹن دبا۔

"ٹھاہ۔۔۔ "اس کی آواز پورے گھر میں گونجی تھی ۔ نعیم صاحب فوراََ سے باہر آئے ۔

پورے گھر میں قہرام برپا ہوا تھا۔

"مہر۔۔۔۔مہر۔۔۔۔۔ "شاہ ویز نے فوراََ سے اسے اپنی بازوؤں کے حصار میں لیا۔ وہ خون میں لت پت ہوچکی تھی ۔

"مہر۔۔۔اٹھو۔۔۔مہر۔۔مہر۔۔میری بچی۔۔۔ "انہوں نے اسکا گال تھپتھپایا مگر وہ اپنی اکھڑتی ہوئی سانسوں کے ساتھ بس اتنا ہی بول پائی ۔"   آپکا ہر حکم آنکھوں پہ ۔۔مگر میں اسکے بغیر اب زندہ نہیں رہ سکتی ۔۔۔ "اسکی سانسیں اکھڑنے لگیں۔ شاہ ویز نے فوراََ سے اسے اٹھایا اور باہر لان میں آیا۔

شماز نے فوراََ سے گاڑی نکالی اور اسے ہسپتال لے کر جانے کی کی ۔

****

ثمینہ ہارون اسے ایک ایک بات واضح طور پہ بتا چکی تھیں ۔ اس سب میں نا تو قصور کبیر نواز کا تھا اور نہ ہی جنت کے ننھیال والوں کا۔

"اسکا مطلب۔۔ شاہینہ کی ڈیتھ کے بعد مجھ سے شادی کی ۔۔۔ " وہ خود سے گویا ہوئی ۔" نواز آپکے گھر والوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔اس معصوم بچی کا بھلا کیا قصور تھا؟ " ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ اسے جولی کے اونچا بولنے کی آواز سنائی دی ۔

"جنت۔۔۔آر ۔یو ۔او۔کے ؟؟ جنت؟؟؟ "جنت صوفے پے بے سدھ پڑی تھی ۔وہ فوراََ بھاگی بھاگی باہر آئی ۔

"مام۔۔۔ " وہ خاصی گھبرائی ہوئی تھی ۔

"What Happened to her ??"

"کیا ہوا اسے ؟ "اسکی حالت دیکھ کر وہ خود بھی گھبرا گئی تھیں۔

"Mom..I don't know .. We were talking But suddenly her temper flared."

"مام۔۔مجھے نہیں پتہ ۔۔۔مجھ سے بات کررہی تھی کہ اچانک اسکی طبعیت بگڑ گئی ۔۔۔ "

"Ok..Ok.. Don't worry ...

"او۔کے ۔۔اوکے ۔۔پریشان نہیں ہو۔۔" انہوں نے اسے مشورۃََ کہا اور فوراََ نواز کا کال ملائی ۔

"کرسٹی از کالنگ ۔۔ "موبائل پہ دھیان پڑتے ہی انہوں نے فوراََ فون کو سائلنٹ موڈ پہ کیا اور اپنی جگہ سے اٹھے۔ حقیقتاََ وہ اس سے نظریں چرا رہے تھے ۔ وہ جان چکے تھے کہ کرسٹی پھر سے اس سے کوئی سوال کر دے گی ۔اسکے سوالوں سے چھٹکارا پانے کی غرض سے انہوں نے فون کو میز پہ ہی چھوڑنے میں عافیت جانی اور خود ڈاکٹرز کی ٹیم کے ساتھ ایک اہم سرجری کرنے کے لیئے آپریشن تھیٹر میں آگئے ۔

اس نے انہیں کوئی دو تین مرتبہ کال کی مگر بے سود۔ اب کے اس نے دانش کو کال ملائی ۔

کال پہلی بیل پہ ہی اٹھالی گئی تھی ۔" دانی۔۔کہاں ہو تم ؟"

وہ ہسپتال کے کاریڈور میں سے ہوتا ہوا اپنے آفس میں آکر بیٹھا۔" ابھی مریضوں کو دیکھ کر آیا ہوں۔۔خیریت ؟؟"

"بیٹا۔۔۔ وہ ۔۔جنت۔۔۔ "انکی آواز بمشکل ہی نکل پارہی تھی ۔

"جنت اچانک بیہوش ہوگئی ہے ۔۔اسکی حالت ٹھیک نہیں۔۔میں نے نواز کو کال کی لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہے ۔"

"جنت۔۔۔مگر وہ ۔۔۔ "وہ حیران ہوا۔

"ابھی ان سب کا وقت نہیں۔۔۔پلیز۔۔۔ ہسپتال کی ایمرجنسی گاڑی بھیجوا دو۔۔۔"انہوں نے اتنا کہا اور فون رکھتے ہی جولی کے پاس آئیں جو جنت کی حالت پہ خاصی گھبرائی ہوئی تھی مگر اب رونے بھی لگی تھی ۔

****

اٹلی کی سر زمین پہ قدم رکھتے ہی سکون اسکی رگوں میں سرائیت کر گیا۔ کہاں وہ بے چین تھا مگر اب اسکادل میں بے انتہاء سکون کی کیفیت میں تھا۔ ائیر پورٹ پہ کے چاروں اطراف میں اس نے اپنی نظر گھمائی مگر اسے وہاں کہیں بھی وہ نظر نہیں آیا جس نے اسے بلایا تھا۔ آخر وہ سڑک پہ آموجود ہوا۔ شدید سردی سے کپکپاتے ہوئے ،اس نے اپنی جیکٹ سے اپنا موبائل نکالا اور اسکا نمبر ڈائل کیا۔ اس سے پہلے وہ اسکا نمبر ملاتا ایک گاڑی پراسرار انداز میں اسکے سامنے کھڑی ہوئی ۔ وہ گاڑی کے اندر سے ہی جھانکتے ہوئے اسے بولا۔

"ویلکم ٹو مائی ورلڈ۔۔۔"اس نے اپنی آنکھوں سے اسے گاڑی کے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔جوں ہی وہ گاڑی میں بیٹھا تو اس نے اسے پرخلوص مسکراہٹ پیش کی ۔

"آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے ؟؟ "اس نے بلا تمہید پہلا سوال ہی یہی کیا۔

اسکا سوال سن کر وہ قدرے تصرف سے مسکرایا کہ اسکی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے ۔اس نے گہری نگاہ سے اسکی طرف دیکھا جو سڑک پہ نظریں جمائے گاڑی برق رفتاری کے ساتھ چلا رہا تھا۔

"اسکی خوشی کی خاطر آئے ہو؟؟ "اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

جواباََ وہ مسکرایا۔" جی ۔۔۔ "اس نے اثبات میں گردن ہلائی ۔

"اگر میں اسے چھوڑ دوں تو کیا تم اسے اپنا لو گے ؟؟ " اس نے بے انتہاء اذیت سے یہ سوال اپنی زبان پہ لایا۔ یہ کہنے کے لیئے اسے جس کرب سے گزرنا پڑا ،یہ تو بس وہی جانتا تھا۔

اسے اپنی سماعت پہ یقین نہیں آرہا تھا۔ اسکے سوال کو سن کر وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اسکا سوال ،اسکے ارادے کی خوب اچھے سے وضاحت کررہا تھا۔

"آر یو اِن یو سینسز؟؟؟ "اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر اپنا حلق صاف کرتے ہوئے مزید بولا۔ " کیا وہ جانتی ہے آپ کے ارادے کے بارے میں ؟؟"

اس نے گاڑی ہاٹل کے باہر روکی اور اسکی طرف دیکھ کر بولا۔" اسے سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔۔"

"یہ سرپرائز ہے ؟؟ "اس نے قدرے سخت لہجے میں سوال کیاتو وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"آپ کو سوچنے کے لیئے کچھ وقت دے رہا ہوں۔۔ ایک وقت تھا آپ نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔۔ آج میں آپکو پھر سے ایک موقع دے رہا ہوں۔۔۔ فیصلہ آپ پر۔۔۔ "

اسکی کہی ایک ایک بات پہ اسکا دماغ سٹپٹا سا گیا۔اس سے پہلے وہ اس سے کچھ کہتا اس نے مزید کہا۔" آپکے لیئے روم بُک کروادیا ہے یہاں۔۔ آپ کو یہاں کوئی دِقت نہیں ہو گی ۔۔ کل ملتے ہیں۔۔۔ "

"مگر۔۔۔ " وہ بولتے بولتے رُکا۔ اس کے اندر کے انسان نے اسے روکا تھا۔اس نے خاموشی سے اسکو دیکھا اور گاڑی سے اترا۔

وہ ابھی تک اسکے کہے ہوئے کے زیرِ اثر تھا۔" آپ کو سوچنے کے لیئے کچھ وقت دے رہا ہوں۔۔ ایک وقت تھا آپ نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔۔ آج میں آپکو پھر سے ایک موقع دے رہا ہوں۔۔۔ فیصلہ آپ پر۔۔۔ "

اس نے گاڑی کو ریورس کیا اور نواز صاحب کے گھر کی جانب ،جنت کو لینے کے لیئے نکل پڑا۔ ابھی وہ رستے میں ہی تھا کہ اسکے فون پہ بیپ ہوئی ۔ وائبریشن کی آواز سے تنگ آکر اس نے فون اٹھایا۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا ،دوسری طرف سے بولنے والا خاصا عجلت میں تھا۔" کتنی دفعہ کال کر چکے ہیں ہم تمہیں۔۔۔ ہسپتال آؤ فوراََ۔۔ "

"کیا ہوا دانش؟؟؟ سب ٹھیک تو ہے ؟؟ "اس کے لہجے میں پریشانی کو وہ محسوس کر چکا تھا۔

اسکی طرف سے دی جانے والی اطلاع پہ اسے نہ گاڑی کی رفتار کی فکر رہی اور نہ ہی اپنی ۔ البتہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ ایک سو تیس کی سپیڈ سے تجاوز کرنے سے اسکا چالان بھی ہو سکتا ہے ۔

جیسے تیسے وہ ہسپتال پہنچا،گیٹ پہ دانش اسکے انتظار میں کھڑا تھا۔" جہانگیر؟کہاں تھے تم ؟ شام سے رات ہونے کو ہے ۔۔اتنی دفعہ کال کی تمہیں مگر تم ہو کہ ۔۔۔۔ "اس نے اسے خوب جھاڑا۔

"دانش۔۔۔کیا ہوا اسے ؟ وہ ٹھیک تو ہے ؟؟ "اسکا سانس کافی پھولا ہوا تھا۔

"تمہیں دلچسپی ہے یہ جاننے کی ؟؟تمہیں پرواہ ہے بھابھی کی ؟؟ "اس نے طنز آمیز لہجے میں پوچھا۔

"دانش۔۔۔ایسے تو نہ کہو۔۔" اس نے التجائیہ کہا۔

"کیوں نہ کہوں ؟؟ دوپہر سے بھابھی کی طبعیت خراب ہے ۔۔اور تم۔۔ تمہیں فرصت ہی کہاں ؟کم از کم فون تو ریسیو کر سکتے تھے نا تم ؟؟"

"میں مصروف تھا۔۔۔اس لیئے فون ریسیو نہیں کر پایا۔۔۔ "وہ اس سے نظریں چراتا ہوا بولااور گیٹ سے اندر داخل ہوا تو وہ اسکے پیچھے پیچھے آیا۔

"کہاں مصروف تھے ؟ بتاؤ گے ؟؟؟؟ "اس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"وہ ۔۔وہ یہاں آچکا ہے ۔۔ "یہ کہتے ہوئے وہ بمشکل ہی اس سے نظریں ملا پایا تھا۔

"کیا ؟؟؟ آر یو ان یور سینسز؟؟؟ ایسے کیسے کر سکتے ہو تم ؟؟ میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ تم ایسا نہیں کرو گے ۔۔۔ "وہ اس پہ سخت برہم ہوا۔

"تم نہیں سمجھو گے دانش۔۔تم نہیں سمجھو گے ۔۔۔ "اسکی ہمت ٹوٹ چکی تھی ۔ وہ ہسپتال کے مرکزی دروازے کے باہر کی موجود راہداری میں بیٹھ گیا۔

"ہاں یہ تو واقعی میں نہیں سمجھوں گا۔۔ یہ سب تو واقعی میری سمجھ سے باہر ہے ۔۔ "وہ بے ضبط بولا۔" اندر وہ عورت جو نیم بیہوشی میں بھی اپنے شوہر کا نام لے رہی ہے اور یہاں اسکا شوہر اسکا کہیں اور رشتہ طے کرنے کا سوچ رہا ہے ۔۔۔یہ تو واقعی میری سمجھ سے باہر ہے ۔۔۔ واقعی یہ تو میں سمجھ سکتا ہی نہیں۔۔۔ تمہارے اسی رویے نے اس بیچاری کو برین ٹیومر کر دیا ہے ۔۔ پِس کر رہ گئی ہے وہ ۔۔بھیک اور دعا میں۔۔۔ایسا کرو اسے مار ہی دو تم۔۔۔مار دو اسے۔۔۔ "وہ چیخ چیخ کر بولا۔

"برین ٹیومر۔۔۔ "اسکی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بہہ نکلا۔ اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو اپنا سر پکڑے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

وہ فوراََ سے اپنی جگہ سے ہلا اور بھاگتے بھاگتے،ہسپتال کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا۔

یہاں وہ اپنے مرض سے لڑرہی تھی تو وہاں اسکی پیاری سہیلی اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی ۔ دونوں کا بھلے ہی آپس میں رابطہ منقطع تھا لیکن دل کے رابطوں کو بھلا کہاں کسی فون کال یا خط کی ضرورت؟

گھر کے تمام افراد آئی سی یو کے باہر اسکے لیئے دعا گو تھے ۔ اپنی شرٹ پہ لگے اسکے خون کو دیکھتے ہوئے وہ بے حس و حرکت دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا رہا۔

"میری وجہ سے خودکشی کرنے والی ،میرے لیئے اپنی جان کی بازی لگا گئی ۔۔۔ "اسکا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔*

***

*محبت یقین مانگتی ہے

جوں ہی وہ وارڈ روم میں آیا تو اسے نیم بیہوشی میں مبتلا پا کر اسکا کلیجہ منہ کو آگیا۔" جنت۔۔۔ "اسکے منہ سے بے حد تکلیف سے اسکا نام ادا ہوا تھا۔

کرسٹی نے جوں ہی اس پہ نگاہ ڈالی تو اسے بھنوئیں سکیڑ کر دیکھا۔ اسکی حالت جیسی بھی ہوتی ،کرسٹی کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔اسے فکر تھی تو صرف جنت کی۔ جس کے بارے میں ابھی کوئی آدھ گھنٹہ پہلے انہیں برین ٹیومر کی خبر سننے کو ملی تھی۔

وہ بھاگتا بھاگتا اس تک آیا ،جو اپنی زندگی سے تقریباً مایوس ہو چکی تھی۔" آنٹی اسے کہیئے نا کہ اٹھے ۔۔پلیز۔۔۔آنٹی ۔۔۔پلیز۔۔۔ "وہ اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے اسے جنجھوڑ رہا تھا۔

"چھوڑو اس کا ہاتھ۔۔۔ "اس نے ذرا تلخی سے کہا تو جہانگیر نے حیرانگی سے انکے چہرے پہ نگاہ ڈالی۔

"میں نے کہا چھوڑو اس کا ہاتھ۔۔۔ "اب کے وہ چلائیں تو اس نے یکدم اسکا ہاتھ چھوڑا اور انکے سامنے آکھڑا ہوا۔

"آنٹی ؟ کیا بات ہے ؟ ہاتھ کیوں چھوڑ و ں اسکا؟؟ یہ بیوی ہے میری ۔۔۔ "اس نے پر اعتمادی سے کہا تو اس نے طزیہ نظروں سے اسے خوب گھورا۔ اسکا اسے گھور کر دیکھنا ہی اسکے لیئے جواب ثابت ہوا تھا۔

اسی اثناء میں کبیر نواز وارڈ میں داخل ہوئے۔ اسکی جھکی نظریں دیکھ کر انہوں نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا اور پھر اسکا گریبان پکڑ کر اس پہ خوب چلائے۔"کیا سمجھتے ہو تم؟ کوئی والی وارث نہیں ہے اسکا؟؟"

"نواز۔۔۔ اشش۔۔۔ آہستہ۔۔۔جنت۔۔۔ "کرسٹی نے انہیں فوراََ سے منع کیا کیونکہ جنت نیند سے دھیرے دھیرے بیدار ہوتے ہوئے درد سے کراہ رہی تھی۔

"امی۔۔ امی۔۔۔ "اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے سر کو پکڑا۔ اسکو تکلیف میں دیکھ کر وہ بلبلا اٹھے۔انہوں نے فوراََ سے جہانگیر کا کالر چھوڑا اور اسکے پاس آئے۔

"میری بیٹی۔۔ جنت۔۔۔میں ہوں تمہارے پاس۔۔۔ تمہارا باپ اس دنیا میں ہے۔۔۔تمہارا باپ تمہیں کچھ نہیں ہونے دے گا۔۔"

اب کے وہ بے اختیار بولے تو جہانگیر کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئیں۔

کبیر نواز نے فوراََ سے درد کا انجیکشن بھرا اور اسکے بازو پہ لگایا تو اس کے درد میں کمی آئی۔

کرسٹی بھلے ہی یہ سب پہلے سے جانتی تھی لیکن انہیں ،جنت کو اپنی بیٹی تسلیم کرتے ہوئے دیکھ کر وہ خوشی سے رو دی۔

"لالے کی جان۔۔۔لالہ قربان تم پہ۔۔ جب رشتہ وہاں دیکھا ہے ۔۔تو شادی بھی وہیں ہو گی ۔۔ تم بے فکر رہو۔۔۔ویسے بھی جہانگیر تو اس پہ دل ہار بیٹھا ہے ۔۔۔ "اس کے ذہن میں اپنے باپ کے کہے الفاظ گھومے ،جو وہ کال پہ نواز سے کہہ رہے تھے ۔

اسکا اسپاٹ لہجہ دیکھ کر کرسٹی اسکے قریب آئی ۔" تمہیں کیا لگا کہ تم ہماری بچی پہ ظلم کرو گے اور تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہو گا؟؟"

"آنٹی ۔۔۔ظلم ۔۔۔کیسا ظلم ؟؟ " اس نے ذرا آہستہ آواز میں پوچھا۔

"تو تمہیں یہ ظلم نہیں لگتا؟؟؟ "اب کے نواز صاحب اسکے قریب آکر بولے ۔ انکا سخت لہجہ اسے صاف بتا رہا تھا کہ وہ کسی بھی وقت اس پہ ہاتھ اٹھا سکتے ہیں، تبھی وہ ان سے دو قدم پیچھے کو ہولیا۔

"انکل ۔۔میں سمجھا نہیں۔۔۔ "اب بھی وہ انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم تو اسکے ماضی سے واقف تھے نا۔۔۔ اسکے ماضی کے ساتھ ہی تو تم نے اسے اپنایا تھا۔ اور ویسے بھی اسکا ماضی داغدار نہیں تھا۔۔ محبت کی تھی اس نے ،صرف محبت۔۔۔ لیکن تم نے ؟ تم نے کیا کیا؟؟ "اب کے وہ رو دیئے۔ " تم جیسا میچور انسان آخر کیسے اپنی بیوی کا سودا کر سکتا ہے ؟ کیسے ؟؟؟ "انکی آواز بھرائی تو کرسٹی نے فوراََ سے اپنا ہاتھ انکے کندھے پہ رکھتے ہوئے انہیں دلاسہ دیا۔

"سودا؟؟؟ "اسکا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں۔۔سودا۔۔۔ " انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کو دانش نے بتادیا سب؟؟ " وہ توثیقی انداز میں بولا تو انہیں اس پہ اور غصہ آیا۔

"تو تمہیں کیا لگتا تھا ؟ تم کچھ بھی کرو گے ۔۔تم سے کوئی جواب مانگنے والا نہیں ہو گا؟"

انہوں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا تو وہ نظریں جھکا کر رہ گیا ۔ تبھی اس نے جنت کا موبائل اسکے سامنے لایا۔اور جنت کا فنگر پرنٹ لگاتے ہی موبائل کا لاک کھولا۔اور پھر جہانگیر کے پاس دوبارہ آئی ۔

"دیکھو۔۔۔ یہ ۔۔ "انہوں نے اسکے موبائل پہ موجود میسج باکس جو پہلے سے ہی کھلا تھا ،اسے دکھایا۔

"میں ایسا بالکل نہ کرتی ۔۔۔لیکن ہمارے لیئے یہ جاننا ضروری تھا کہ آخر ایسا کیا ہوا کہ جنت کی طبعیت اچانک بگڑ گئی ۔ "

اسکی نظریں ابھی بھی موبائل پہ تھیں۔

"جنت۔خالہ کی جان !کیسی ہو تم ؟؟ جنت؟ میری سمجھ سے باہر ہے ۔۔آخر سحیل کو کیوں بلایا ہے جہانگیر نے ؟؟ کیا اسے تم پہ یقین نہیں ہے ؟ سب جانتا تو ہے وہ تمہارے بارے میں

۔۔اب ایک ویڈیو کی وجہ سے وہ تم سے بدظن کیسے ہو سکتا ہے ؟ تمہارے ماضی میں کیا تھا،اس سے اسے کیا؟ اسے تو تمہارے حال سے غرض ہونی چاہیئے نا؟؟"

کرسٹی نے موبائل دوبارہ سے اسکے ہاتھ سے لیا اور اسے ایک نمبر سے موصول ہوا میسج دکھایا۔

"جنت۔۔۔ سحیل از ہیئر۔۔۔ میں یہاں صرف تمہاری خوشی کے لیئے آیا ہوں۔۔اور میں جانتا ہوں کہ تمہاری خوشی صرف تمہارا شوہر ہے ۔۔ میں نے پہلے تمہاراساتھ نہ دے کر بہت بڑی غلطی کی۔۔لیکن اب میری وجہ سے تمہارے ساتھ پھر کچھ ہو ۔۔تو میں شاید ساری زندگی خود کو معاف نہ کر پاؤں۔۔۔ اسی لیئے میں اپنی اس غلطی کو سدھارنے آیا ہوں۔۔جہانگیر کو بتانے آیا ہوں کہ تم صرف اس کی ہو۔۔ ہماری ایک بے وقوفی کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ کیسے کچھ غلط کر سکتا ہے ؟؟"

اس نے بے حد اذیت سے ان دونوں کے چہرے پہ نگاہ ڈالی تو اسکی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بہہ نکلا۔

جنت جو درد کا انجیکشن لگتے ہی خود کو سنبھالتے ہوئے نیند سے بیدار ہورہی تھی ۔ جوں ہی کرسٹی کی نگاہ اس پہ پڑی تو وہ بھاگی بھاگی اس تک آئی ۔ اس نے اسکا فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھا۔اور اسے سہارا دیتے ہوئے بٹھانے کی کوشش کرنے لگی ۔

"تم ٹھیک ہو ؟؟"

وہ اپنا سر جھکائے ،اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش میں تھی ۔

"جی۔۔۔آپ جہانگیر کو بلا دیں۔۔پلیز۔۔۔ "اسکی سوجھی آنکھیں صرف اسی کو تلاش کررہی تھیں۔ جوں ہی اس نے اپنا سر اوپر کو اٹھایا تو جہانگیر کو اپنے سامنے پایا۔

"جہانگیر۔۔۔آگئے آپ۔۔۔کہاں رہ گئے تھے؟؟ " اس نے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اسکے سر میں پھر سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ اس نے اپنا سر مضبوطی سے پکڑا اور اپنی آنکھیں بند کیے خود کو پرسکون کرنے لگی ۔

اس سے پہلے وہ اسکے پاس جا پاتا ،کبیر نواز نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اسے نظروں کے اشارے سے وہاں سے جانے لے لیئے کہا۔ انکی غصیلی نگاہوں کا مطلب وہ واضح طور پہ سمجھ چکا تھا۔

"انکل۔۔۔پلیز۔۔۔وہ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔۔۔ "اس نے گویا منت کی ۔

"اگر اس نے تم سے بات کر لی تو وہ شاید زندہ نہ رہے ۔۔ "وہ اسکے قریب آئے اور دانت پیسے ہوئے بولے۔" تو بہتر یہی ہو گا کہ تم ۔۔میری بیٹی کے پاس سے چلے جاؤ۔۔ "وہ مزید بولے ۔

جنت ان دونوں کے مابین ہوتی تکرار کو بھنوئیں سکیڑتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کررہی تھی ۔

"آنٹی ؟ کیا بات ہے ؟ کچھ ہوا ہے ؟؟ "اس نے فوراََ اس سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔ "وہ بمشکل ہی مسکرا پائی تھی ۔" تم آرام کرو۔۔تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں ہے ۔۔"

"نہیں۔۔۔آنٹی ۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔جہانگیر۔۔۔پلیز۔۔میرے پاس آیئے۔۔۔مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔آپ نے اسے یہاں کیوں بلایا ہے ؟؟کیوں آیا ہے وہ یہاں ؟؟ ہم میں بات کلیئر تو ہو چکی تھی نا؟؟ "اسکا بھولا پن دیکھ کر نواز صاحب کا دل بھر آیا۔ انہوں نے فوراََ سے جہانگیر کو نظروں کے اشارے سے وہاں سے جانے کے لیئے کہا۔ اس نے ایک نظر جنت کو دیکھا اور پھر کبیر نواز کا ۔ چارو ناچار اسے وہاں سے جانا ہی پڑا۔

"انکل ۔۔۔روکیں انہیں ۔۔پلیز۔۔۔ "اس نے ذرا اونچی آواز سے کہا تو اسکے سر میں پھر سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

"جنت۔۔۔بیٹا۔۔۔ پلیز۔۔۔سنبھالو خود کو۔۔۔پہلے ٹھیک ہو جاؤ۔۔پھر جہانگیر سے بات بھی کر لینا۔ "اس نے ذرا پیار سے سمجھایا۔

"جانی سے بات کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی ۔۔۔ "اس کے چہرے پہ آسودہ سی مسکان تھی اور آنکھوں میں دکھ کے آنسو،جسے دیکھ کر کبیر نواز کا کلیجہ منہ کو آگیا۔انہوں نے وہاں سے نکلنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہ کی ۔

"آنٹی ۔۔کیا ہوا ہے ؟ کوئی مجھ سے بات کیوں نہیں کررہا ؟؟ کیا مجھے اچھوت کی بیماری ہوگئی ہے ؟ یا میں مرنے والی ہوں؟ جو سب مجھ سے نظریں چرا رہے ہیں؟؟ "اسکی آواز حلق میں ہی دَب کر رہ گئی ۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔میری بچی ۔۔۔ایسا نہیں ہے ۔۔۔ "اس نے اسکی آنکھوں میں آئے دو چند آنسو کو صاف کیا اور اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے خود بھی رودیں۔

"تو پھر کیوں؟ کوئی مجھ سے بات نہیں کررہا؟؟ نہ جہانگیر اور نہ ہی نواز انکل ۔۔اللہ نہ کرے ۔اگر میری جگہ جولی اس حال میں ہوتی تو کیا تب بھی نواز انکل ایسے ہی کرتے؟؟ انہوں نے نہ خود مجھ سے بات کی اور نہ ہی جہانگیر کو مجھ سے بات کرنے دی۔ کیوں؟؟؟ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

باہر کھڑے دونوں یہ سب سن کر آنکھیں بھر آئے ۔ کبیر نواز دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بناء آواز کے رورہے تھے ۔ تبھی وہ انکے قریب آیا۔

"انکل۔۔۔مجھے معاف کردیں۔۔میری نیت بری نہیں تھی ۔۔ میں تو صرف اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔۔"

اسکی بات سن کر کبیر نواز نے اذیت بھرے لہجے میں اسے دیکھا۔" تمہیں کیا لگتا ہے کہ میری بیٹی کی خوشی اسکے شوہر کے ساتھ رہنے میں نہیں ہے ؟؟ "

انکی بات سن کر وہ ان سے نظریں چرا کر رہ گیا۔

"آنٹی۔۔مجھے یہاں گھٹن ہو رہی ہے۔۔مجھے باہر لے چلیئے پلیز۔۔ "آخر خود کو ضبط کرتے ہوئے اس نے ملتجی نگاہوں سے کرسٹی کو دیکھا،جو اسے اپنے ہاتھ کا سہارا دیئے ہوئے تھی۔

"مگر بیٹی۔۔۔ "اس نے تکرار کرنا چاہی مگر اسکی ضد قائم تھی ۔

"آنٹی۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔مجھے باہر لے چلیئے۔۔۔پلیز۔۔۔ "اس نے بیڈ پر سے اٹھنے کی کوشش کی تو کرسٹی نے اسکے گلے کے گرد حلقہ بناتے ہوئے اسکی باہر آنے میں مدد کی ۔

"انکل۔۔۔ وہ اس سے بہت پیار کرتی ہے۔۔صرف دنیا داری کی خاطر وہ مجھ سے یہ رشتہ نبھارہی ہے۔۔۔ "اس نے تفہیمی انداز میں کہا تو انہوں نے دانت کچکچا کر اسے خوب غصہ سے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتے جہانگیر مزید بولا۔" آپ ۔۔جذباتی ہورہے ہیں۔۔ دیکھیئے گا۔۔جنت کا مرض ابھی پہلی اسٹیج پہ ہے ۔۔اسکا ساتھ ملتے ہی وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی۔۔ "وہ پورے وثوق سے بولا۔

جوں ہی وہ وارڈ روم سے باہر آئی تو اسکے الفاظ اسکے کان میں پڑے۔ اسکی پسلیوں میں درد کی لہر پیدا ہوگئی اور پاؤں ساکت ہو کر رہ گئے ۔

"اسکا ساتھ ملتے ہی وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی۔۔ " "اسکا ساتھ ملتے ہی وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائے گی۔۔ "

اسکے الفاظ صاف اور واضح معنی بیان کررہے تھے ۔ جوں ہی دونوں کا دھیان جنت پہ پڑا جو وارڈ روم کے دروازے کو پکڑے ہکی بکی دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"جنت۔۔۔ وہ ۔۔۔ "جہانگیر نے کچھ کہنا چاہا، جس پہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کچھ بھی کہنے سے روکا۔

"کیا میں مرنے والی ہوں ؟؟ "اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ چکے تھے ۔ سوال بھلے ہی اس نے کیا تھا مگر جواب دینے والا اندر ہی اندر مر رہا تھا۔

نواز صاحب کا حال بھی کچھ الگ نہ تھا۔ اپنی بیٹی کی تکلیف وہ اپنے دل میں واضح محسوس کر رہے تھے۔

"کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔۔۔ "اب کے اسکی آواز کانپ رہی تھی ۔" اسے اسی لیئے بلایا ہے یہاں ؟؟ " اس نے بے انتہاء لاچاری سے سوال کیا۔

جہانگیر نے ایک نظر اٹھا کر اسکو دیکھا، جو بے بسی سے اپنے سوال کے جواب کا انتظار کر رہی تھی ۔" جنت۔۔۔ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔۔ "اس نے اسکے قریب آنا چاہا لیکن اس نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے خود سے دور رہنے کو کہا۔

"بات تو ہو چکی ۔ جہانگیر صاحب۔۔ اب تو اللہ سے ہی بات ہو گی ۔۔ وہی آپ سے پوچھے گا۔۔ "وہ یہ سب کہتے ہوئے بمشکل ہی اپنا سانس بحال کر پائی تھی۔

"بیٹی۔۔۔ سب ٹھیک ہے ۔۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے ۔۔۔ "نواز صاحب فوراََ سے آگے بڑھے اور اسکے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولے۔

"کیسی بات کررہے ہیں آپ انکل؟؟ پریشانی کی بات نہیں تو کیا یہ خوشی کی بات ہے؟؟ "وہ زخمی انداز سے مسکراتے مسکراتے رودی جس پہ انکا دل کٹ کر رہ گیا۔

اس نے ایک لمحے کے لیئے جہانگیر کو گہرے غور سے دیکھا۔ وہ بس یہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ کیسے جہانگیر اتنا بڑا فیصلہ لے سکتا ہے ؟ کیسے؟؟ مگر اگلے ہی لمحے بے اختیار بولی۔ " ہوسکے تو مجھ پہ ایک اور احسان کیجیئے گا۔۔آخری احسان۔۔ مجھے پاکستان بجھوادیں۔۔ یہاں تو اب میرا کوئی رہا نہیں۔۔ رہی بات میرے صحت یاب ہونے کی ۔۔تو جنت ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی کہ اسے اسکے ٹھکرائے جانے والوں کے سہارے کی ضرورت پڑے۔۔ "اس نے اپنے آنسوؤں کو صاف کیا جو بارش کی صورت اسکی آنکھوں سے بہہ رہے تھے مگر پھر بھی وہ ضبط سے کام لیتے ہوئے خود کو مضبوط دکھانے کی کوشش کررہی تھی ۔

****

ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑا گھر کا ہر فرد ڈاکٹرز کی طرف سے دی جانے والی خبر سے پر امید تھا۔ لیکن یہ بات بھی سچ تھی کہ سب کے دل کی دھڑکنیں رُکی ہوئی تھیں۔ نعیم صاحب بینچ پہ

بیٹھے تسبیحات میں مشغول تھے ۔ آج ہونے والے ہر حادثے کا منظر انکے ذہن کے گرد منڈلا رہا تھا۔

"کہاں وہ اسکی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی ۔۔۔اور آج اسکی جان بچانے کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا گئی ؟ "یہ انکے دل کی آواز تھی ،جو انہیں بار بار جنجھوڑ رہا تھا۔ انہوں نے ایک نظر اٹھا کر شاہ ویز کی طرف دیکھا ،جسکی حالت ناقابلِ برداشت تھی ۔ بھلے ہی وہ رو نہیں رہا تھا لیکن اسکی آنکھوں میں چھپا درد صاف اور واضح تھا۔

جوں ہی اسکا دھیان اپنے چچا کی طرف پڑا ،جو اسے قدرے انہماک سے دیکھ رہے تھے تو اس نے التجائیہ نگاہوں سے انکی طرف دیکھا ۔جیسے کہہ رہا ہو۔۔"چچا بس کیجیئے۔۔۔ بس کیجیئے۔۔۔اور کتنا۔۔۔ "

ابھی اسکا دل یہ سرگوشی کر ہی رہا تھا کہ آنسو بڑی بے دردی سے اسکی آنکھوں سے بہنے لگے ۔اسے خود بھی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اسکی آنکھیں ساون کی صورت برس رہی ہیں۔ آخر نعیم صاحب کچھ سوچتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھے اور خراماں خراماں اپنے قدم اسکی طرف بڑھانے لگے ۔

انکا اسکی طرف جانا دیکھ کر شماز کا دل مٹھی میں آگیا۔" اتنا کچھ ہو گیا اور انہیں اب بھی ۔۔۔۔ " وہ زیرِ لب منہ میں بڑ بڑایا۔ اسکے کہے الفاظ علینہ کو صاف سنائی دے رہے تھے ۔
بھلے ہی اسے شاہ ویز پہ غصہ تھا لیکن مہر کی حالت دیکھ کر اسے سب سمجھ آگیا تھا کہ اب ان سب کا غصہ کرنا بے بنیاد ہے ۔ اس نے نعیم صاحب کو آگے بڑھ کر روکنا چاہا تبھی علینہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا اور اسے نظروں کے اشارے انکے پاس جانے سے منع کیا۔

"چچا جان کو دل کا بوجھ ہلکا کر لینے دیجیئے۔۔۔ مت روکیئے انہیں۔۔۔ "اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔
جیسا وہ دونوں سوچ رہے تھے ،سب اسکے بر عکس ہونے جا رہا تھا۔ نعیم صاحب اسکے پاس آئے تو اس نے اپنا سانس بمشکل ہی بحال کیا۔
"بہت چاہتے ہو اسے؟؟ "انہوں نے گہری سنجیدگی سے سوال کیا۔ انکا سوال سن کر علینہ اور شماز نے قدرے حیرت سے انہیں دیکھا۔ ورنہ وہ تو سمجھ رہے تھے کہ شاید وہ اسے یہاں سے چلتا کرنے والے ہیں۔
انکا سوال سن کر اس نے زخمی انداز میں انہیں مسکرا کر دیکھا۔" چچا۔۔آپ کہیں گے تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔۔لیکن پلیز۔ ہمیں معاف کر دیجیئے۔۔۔ آپ تو باپ ہیں نا اسکے ؟؟تو اللہ سے دعا

کریں کہ اسے نئی زندگی مل جائے۔۔ "اسکی آواز بھرائی تو انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے منہ پہ ہلکا سا چانٹا رسید کیا۔

"کیا سمجھتے ہو تم ؟ تمہارے لیئے جان کی بازی لگائی ہے اس نے ؟؟ اور تم ہی اسے چھوڑنے کی بات کررہے ہو؟؟؟ کیوں؟؟؟ "انہوں نے آہستہ سے ایک اور چانٹا اسکے منہ پہ رسید کیا تو اسکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ گئے ۔

"آپ ہی تو چاہتے ہیں یہ ۔۔۔ "اسکے الفاظ اسکے حلق میں دب کر رہ گئے ۔اور وہ اس سے آگے ایک لفظ نہ بول سکا۔

"چاہتا تھا۔۔۔ " انہوں نے ذرا دھیمی آواز میں کہا۔

"لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے تم لوگوں کے رشتے کو اتنا مضبوط بنا دیا ہے کہ میری بیٹی کے لیئے باپ سے زیادہ اہم اسکا شوہر ہو گیا ہے ۔۔ "انہوں نے گہری لمبی سانس لی اور پھر ہنستے ہوئے رشکیہ انداز میں مزید بولے ۔" مجھے فخر ہے کہ میں اسکا باپ ہوں۔۔ " انہوں نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو رگڑ کر صاف کیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر بولے۔

"اسے کچھ نہیں ہوگا۔۔۔کچھ نہیں ہو گا اسے۔۔۔ "کانپتے ہوئے انکی زبان سے نکلا تھا۔

اسی اثناء میں ایمر جنسی روم سے ڈاکٹرز کی ٹیم باہر آموجود ہوئی تو سبھی یکبارگی میں انکے سامنے آئے ۔

"کیسی ہے وہ ؟؟؟ "شماز نے دریافت کیا۔

ڈاکٹرز کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر سبھی کا دل ہاتھوں میں آگیا۔" شی اِز فائن ناؤ۔۔ بٹ شی اِز ان کوما۔۔ "پہلی خبر سن کر سب کے چہرے پہ آئی مسکراہٹ جو دوسری خبر سننے کے بعد غائب سی ہوگئی ۔

"لیکن۔۔۔ "نعیم صاحب بولتے بولتے رُکے۔

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتے۔۔انہیں ایک دن بھی لگ سکتا ہے ۔۔ایک مہینہ بھی۔۔ایک سال بھی ۔۔دس سال بھی ۔۔اور ایسا بھی ممکن ہے کہ پوری زندگی ۔۔۔ "ڈاکٹر کی طرف سے بتائی جانے والی بات سے سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے ۔

ابھی ان تک یہ خبر پہنچی ہی تھی کہ ہسپتال کے مرکزی دروازے سے پولیس کی ایک ٹیم داخل ہوتے ہی ایمر جنسی روم تک آگئی ۔جس سے سب پہ سکتہ طاری ہو گیا۔

"ہوش آیا مریضہ کو؟؟؟ "پولیس انسپکٹر بارعب آواز میں بولا۔

جواباََ ڈاکٹر کی طرف سے نفی میں گردن ہلا کر جواب دیا گیا۔

"تو آپ سب گھر والے ہیں مریضہ کے ؟؟ محترمہ پہ گولی کس نے چلائی ؟؟ "پولیس کے سوال نے سب کو خوف کی کیفیت میں مبتلا کر دیا۔

"وہ ۔۔۔وہ ۔۔۔اصل میں۔۔۔ "اس سے پہلے شماز کچھ بتاتا ،ندیم صاحب انکے پیچھے آموجود ہوئے

۔

"مجھ سے چلی ہے ۔۔۔ میں اپنے بیٹے کو مارنا چاہتا تھا۔۔لیکن ۔۔ "وہ کہتے کہتے رُکے۔ انکا اتنا اعترافی بیان بھی پولیس کے لیئے کافی تھا۔

علینہ نے شماز کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھا جو اپنے باپ کا اعترافی بیان سن کر تذبذب کا شکار ہو رہا تھا۔

"انہیں ہتھ کڑی لگاؤ۔۔۔ "اس نے حکمیہ انداز میں ایک پولیس والے سے کہا تبھی نعیم صاحب آگے بڑھے ۔

"نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہے ۔۔ریوالور صاف کرتے ہوئے غلطی سے چل گئی تھی ۔۔بھائی صاحب ! آپ بتاتے کیوں نہیں؟؟؟ "اس نے گویا ندیم صاحب کی منت کی ۔

"دیکھو تم لوگ۔۔۔ کوئی شرم حیاء باقی ہے تم لوگوں میں ؟؟آخر کب تک اپنی بہن بیٹیوں کو مارتے رہو گے ؟ اور بعد میں اس بات کی امید کرتے ہو کہ یہ بیان دے کر بچ جاؤ گے کہ ریوالور صاف کرتے کرتے گولی چل گئی ؟؟ "انسپکٹر خاصے غصے میں ان سب پہ دھاڑا۔

"ہتھ کڑی لگاؤ اسے۔۔۔ "اسکے حکم پہ فوراََ سے کانسٹیبل نے انکے ہاتھ پہ ہتھ کڑی باندھی ۔

انہوں نے ایک نظر اپنے بھائی کو اٹھا کر دیکھا اور دکھ سے بولے۔" میرے بھائی ! تم سے کیے وعدے کو شاید مجھے اپنی جان کی قربانی دے کر ہی پورا کرنا ہے۔۔ "صرف اتنا ہی انکے منہ سے نکلا تھا۔

پولیس کی ٹیم نے انکا ہاتھ کھینچا اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے جبکہ گھر کے تمام افراد پولیس والوں کی منت سماجت کرتے رہ گئے۔ مگر کیا ہو سکتا تھا؟ جب ملزم ہی خود کو مجرم قرار دے چکا ہو تو پھر بھلا کاہے کی تفشیش ؟

****

گھر آتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنا سامان پیک کیا اور وہاں سے نکلنے کی ہی کی۔ بھلے ہی اسکی طبعیت ناساز گار تھی لیکن وہ خود کو کافی حد تک سنبھالے ہوئے تھی۔ جہانگیر دوسرے کمرے میں موجود سگریٹ سلگائے اپنی محبت کے مرنے کا ماتم کسی مجنوں کی طرح منا رہا تھا۔ کمرے میں چھائے گہرے اندھیرے اور خاموشی سے اسے خود سے ہی وحشت ہونے لگی تھی۔

موبائل پہ موصول ہوئے وائس نوٹ کی بیپ سن کر اس نے موبائل کو اپنے پاس موجود میز سے اٹھایا اور سگریٹ کی راکھ کو ایش ٹرے میں پھینکا۔اور کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھ گیا۔

"جہانگیر بھائی!میں مجرم ہوں آپکا۔۔ جنت بے قصور ہے۔۔" اتنا سننا ہی تھا کہ وہ فوراََ سے کرسی پر سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"شروع دن سے ہی میں آپکو اسکے متعلق بہکا رہاتھا۔۔ میں چاہتا ہی نہیں تھا کہ آپکی اس سے شادی ہو۔۔ بلکہ کسی اور سے بھی نہ ہو۔۔ تبھی میں نے آپکو فون پہ اسکے متعلق ۔۔۔"وہ کہتے کہتے کچھ دیر کے لیئے رُکا۔

اسکا وائس نوٹ سنتے ہوئے وہ لاچاری اور بے بسی سے موبائل کو دیکھتا رہ گیا۔" جہانگیر بھائی ! یہاں آنے کے بعد اس نے سحیل سے رابطہ کیا ضرور تھا۔۔لیکن کیوں کیا تھا ؟ یہ شاید میں نے آپکو بتایا نہیں۔۔ اس وقت تو مجھے جنت اور سحیل پہ بے انتہاء غصہ تھا۔ کیونکہ ان دونوں کی وجہ سے مہر گھر واپس آگئی اور مجھے اس سے شادی کرنا پڑی ۔۔ جنت نے صرف مہر کو فیصل آباد سے لاہور لانے کے لیئے سحیل سے رابطہ کیا تھا۔۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔۔ "وہ مارے ندامت کے بولتے ہوئے رو بھی رہا تھا۔ اسکی سسکیوں کی آواز اسے اسکے گناہ کے اعتراف میں صاف محسوس ہو رہی تھی ۔

وہ اب یہ سب اسے کیوں بتا رہا ہے ؟وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسکا تجسس اسکے مزید بولنے پہ ختم ہوا۔

"میں مہر سے شادی کے وقت ایک فیصد بھی دل سے خوش نہیں تھا ۔۔لیکن اسے پانے کے بعد اب اسے کھونے کا حوصلہ شاید مجھ میں نہیں۔۔میں نے دو دلوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ۔ میاں بیوی کے رشتے کے تقدس کی اہمیت کو بھی میں نے سمجھا ہی نہیں۔۔ مجھے

تو لگا تھا کہ یہ بہت عام سی بات ہے۔۔ لیکن تابینہ پوپھو سے پتہ چلا کہ آپ جنت پہ شک کرنے لگے ہیں۔۔ میں تو بھول ہی چکا تھا کہ میں نے ہی آپکو انجان نمبر سے میسج بھیجا تھا۔۔ اپنے ساتھ برا ہوا تو مجھے اپنا دوسروں کے ساتھ برا کرنا یاد آگیا۔۔ شاید ایسا ہی لکھا تھا میری قسمت میں۔۔ میں تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ آپ سے کہہ سکوں کہ مجھے معاف کردیں۔ لیکن ۔ صرف ایک گزارش ہے ۔۔ میری مہر کو آپکی جنت کی ضرورت ہے ۔۔ مہر کومہ میں ہے۔۔شاید اب وہ ساری زندگی۔۔۔ "وہ نہایت کرب سے بولتے بولتے رُکا۔ کیونکہ اس بات کا تصور وہ چاہ کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"میری مہر کو جنت کی ضرورت ہے ۔سب کو لگتا ہے کہ شاید جنت کے آنے سے اسکی حالت بہتر ہوسکے ؟ "وائس نوٹ مکمل ہوا تو اس نے گہری سرد آہ بھری ۔ وہ خود کے ساتھ ہی الجھ رہا تھا۔ وہ جنت کو خود سے دور کیسے کر پائے گا؟ اسے کیسے حقیقت بتا پائے گا کہ حقیقت میں اسکا اصل مجرم کون ہے ؟ مہر کے بارے میں کیسے بتائے ؟ اسکے دل نے ایک ہی لمحے میں اس سے ہزاروں سوال کر دیئے۔ کمرے میں بھلے ہی گہری خاموشی تھی مگر اسکے اندر سوالوں کی بوچھاڑ نے اسکا سانس لینا محال کر دیا تھا۔اس نے فوراََ سے جولی کو کال ملائی اور اسے جنت کی ٹکٹ کنفرم کروانے کے لیئے کہا۔

کمرے کا سکوت نیہا کی دستک سے ٹوٹا۔ اس نے دروازے کو خوب زور زور سے پیٹا لیکن اندر موجود شخص کو بھلا کہاں پرواہ تھی کسی دستک کی یا کسی کے چِلانے کی ۔" بھیاء ۔۔پلیز۔۔۔اوپن دا ڈور۔۔۔بھابھی جارہی ہیں۔۔۔روکیئے انہیں۔۔۔ "اسکی کہی ایک بات بھی اسکی سماعت سے ٹکرانے سے محروم رہی ۔

اب کے وہ واپس جنت کے پاس آئی ۔" بھابھی ! آخر کیوں کررہی ہیں آپ ایسا؟؟ "جنت جوں ہی اپنا بیگ لیئے کمرے سے نکلی تو اس نے اس سے خوب تکرار کی ۔

"تم کچھ نہیں جانتی ۔۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے یہاں سے جانے دو۔۔۔ "اس نے اتنا اونچا کہا کہ آواز اس تک پہنچ جائے ۔

"بھابھی !میں سب جانتی ہوں۔۔۔بھیاء کی غلطی اتنی بڑی تو نہیں کہ آپ انہیں چھوڑ کر چلی جائیں۔۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو؟؟؟ "اس نے نیم انداز میں مسکراکر کہا۔ طنز صاف اور واضح تھا۔

"بھابھی۔۔۔ "اس نے لب بھینچ کر اسے دیکھا ۔" آپ کی طبعیت پہلے ہی ٹھیک نہیں۔۔آخر آپ۔۔۔ "یہ کچھ دیر توقف کے بعد کہا تھا۔

"جانتی ہوں نیہا۔۔۔ جانتی ہوں۔۔۔لیکن میں یہاں مرنا نہیں چاہتی ۔ جہاں میری کسی کو پرواہ نہیں۔۔ "وہ لاؤنج سے بڑھتے ہوئے ہال تک آئی ۔ ابھی وہ گھر کے مرکزی دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اس نے کبیر نواز اور کرسٹی کو دروازے کے قریب پایا۔

"تم غلطی کر رہی ہو جنت۔۔۔ "کرسٹی نے دکھ بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"آنٹی ۔۔جسے مجھے روکنا چاہیئے ۔۔وہ تو اندر بیٹھے ہیں۔۔۔"

"ہو سکتا ہے وہ تمہارا سامنا نہ کر پارہا ہو؟؟ "اب کے کبیر نواز نے اسکی حمایت کی۔

" تبھی تو۔۔ تبھی تو انکی مشکل آسان کرنے جارہی ہوں۔۔۔ "اس نے رونے والے لہجے میں کہا۔

"بیٹی ۔۔ خدا کے لیئے ۔۔اتنا بڑا قدم نہ اٹھاؤ۔۔۔ خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔۔۔ "وہ تڑپ کر بولے۔

"آپ کو اللہ کا واسطہ انکل۔۔۔اگر مجھے بیٹی کہہ رہے ہیں تو اس بات کو بھی سمجھیئے کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے ؟ "اس نے ذرا تلخ لہجے میں کہا تو کبیر نواز کی آنکھیں بھر آئیں۔ انکی آنکھوں میں گہری چمک کو کرسٹی نے واضح طور پہ محسوس کیا۔

"جنت۔۔۔یہ کیسے بات کررہی ہو تم ۔۔۔ یہ تمہیں بیٹی کہہ رہے ہیں اور تم۔۔۔ "اب کے اس نے ذرا ڈانٹ کر کہا۔

"تو انکے کہنے سے کونسا میں انکی بیٹی ہوگئی ؟؟ "اس نے سوالیہ انداز میں خود کو ذرا سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

"بیٹی ہی ہو تم انکی ۔۔۔ "اس نے قدرے جذباتی ہو کر کہا۔

جواباََ اس نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی کرسٹی مزید بولی ۔ " سگی اولاد ہو تم انکی ۔۔۔ کبیر نواز خان ۔۔ یہی نام ہے نا تمہارے باپ کا۔۔۔ "اب کے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ تقریباََ حواس باختہ ہو کر رہ گئی ۔

اس کے ذہن میں ایک ایک پسِ منظر گھوم رہا تھا۔ جب پارک میں کبیر نواز کی نظریں اسکا تعاقب کرتی تھیں ۔ کیسے کبیر نواز اسے ملنے کے لیئے ہر جگہ پہلے سے ہی موجود ہوتا تھا۔ ائیر پورٹ پہ اسکی آنکھوں میں اپنے لیئے آنسو دیکھ کر وہ کیوں نہ سمجھ پائی کہ یہ شخص اسکا اپنا بھی تو ہو سکتا ہے؟ ؟؟

ہاتھ میں موجود بیگ اسکے ہاتھ سے دھڑام سے گرا تھااور اسکے قدم پیچھے کی جانب کھسکنے لگے تھے۔ نیہا نے آگے بڑھ کر فوراََ سے اسکا ہاتھ تھاما ورنہ وہ فرش پہ گرنے ہی والی تھی ۔ کبیر نواز فوراََ سے اسکے قریب آئے۔

"میری بیٹی۔۔۔ جنت۔۔"اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں اپنے قریب آنے سے منع کیا۔

" نہیں۔۔ آپ میرے بابا نہیں ہوسکتے۔۔ "اس نے ذرا آہستگی سے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟کیوں نہیں ہوسکتے ؟؟ " کرسٹی نے آگے بڑھ کر سوال کیا۔

"آپ مجھے یہاں روکنا چاہتے ہیں۔۔اسی لیئے یہ بے بنیاد بات گڑھ رہے ہیں ۔۔۔شرم آنی چاہیے آپ کو اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے۔۔ "وہ کم عقلی میں بناء کچھ سوچ سمجھے بولتی چلی جارہی تھی ۔

"جنت۔۔۔جنت۔۔۔ " اب کے اس نے ذرا غصہ سے اسکا نام لیا۔" یہ جھوٹ نہیں ہے۔۔۔اور تمہیں روکنے کے لیئے کم از کم اس جھوٹ کا سہارا لینے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔۔ سمجھی۔۔"

"آنٹی ۔۔آپ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ نہیں پتہ۔۔لیکن۔۔۔پلیز۔۔مجھے یہاں سے جانے دیں۔۔"اس نے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے گویا منت کی ۔

"کیا انہیں دیکھ کر تمہیں لگتا نہیں کہ تمہارا ان کے ساتھ خون کا رشتہ ہے ؟؟ " اس کا اشارہ صاف نواز کی طرف تھا۔

اس نے ایک نظر اٹھا کر کبیر نواز کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں سے درد آنسوؤں کی صورت بے انتہاء شدت سے بہہ رہا تھااور پھر انکے قریب آئی ۔

"مجھ سے کیوں چھپایا یہ سب؟؟؟ "اس نے خود کو ضبط کرتے ہوئے گہری لمبی سانس لی ۔

کرسٹی نے نیہا کو اشارۃََ اپنے ساتھ آنے کے لیئے کہا اور پھر دونوں ،ان کے پاس سے ذرا دور کو ہولیں۔

"بیٹی۔۔۔ مجھے معاف کردو۔۔ مجھے معاف کردو۔۔ "وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے بلک بلک کر رو رہے تھے۔

"کیسے معاف کردوں؟؟ ایک باپ بھلا اپنی بیٹی سے اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے ؟ آپ یہاں اپنی زندگی میں خوش تھے اور وہاں میں ۔۔ "اسکا دل اندر ہی اندر کٹ رہا تھا۔" میں کے اپنی ساری زندگی اس کاش میں گزار دی کہ کاش !میرے بابا ہوتے تو میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا۔۔ "وہ بھی انہی کی طرح رو رہی تھی ۔

"میری بیٹی !میری غلطی صرف اتنی ہے کہ شاہینہ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد کبھی پاکستان میں کسی کی خیر خبر ہی نہ لی ۔۔یہ جاننے کی کوشش ہی نہ کی کہ شاہینہ میرے لیئے اللہ کی رحمت چھوڑ کر گئی ہے۔۔ میری جنت۔۔۔ " وہ سسک کر بولے۔

انہوں نے اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کیا اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔" تمہارا باپ تمہارے ساتھ ہے میری بچی۔۔۔" وہ انکے سینے سے لگی زاروقطار رو رہی تھی۔

"اگر ساتھ ہیں تو پھر کیوں مجھے ایسے شخص کے لیئے روک رہے ہیں جس نے مجھے دوکوڑی کا کردیا ہے؟؟انکے فیصلے سے تو میں خود سے بھی نظریں نہیں ملا پارہی ۔۔تو میں دنیا کو کیسے فیس

کروں گی۔۔ "اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے تر رخساروں کو صاف کیا اور انکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ کر بولی ۔

"بیٹی۔۔ یہ رشتہ کوئی عام رشتہ نہیں ہے۔۔ بے وقوف ہے جہانگیر۔۔لیکن تم تو سمجھدار ہو نا؟اتنی بڑی غلطی کیوں کرنے جارہی ہو تم ؟؟ "انہوں نے بڑے حق سے اسے سمجھایا تو وہ تھک ہار کر بولی۔

"مجھے بس یہاں سے جانا ہے۔۔ پلیز۔۔۔۔ "اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر ان سے کہا۔

جواباََ انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔اس سے پہلے انکے الفاظ انکے منہ سے نکلتے جہانگیر کمرے سے باہر لاؤنج میں آیا۔

"انکل۔۔۔جانے دیجیئے اسے۔۔ اسکا جانا بہت ضروری ہے۔۔ "اسکے الفاظ جس کے بھی کان میں پڑے تھے ، سبھی ہکا بکا رہ گئے۔

اسے تو لگا تھا اسکا جانی اسے روکنے کے لیئے آیا ہے۔وہ اگر اسے روکے گا تو وہ رُک جائے گی ۔ مگر یہ کیا؟ اس نے تو اس پر سے اپنا ہاتھ ہی اٹھا لیا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے وہ اسکے قریب بڑھی جو اس سے چار قدم کے فاصلے پہ کھڑا تھا۔ اس کے لب اس سے تکرار کرنے کے لیئے بے تاب تھے لیکن اسکے اندر کی عورت اسے اس سے کسی بھی سوال کرنے کو خود کی توہین

سمجھ رہی تھی۔ اس نے لب کاٹ کر بے انتہاء اذیت سے دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہو ۔۔ "کیا جانی کا اپنے اللہ سے مانگی گئی اپنی جنت پہ اعتبار ختم ہو گیا ہے؟"

جواباََ وہ اس سے نظریں چرا کر رہ گیا۔

اس نے گہرا لمبا سانس بھرا اور خود کو سنبھالنے کی حتی المقدور کوشش کی مگر وہ ایسا نہ کر سکی ۔ سر کی درد نے جب شدت کی صورت اختیار کی تو اسکے قدم پیچھے کی جانب کھسکتے چلے گئے اور اسکی پشت دیوار کے ساتھ لگ گئی۔

انہوں نے جہانگیر کو غصہ سے دیکھا اور پھر فوراََ سے جنت کی طرف آئے۔"جنت۔۔میری بیٹی۔۔۔ "

اسکی حالت دیکھ کر کرسٹی نے اسے صوفے پہ بٹھایا۔نیہاء اسکے لیے فوراََ پانی لے کر آئی۔

"پاگل ہو گئے ہو جہانگیر۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو تم یہ۔۔ "اب کے سوال کرسٹی کی طرف سے کیا گیا تھا۔

"کیوں؟ کیوں نہیں کہہ سکتا میں یہ ؟؟ بتایئے؟؟ آپ ہی نے مجھے اسکا ہاتھ پکڑنے سے روکا تھا نا۔۔تو لیجیئے۔۔۔ رُک گیا۔۔ چھوڑ دیا میں نے۔۔ "یہ سب کہنے کے لیئے وہ کس قدر اذیت سے گزر رہا ہے ؟اسکا اندازہ شاید ہی کوئی کر سکتا تھا۔

اسکا کہا ایک ایک لفظ اسکے دل میں نشتر چبھو رہا تھا۔ آخر اپنی پوری قوت جمع کرتے ہوئے وہ صوفے پر سے اٹھی ۔اپنا ہینڈ بیگ کندھے پہ لٹکایا اور بناء کوئی سامان لیئے سب کی نظروں سے کے سامنے سے تیز تیز قدم بڑھاتے ،وہاں سے نکل گئی ۔

"نواز۔۔۔ روکیئے اسے۔۔۔نواز۔۔۔ "

وہ فوراََ سے اسکے پیچھے پیچھے گئے مگر وہ تیز تیز قدم بڑھائے سنسان سڑک پہ آگے کو بڑھتی چلی جارہی تھی ۔ سورج تقریباََ ڈھل چکا تھا۔اور اسکی زندگی کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا۔ گھر کے باہر کھڑی کیب جسے اس نے ائیر پورٹ پہ جانے کے لیئے بلوایا تھا۔ باہر آتے ہی ، وہ اس میں فوراََ سے بیٹھ گئی ۔

کبیر صاحب نے فوراََ سے اپنی گاڑی نکالی اور اسے روکنے کے لیئے کیب کا پیچھا کرنے لگے۔

"جہانگیر !مجھے تم سے اس بات کی امید نہیں تھی ۔۔تم تو سمجھدار تھے۔۔ کیا کہتے تھے کہ جنت تم سے عمر میں چھوٹی ہے ۔ امچیور ہے۔۔لیکن تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے۔۔ یہ محبت عمروں کا فرق کہاں دیکھتی ہے ؟ اتج اِز جسٹ اے نمبر۔۔۔ تو اب کیا ہوا ؟ بھول گئے تم یہ سب؟؟؟ بولو؟؟ " وہ ان سے نظریں چراتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو وہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی ۔

"غلط فہمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔۔جہانگیر۔۔ کیا یہی محبت تھی تمہاری ؟ یہی معیار تھا تمہاری محبت کا؟ اس سے اچھا تو یہ تھا کہ تم شاہ ویز کے بہکاوے میں آجاتے۔۔اور یہاں سے ہی اس

سے شادی سے انکار کردیتے۔۔ "اب کے وہ رُکا اور انکی طرف دیکھ کر کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔

"آنٹی ۔۔جولی جانتی ہے سب۔۔آپ چاہیں تو اس سے پوچھ سکتی ہیں۔۔ "

انہوں نے پیچھے مڑ کر جولی کی طرف دیکھا ،جو ابھی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی ۔" اس سے کیا پوچھوں؟؟"

"مام۔۔ لیٹ می ٹیل یو۔۔ "اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی انہوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بات کرنے سے روکا۔

"تم بولو۔۔ کیا بات ہے ؟؟ "انکی نگاہیں جہانگیر پہ ٹکی تھیں۔

"آنٹی ۔۔اسکی کزن کو گولی لگی ہے۔۔کومہ میں ہے وہ۔۔اسکا پاکستان جانا بہت ضروری ہے۔۔اس لیئے۔۔ "

اسکی بات سن کر انہوں نے مزید پریشانی سے اسے دیکھا۔ " ہاں تو یہ بات تم اسے ڈائریکٹ بتا بھی سکتے تھے ۔۔مگر تم نے ۔۔"

"ہاں۔۔بتا سکتا تھا۔۔بتا سکتا تھا۔۔لیکن مہر کے بارے میں جان کر شاید وہ خود کو سنبھال نہ پاتی۔۔"

"اور تمہاری بے وفائی کو دیکھ کر جیسے وہ خود کو اچھے سے سنبھال پائی ہے؟ "وہ دانت کچکچاتے بولی تھیں۔

"سنبھال ہی تو لیا ہے اس نے خود کو۔۔ "اس نے اپنی آنکھوں کے بھیگے کناروں کو صاف کیا۔" ویسے بھی وہاں جا کر وہ اچھے سے فیصلہ کر پائے گی کہ اسے کیا کرنا ہے ؟"

"اب بھی؟؟اب بھی تم۔۔۔ "وہ اپنا سر پکڑ ے رہ گئی ۔

"Brother, why don't you tell her that Danish has told you to do this.

According to her condition, she needs more of her own people. That is

why Danish has said that for a few days "

بھیاء۔۔آپ انہیں بتاتے کیوں نہیں کہ دانش نے آپ کو ایسا کرنے کو کہا ہے ۔۔ اسکی حالت کے مطابق اسے اسکے اپنوں کی زیادہ ضرورت ہے۔۔اسکے لیئے بھیاء کی کہی کسی بات کو اتنا آسانی سے بھلانا اسکے لیئے اتنا آسان نہیں ہوگا۔۔اسی لیئے دانش نے کہا ہے کہ وہ کچھ دن کے لیئے۔۔۔"

"بس کرو تم بھی ۔۔تم اور دانش پتہ نہیں اب کیا چاہتے ہو۔۔ وہ عاجز آکر بولی ۔" تم نہیں جانتی کبیر کی کیا حالت تھی " تم ابھی جانتی نہیں کہ وہ کون ہے ؟؟ " وہ گھرے جذبات لیئے بولی تھی ۔

آزمائش

" بس کرو تم بھی ۔۔تم اور دانش پتہ نہیں اب کیا چاہتے ہو۔۔ وہ عاجز آکر بولی ۔" تم نہیں جانتی تمہارے بابا کی کیا حالت تھی؟ " تم ابھی جانتی نہیں کہ وہ کون ہے ؟؟ " وہ گہرے جذبات لیئے بولی تھی ۔

“Who is She??”

"کون ہے ؟؟؟ "اس نے تجسس آمیز لہجے میں دریافت کیا۔

اس سے پہلے وہ اسے جواب دے پاتیں ،موبائل کی گھنٹی نے زور پکڑا تو نیہا اسکے کمرے سے بھاگی بھاگی اسکا موبائل فون اٹھا کر لے آئی۔ فون پہ" سہیل علی "بار بار ڈسپلے ہورہا تھا۔

اس نے دونوں کی طرف دیکھا جو اسے قدرے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ سبز بٹن سوائپ کرتے ہی اس نے فون اٹھایا۔

"جی سہیل صاحب "!

اس نے اتنا کہا ہی تھا کہ کرسٹی نے اسکے ہاتھ سے اسکا فون کھینچ کر اسپیکر پہ کر دیا۔

"اتنی عزت کا شکریہ۔۔آپکو بتانا تھا کہ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔۔آپکی محبت کا کیا معیار ہے میں سمجھ نہیں پایا۔۔البتہ میری محبت کا یہ معیار یہ نہیں کہ کسی کو اذیت دوں۔۔میرے لیئے اسکی

خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں۔۔اور میں اسی لیئے یہاں آیا تھا۔۔اسکی خوشی صرف اور صرف آپ میں ہے۔۔ جانتے ہیں۔۔ اسکے لیئے خود کو جنت جہانگیر کہلوانا باعثِ فخر ہے۔۔ اور آپ چاہتے ہیں کہ سجیل علی اس سے اسکا فخر چھین لے؟؟ ہوسکے تو مجھ پہ ایک احسان کیجیئے گا۔۔یہ سب جنت کو پتہ نہ چلنے دیجیئے گا۔۔پلیز۔۔۔ورنہ اسکا اس دعا پر سے یقین اٹھ جائے گا جو کبھی آپ نے اسے حاصل کرنے کے لیئے مانگی تھی۔۔ اللہ حافظ۔۔"

وہ بولتا چلا گیا اور سب سنتے چلے گئے۔

وہ ائیر پورٹ پہ بیٹھا اپنی فلائٹ کی روانگی کے انتظار میں تھا۔ اس نے فون بند کیا اور اپنا ہینڈ بیگ اتار کر بینچ پہ رکھا۔اسکا دھیان روشن ہوتے بڑے بڑے بورڈ پہ تھا جن پہ روانگی کے اوقات کی تفصیل ڈسپلے ہو رہی تھی۔" یااللہ !تیرا شکریہ کہ تو نے مجھے اتنے بڑے گناہ سے بچا لیا۔۔ میں لاکھ برا صحیح لیکن کسی کی ہنستی بستی زندگی میں آگ لگانے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

ائیر پورٹ کے داخلی دروازے سے داخل ہوتے ہی وہ ریسیپشن پہ آئی ۔اپنی ٹکٹ کنفرم کروائی اور اسکے پیچھے موجود بینچ پہ آبیٹھی۔ کبیر صاحب جوں ہی ائیر پورٹ میں داخل ہوئے تو انہوں نے چاروں اطراف میں نگاہ دوڑائی ۔مگر انہیں وہ کہیں نظر نہ آئی ۔ اس سے پہلے انکی نظر اس پر پڑتی ، وہ انہیں دیکھ چکی تھی ۔

وہ فوراََ سے اپنی جگہ سے اٹھی اور دوسری سائیڈ پہ ہونے لگی۔ اسکی اپنی جانب پشت وہ دیکھ چکے تھے۔ اس سے پہلے وہ ان سے نظریں بچا کر دوسری جگہ پہ جا پاتی وہ بھاگتے بھاگتے اسکے پاس آئے۔

"جنت۔۔۔ "انکا سانس کافی پھولا ہوا تھا۔

اسکا نام اس انجان شخص کے منہ سے سنتے ہی سجیل نے پیچھے کی جانب مڑ کر دیکھا۔جنت اور کبیر نواز خان اسکے سامنے موجود تھے۔

"کیوں کررہی ہو ایسا؟؟ میں کیسے رہوں گا تمہارے بغیر میری بیٹی ؟؟ "وہ کسی بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔

ان کے الفاظ سن کر حیرت کے مارے اسکا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"جیسے پہلے رہ رہے تھے۔۔ "اس نے انکی آنکھیں صاف کیں۔

"پہلے تو میں لا علم تھا اس سچ سے۔۔ " انکی آنکھوں سے آنسو کسی صورت تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"لاعلم ہونے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔۔انہیں نہیں دیکھا آپ نے ؟ کیسے لاپرواہی اختیار کر لی مجھ سے ؟ جیسے مجھے جانتے ہی نہ ہوں۔۔۔ "وہ سسکی بھر کر بولی تھی۔

اسکے اتنے الفاظ سنتے ہی اسکے کان کھڑے ہوگئے۔" لاپرواہی۔۔ "اس نے زیرِ لب دہرایا۔

"نہیں۔۔نہیں۔۔۔ جہانگیر ایسا نہیں کر سکتا۔۔" اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے خود سے سرگوشی کی۔

"جنت۔۔میری بیٹی۔۔ تمہارا باپ تم پہ قربان۔۔" انہوں نے اسکی آنکھوں کو صاف کیا اور انہیں اپنے سینے سے لگایا۔" میں تمہیں جانے سے روکوں گا نہیں۔۔۔صرف اتنا کہوں گا کہ اس بھولے شخص کے لیئے اپنے دل کے دروازے کبھی بند نہ کرنا۔۔"انہوں نے نصیحتی انداز میں کہا۔

"آپکی بیٹی ۔۔آپکی بات کا مان رکھے گی بابا۔۔ "اسکے منہ سے پہلی بار اپنے لیئے بابا کا لفظ سن کر انکی آنکھوں میں خوشی کی لہر دوڑی۔

کچھ سوچتے سوچتے وہ دوبارہ بولی۔" لیکن زندگی کا دروازہ کب بند ہوجائے ؟ اس کا شاید کسی کو اندازہ نہیں۔۔اور ویسے بھی ۔۔میں تو مرنے والی ہوں نا۔۔ "

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔ایسا نہیں کہتے۔۔ تم میری بہادر بیٹی ہو۔۔تمہیں اپنے اس مرض سے خود لڑنا ہو گا۔۔ سمجھی۔۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔" انہوں نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور تسلی آمیز لہجے میں بولے۔

"بہادر ہی تو ہوں۔۔ تبھی تو اتنا سب سہہ گئی ہوں بابا۔۔ "

ان دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ اسکے دل میں درد پیدا کر گیا تھا۔ وہ جس کی جان ،اسکی اپنی جان سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتی تھی ،آج کسی مرض میں مبتلا ہے اور موت کا انتظار کر رہی ہے ؟

"کیوں ؟؟ ایسا کیوں؟؟ اپنا سب کچھ لُٹا کر صرف اسی کو خوش دیکھنا چاہتا تھا۔۔ "اسکے دل نے اس سے گویا خود ہی سوال کیا اور اسکے سوال کا اسے بعد ازخود ہی جواب دیا۔" لیکن وہ تو خوش ہے ہی نہیں۔۔"

اس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی کو مضبوطی سے بند کیا اور اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کی ۔ اس نے چاہا کہ وہ ابھی اور اسی وقت جہانگیر سے بات کرے ۔۔مگر حقیقت میں ہوا کیا ہے ؟ ابھی وہ اس بات سے بے بہرہ تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ جنت اسکے اور جہانگیر کے متعلق ہوئی رشتے کی بات کو جانتی ہے ۔ ورنہ وہ اسی وقت قدم پیچھے کی جانب کرنے میں ذرا دیر نہ کرتا۔اور جہانگیر سے اسی وقت باز پرس کرتا۔

پاکستان کے لیئے فلائٹ کی روانگی کا وقت ہوا تو ان دونوں کی آنکھیں مزید سے مزید اشکبار ہونے لگی تھیں ۔ جنت خود کو بمشکل ہی سنبھال پا رہی تھی جبکہ کبیر نواز کسی بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے۔" بابا۔۔ بابا۔۔ "اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر انکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں

لیا۔" آپ کیوں کررہے ہیں ایسا؟؟ میں اس دنیا سے تو نہیں جا رہی ہوں نا؟ "اسکی اپنی آواز بھی کپکپارہی تھی ۔ آخر اپنے باپ سے جدا ہونا بھلا کس کے لیئے خوشی کی بات ہوسکتی ہے ؟
اسکی بات سن کر انہوں نے فوراََ سے اسکے منہ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ " میری زندگی بھی تم پہ قربان۔۔"

"ہاں۔۔تو بس۔۔پھر پاکستان آیئے گا نا۔۔میں انتظار کروں گی آپکا۔۔کرسٹی آنٹی اور زلیخا کو بھی لے کر آیئے گا۔۔ ویسے بھی ۔۔ مجھے وہاں سب کو بڑے فخر سے بتانا ہے کہ ۔۔ یہ ہیں میرے بابا۔۔کبیر نواز خان۔۔ "روتے روتے وہ ہنس پڑی تھی ۔

اسکی بات سن کر وہ بھی روتے روتے ہنس دیئے۔ " اپنا بہت سا خیال رکھنا۔۔ جہانگیر آئے گا تمہیں لینے ۔۔ دیکھ لینا۔۔۔ "جاتے جاتے بھی انہوں نے اسکی ہمت بندھائی تو وہ نیم انداز میں مسکرادی۔

"اسی امید پہ تو جارہی ہوں۔۔ کہ شاید انہیں احساس ہو کہ میاں بیوی کا رشتہ اتنا غیر اہم نہیں ہوتا کہ کسی کی بھی جھولی میں ڈال دیا جائے۔۔ " اس نے گہری لمبی سانس لی اور پھر مزید بولی ۔" ان سے کہیے گا۔۔جنت کو جاتے وقت بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ کیسے اسکی قبول ہوئی دعا رد ہوسکتی ہے ؟؟ "اس نے خود کو سنبھالا اور پھر اپنی منزل کی جانب بڑھ گئی ۔ مگر جاتے جاتے

پیچھے مڑ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ بولی۔" انتظار کروں گی آپ دونوں کا۔۔۔ آنے میں دیر نہ کیجیئے گا۔۔۔ "اس نے انہیں جیسے یاددہانی کروانا مناسب سمجھا۔

انہوں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اسے پیار بھری نگاہ سے دیکھا اور پھر بے اختیار رو دیئے۔ انکے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ایک لمحے کے لیئے رُک کر اس شخص کو دیکھا جو جنت کے جانے پہ کسی بچے کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ سجیل نے چاہا کہ وہ اس سے بات کرے مگر بات کرتا کرتا رہ گیا۔

"محبت تو منہ موڑ سکتی ہے لیکن آپکا محرم آپ سے کیسے منہ موڑ سکتا ہے؟؟ وہ بھی وہ محرم جس نے دعا کے ساتھ ساتھ اپنی محبت کو پانے کے لیئے کوشش بھی کی ہو۔۔"اس نے دل میں خود سے کہا۔

****

مہر کے پاس موجود وہ اسکا ہاتھ تھامے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کر رہا تھا جس کا اعتراف وہ جہانگیر کے سامنے بھی کرچکا تھا۔ اسکی کہی ایک بھی بات اسکی سماعت سے ٹکڑانے سے قاصر تھی ۔ مگر پھر بھی وہ اسکا ہاتھ تھامے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کررہا تھا۔

"کھانا کھالو شاہ ویز۔۔۔ "علینہ کمرے میں اسکے لیئے کھانا لے کر آئی تھی ۔اسکی خراب حالت دیکھ کر اس نے ٹرے ایک سائیڈ پہ رکھا اور اسکے قریب آئی۔

"ابا آگئے ہیں گھر۔۔چچا جان نے ضمانت کروائی ہے انکی ۔۔ "اس نے اسے اطلاع دی مگر اسکی طرف سے گہری خاموشی تھی ۔

"شاہ ویز؟ کیا ہو گیا ہے ؟؟ کیا حال بنا لیا ہے تم نے اپنا؟؟ کیوں دے رہے ہو خود کو اذیت۔۔۔ وہ کہیں نہیں گئی ۔۔تمہارے پاس ہے ۔۔ دیکھو۔۔ ٹھیک ہے وہ۔۔۔ "اس نے اسے ذرا سختی سے مگر پھر پیار سے سمجھایا۔

"کہاں ٹھیک ہے بھابھی ؟ مجھ سے بات بھلا کہاں کر رہی ہے ؟ یہ ایسی تو نہیں تھی ۔۔ مجھ سے لڑتی تھی ۔۔جھگڑتی تھی ۔۔لیکن بات تو کرتی تھی نا؟ دو دن سے اس نے مجھ سے بات نہیں کی ۔۔۔ ایسا لگتا ہے جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔۔ "اسکی آواز بھِرا سی گئی ۔

"شاہ ویز ۔۔شاہ ویز۔۔۔ "وہ اسکے قریب بیٹھی۔" وہ زندہ ہے۔۔ کیا یہ کافی نہیں۔۔۔ ٹھیک ہو جائے گی ۔۔تم دعا کیا کرو اسکے لیئے۔۔"

"دعا؟؟ "اس نے ایک نظر اسکے چہرے پہ ڈال کر ایسے پوچھا جیسے اس نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔

"ہاں۔۔دعا۔۔ دعا میں بہت اثر ہو تا ہے شاہ ویز۔۔۔ آپ رب سے دعا کریں اور وہ قبول نہ کرے ؟ یہ تو ناممکن سی بات ہے ناں؟"

"مگر میں کیسے دعا کر سکتا ہوں ؟ میں تو بہت گنہگار رہوں بھابھی ۔۔ میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اسکی سزا میری مہر کو کاٹنی پڑ رہی ہے۔۔ "وہ تڑپ کر بولا۔

"نہیں۔۔۔ غلط بات۔۔ جس کا گناہ سزا بھی اسے ہی ملتی ہے۔۔ مہر کا کومہ میں جانا اسکی سزا ہے ؟ یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم ؟" اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔"ہوسکتا ہے اس آزمائش کے بدلے اسکی زندگی میں ہمیشہ کا سکون لکھا جارہا ہو؟؟"

"مگر میری جان بچانے کی سزا تو کاٹ رہی ہے نا یہ۔۔۔ "اس نے مہر کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

علینہ نے اسکی حالت کو بغور دیکھا اور سرد آہ بھر کر بولی۔" کتنی عجیب بات ہے شاہ ویز !کل تک تو تم اس سے جان چھڑوانا چاہتے تھے ۔۔لیکن آج تمہاری جان ہی اس میں بس گئی ہے۔۔ " وہ رشکیہ انداز میں مسکرائی تھی۔

"بھابھی !میری جان تو جیسے میرے حلق میں اٹکی ہوئی ہے ۔۔ "اسکی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"بس۔۔۔ بس۔۔۔ رونا نہیں۔۔او۔کے۔۔ جنت آرہی ہے نا۔۔سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔۔ وہ اسے ضرور زندگی کی طرف واپس لے آئے گی۔۔اور ویسے بھی تم تو کوشش کرہی رہے ہو نا؟؟"

اس کی بات سن کر وہ کچھ بولتا بولتا رُکا۔" جنت آرہی ہے ؟ کب؟؟ "وہ حیران تھا۔

کیونکہ اس نے ابھی کچھ گھنٹے پہلے جہانگیر کو میسج کیا تھا لیکن اس نے میسج سین کر کے رپلائے تک کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"ہاں۔۔شماز کو کال کی تھی جہانگیر نے ۔۔اچھا میں چلتی ہوں۔۔تم کھانا کھا لینا۔۔ "اس نے اتنا کہا اور اسکے کمرے سے باہر آگئی۔

اسکے جاتے ہی شاہ ویز نے اپنے موبائل پہ نگاہ ڈالی جس میں اسکی طرف سے کوئی میسج نہیں تھا۔ اس نے اسکا میسج سین ضرور کیا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ اسکے آنے کی اطلاع وہ اسے بھی تو دے سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اسے خاصی تشویش ہو رہی تھی ۔

****

پاکستان لاہور ائیر پورٹ پہ صبح کے چار بجے اٹلی سے آنے والی پرواز پہنچ چکی تھی ۔ بینچ پہ بیٹھی وہ اپنا موبائل ہاتھ میں لیئۓ اسی سوچ میں تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے ؟ وہ اپنے گھر کیسے جائے گی ؟ وہاں کیا بتائے گی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے ؟ اپنے سسرال جانے کا خیال دماغ میں آتے ہی اس نے اپنے اس خیال کو یہ سوچتے ہوئے جھٹک دیا کہ" جب جہانگیر ہی اسکا نہیں ۔۔تو اسکے گھر والے اسکے کہاں اسے اپنائیں گے ؟ "سوچ سوچ کر اسکا دماغ تقریباً ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔

اسی اثناء میں دور سے آتا شخص اپنے دونوں ہاتھ ،اپنی پینٹ کی جیب میں ڈالے اسکے قریب آرہا تھا۔ اپنے پاس کسی جانے پہچانے کا عکس اسے محسوس ہوا تو اس نے دائیں جانب نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ سجیل کو اپنے سامنے پا کر اسکی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ فوراََ سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ۔

"کیوں آئی ہو یہاں تم ؟؟ "سوال قدرے سنجیدگی سے کیا گیا تھا۔

"آپ کیوں آئے تھے وہاں ؟؟ "اس نے بھی اسی کے انداز میں سوال کیا۔

"جنت !میں صرف تمہاری خوشی کی خاطر آیا تھا۔۔اسے بتانے کے لیئے کہ تمہاری زندگی میں،میں کہیں بھی نہیں ہوں۔۔کیسے وہ ایک ویڈیو کی بنیاد پہ یہ فیصلہ کر سکتا ہے ؟؟"

"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی ۔۔پلیز جائیں یہاں سے۔۔ "اس نے ذرا لاپرواہی سے کہا۔

"جانتا ہوں۔۔ تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی ۔۔۔لیکن کیوں ؟کیوں چلی آئی تم وہاں سے؟ اسکا اعتماد جیتنا تو تمہارا کام تھا نا؟اور تم وہاں سے چلی آئیں؟ کیوں ؟؟ "اسکے سوالوں سے تنگ آکر وہ بے اختیار بول اٹھی ۔

"کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مجھے تمہارے حوالے کر دیں۔۔ " اسکا سانس پھول سا گیا۔ اور سر گھومنے لگا۔ خود کو سنبھالتے ہوئے ،اس نے اپنا سانس بحال کیا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اسکے سامنے جوڑ کر بولی ۔

"پلیز۔۔۔پلیز۔۔۔میں ایسا نہیں چاہتی ۔۔میں آپ سے محبت نہیں کرتی سجیل صاحب۔۔ " بارش کی صورت اسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کر آنسو گر رہے تھے ۔

"میں بھی ایسا نہیں چاہتا ۔۔بھروسہ رکھو مجھ پہ۔۔ مانا کہ میں نے تمہارا بھروسہ توڑا ہے ۔۔لیکن وہ بھروسہ بھائی اور بھابھی کے رشتے کو جوڑنے کے لیئے تھا۔۔ میں چاہ کر بھی تمہارا اور اسکا رشتہ توڑ نہیں سکتا۔۔ بھلے ہی تم دونوں کے رشتے کو بچانے کے لیئے مجھے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑجائے۔۔ " اس نے آگے بڑھ کر اسکے آنسو صاف کرنے چاہے لیکن اسکا ہاتھ آگے بڑھتا بڑھتا ،رُک سا گیا۔ جوں ہی اسکا دھیان شماز پہ پڑا جو ان دونوں کی باتیں قدرے انہماک سے سن رہا تھا تو وہ اس کے پاس سے ہٹا اور وہاں سے نکل گیا۔

جنت کا رو رو کر برا حال ہو چکا تھا۔ وہ تو چلا گیا مگر اسکا کہا ایک ایک لفظ سن کر اسے احساس ہوا کہ اسکا رشتہ صرف ایک غلط فہمی کی نذر ہونے جارہا ہے۔

"گھر چلیں؟؟ "شماز کی آواز جوں ہی اسکی سماعت سے ٹکرائی تو اپنا سانس روکتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ۔

"شماز بھائی ؟ آپ ؟؟؟ "وہ خاصی کانپتی ہوئی آواز میں بولی تھی ۔

"ہمم۔۔ہم۔۔۔ سامان ہے ساتھ میں تو بتاؤ۔۔ "اس نے اسکے اردگرد نگاہ ڈالی مگر اسکے پاس سوائے ہینڈ بیگ کے کچھ بھی نہیں تھا۔

"نہیں۔۔۔کچھ بھی نہیں ہے ۔۔ "وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی ۔" آپکو کس نے بتایا کہ میں آ رہی ہوں؟ "اس نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جہانگیر نے۔۔۔ "اس نے اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"جہانگیر نے ۔۔ اسکا مطلب۔۔انہوں نے انہیں سب بتا دیا ہو گا۔۔ " اسکا دل یہ سوچ کر دل تقریباََ بند ہونے کو تھا۔

پورا رستہ اس نے اس سے کسی قسم کی بات نہ کی ۔ جنت نے چاہا کہ وہ اس سے کوئی بات تو کرے لیکن شماز کی گہری خاموشی نے اسے اس سے بات کرنے سے دور ہی کیے رکھا۔جوں ہی اس نے گھر میں قدم رکھا تو ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی ۔ گھر کا ہر فرد نمازِ فجر پڑھنے میں محو تھا۔

"نماز پڑھ لو تم بھی ۔۔تمہارے لیئے چائے بجھواتا ہوں۔۔ "اس نے اسے کمرے میں جانے کو کہا اور خود اپنے کمرے میں چلا گیا۔

وہ اپنے کمرے میں آئی ، نماز ادا کی اور راکنگ چئیر پہ آموجود ہوئی ۔ایک عرصے بعد اسکا دن سکون کی کیفیت محسوس کررہا تھا۔ وہ اپنے اور مہر کے یہاں ایک ساتھ گزارے گئے وقت کو سوچتے ہوئے آنکھیں بھر آئی۔

سکون کی کیفیت ایک لمحے میں بے سکونی میں بدل گئی جب اسکے کان میں شاہ ویز کی آواز پڑی

۔

"چائے لایا ہوں۔۔۔ "اس نے دستک دی۔

وہ فوراََ سے کرسی پر سے سیدھا ہو کر بیٹھی ،اپنا سانس بحال کیا اور دروازے کی جانب بڑھی ۔

"کیسی ہو ؟؟ "اس نے چائے کا ٹرے اسکے سامنے کیاتواس نے اسکے ہاتھ سے چائے پکڑی ۔

"تم یہاں ؟ مہر کہاں ہے ؟ تم لوگ تو یہاں سے۔۔۔ "اس کے دل میں بے شمار سوال تھے ۔

وہ اسکی طرف دیکھ کر نیم انداز میں مسکرایا۔

"چائے پیو۔۔ ریلیکس ہو جاؤ۔۔ اپنے کمرے میں ہے وہ ۔۔اور تمہارا انتظار کر رہی ہے ۔۔ "اس نے اتنا کہا اور اسکے سامنے سے ہٹ گیا۔

وہ چائے کا مگ لیئے کمرے میں آئی اور سائیڈ میز پہ رکھتے ہوئے خود بیڈ پہ آبیٹھی ۔" یہاں ایسا کیا ہوا ہے جو سب نارمل ہو گیا ؟ شاہ ویز اور مہر یہاں ہیں۔مگر۔کیسے ؟؟ " اس نے الجھ کر خود سے سوال کیا۔

خیر خود کو پرسکون رکھنے کے لیئے اس نے اپنی دوا بیگ میں سے نکالی اور پانی کا گلاس بھرتے ہی دوا کھائی ۔

وہ اسے چائے دے کر جب واپس آیا تو شماز نے اسے روکا۔" بتایا اسے سب ؟؟ "اسکے سوال پہ وہ جاتا جاتا رُکا۔

"نہیں۔۔۔ " اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جوابدیا۔

"وہ کچھ نہیں جانتی شاہ ویز۔۔بہتر ہوتا کہ تم اسے بتا دیتے۔۔۔اسی لیئے تو تمہیں بھیجا تھا کہ تم اسے بتا دیتے۔۔ "

"بھائی !مجھے اسکی اپنی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی ۔۔ پتہ نہیں کیوں؟ میں چاہ کر بھی اسے مہر کی حالت کے بارے میں بتا نہ سکا۔"

ام م ۔۔م م۔۔۔ " وہ اپنے دونوں ہاتھ آگے کی جانب باندھے کسی گہری سوچ میں محو تھا۔

"کیا ہوا بھائی ؟ کیا سوچ رہے ہیں؟ "

"کچھ نہیں۔۔ تم جاؤ۔۔مہر کے پاس۔۔ "اس نے اتنا کہا اور اسکے پاس سے ہوتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔

علینہ قرآنِ پاک پڑھنے میں محو تھی ۔ وہ ایک آیت کی تلاوت کرتی جا رہی تھی تو دوسری مرتبہ میں اسی آیت کا ترجمہ بھی اونچی آواز میں پڑھتی جارہی تھی ۔

ترجمہ" :بے شک اللہ انصاف کا اور احسان کرنے کا اور رشتہ داروں کو) انکے حقوق (دینے کا حکم دیتا ہے ۔) "سورۃ النحل(90 :

اس نے تلاوتِ قرآنَ پاک مکمل کی اور قرآنِ پاک کو غلاف میں لپیٹتے ہوئے چومنے کے بعد شیلف پہ رکھا۔

"جنت کو لے آئے ؟؟ "اس نے اپنے سر پہ لیا دوپٹہ تھوڑا ڈھیلے کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں۔۔ "اس نے ایک لفظ میں جواب دیا اور صوفے پہ بیٹھ گیا۔

اسکا الجھا الجھا سا چہرہ اسے پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔ " کیا بات ہے شماز؟ سب ٹھیک تو ہے ؟؟جنت کہاں ہے ؟؟"

"کمرے میں۔۔ وہ نہیں جانتی مہر کی حالت کے بارے میں۔۔ "اس نے اسے آگاہ کیا۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں؟ آپ نے جہانگیر کو بتایا تھا نا ؟ "

"ہاں بتایا تھا۔۔ لیکن۔۔۔ "وہ بولتا بولتا رُکا۔

"شماز؟ کیا بات ہے ؟ کیوں پریشان ہیں آپ ؟؟ "اس نے کرسی آگے کی طرف گھسیٹی اور اسکے سامنے آکر بیٹھی ۔

"علینہ !جنت کو بھیجنے کے لیئے شام میں کہا اور آج صبح وہ یہاں ہے ۔۔ "وہ ذو معنی انداز میں بولا۔

"تو ؟؟ "جواباَ َ اس نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"تو وہاں ضرور کچھ ایسا ہوا ہے جو۔۔ "

"اللہ نہ کرے شماز۔۔ کیا ہو گیا ہے آپکو؟؟ " اس نے فوراَ َ سے اسکی بات کاٹی ۔

"تم ہی بتاؤ پھر ؟ وہ اتنی جلدی کیسے آسکتی ہے ؟؟ کیسے ؟؟ "

اسکے سوالوں سے تو وہ خود بھی پریشان ہو کر رہ گئی تھی ۔

"علینہ !جانتی ہو ائیر پورٹ پہ سجیل بھی موجود تھا۔۔ " اب کے اس نے اسے اہم مسئلے کے متعلق آگاہ کرنا چاہا۔

"سجیل ؟؟؟ کون؟ تابینہ خالہ کا دیور؟؟ "

"ہاں۔۔وہی ۔۔ جس سے جنت ۔۔محبت۔۔۔ "وہ اپنے لب کاٹ کر بولا۔

اسکے ادھورے لفظوں کو وہ بخوبی سمجھ چکی تھی ۔" نہیں۔۔نہیں۔۔ آپ غلط سوچ رہے ہیں شماز۔۔ جنت ایسی نہیں ہوسکتی ۔۔ جہانگیر سمجھدار انسان ہے وہ ایسے کیسے جنت کو چھوڑ سکتا ہے ؟"

"کیا تم جانتی ہو کہ تابینہ پوپھو اور راحت بھائی کے رشتے کو جوڑنے کے لیئے سجیل نے اس رات اسکا ساتھ نہیں دیا تھا۔۔" اسکا سانس پھول سا گیا تھا۔ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ منظر اسکی نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے ۔

اسکا سوال سن کر اسکی آنکھیں حیرت کے مارے کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔" کیا؟؟ مطلب؟اسے کسی نے ایسا کرنے کو کہا تھا؟جواباََ اس نے اثبات میں گردن ہلائی ۔" علینہ ! ہم نے کہیں اسکے ساتھ ناانصافی تو نہیں کردی ؟؟"

"نہیں ۔۔شماز۔۔نا انصافی کیسی ؟ وہ بہت خوش ہے جہانگیر کے ساتھ۔۔آپ ایک مرتبہ اس سے بات تو کر کے دیکھیئے۔۔یوں خود سے اخذ نہ کیجیئے۔۔۔ "اس نے تفہیمی انداز میں سمجھایا۔

"علینہ ۔۔مجھے تو لگا تھا کہ سب ٹھیک ہو گیا ہے ۔۔ مہر اسکے آنے سے زندگی کی طرف لوٹ آئے گی ۔۔لیکن مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ تو خود زندہ ہی نہیں ہے تو اسے کیسے زندگی کی طرف واپس لائے گی ؟ "وہ کرب سے بولا۔

"نہیں شماز۔۔کیسی باتیں کررہے ہیں آپ ؟؟ "اس نے اسے ٹوکا۔

"تم ایک دفعہ اسے دیکھنا تو صحیح۔۔ وہ بس سانس لے رہی ہے۔۔لیکن اسکے اندر سانس لیتی زندگی ختم ہو چکی ہے ۔۔ ابھی تم پڑھ رہی تھی نا کہ :

"بے شک اللہ انصاف کا اور احسان کرنے کا اور رشتہ داروں کو انکے حقوق دینے کا حکم دیتا ہے ۔۔"

"ہاں۔۔ "وہ اسکے چہرے پہ نظریں گاڑھے ہوئے تھی ۔

"تو کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم سے جنت کا حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہو گئی ہو؟ "اس نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"شماز۔۔۔آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔۔اماں بی کا کیا گیا فیصلہ ہے یہ ۔۔ اور جنت خوش ہے ۔۔آپ رُکیئے ذرا۔۔میں خود بات کرتی ہوں اس سے ۔۔کہاں ہے وہ ؟ "وہ اسکے پاس سے اٹھی ہی تھی کہ اس نے اسے روکا۔

"علینہ۔۔ مانا کہ مہر اور جنت میری سگی بہنیں نہیں۔۔لیکن میں نے انکی ذمہ داری کو سگی بہنوں سے بھی بڑھ کر سمجھا ہے ۔۔ آج جنت کی حالت دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے میرے دونوں بازؤں میں جان ہی نہیں ہے ۔۔"

اسکی محبت دیکھ کر علینہ نے رشکیہ انداز میں ذرا مسکراکر اسے دیکھا۔" شماز !یہ تو آپکی محبت ہے ۔۔لیکن یقین کیجیئے ۔۔ایسا کچھ نہیں ہے ۔۔ اگر ایسا کچھ ہوتا تو مجھے تابینہ پوپھو تو بتاتیں نا؟خیر آپ تھوڑا ریسٹ کرلیں۔۔زیادہ سوچیں نہیں۔۔میں جنت سے مل لوں۔۔ "اسکی باتیں سن کر پریشان تو وہ بھی تھی لیکن اسے تسلی دے کر وہ اسکے پاس سے باہر آگئ تھی ۔

دوسری طرف وہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے لاؤنج کی جانب آرہی تھی ۔علینہ کی نظر جوں ہی اس پہ پڑی تو اسکے ذہن میں شماز کے الفاظ گونجے۔

"وہ تو خود زندہ ہی نہیں ہے تو اسے کیسے زندگی کی طرف واپس لائے گی ؟ "بلاشبہ اسکی حالت بالکل ایسی ہی تھی ۔

"جنت۔۔کیسی ہو تم ؟؟؟ "اس کی آواز جوں ہی اسکے کانوں میں پڑی تو وہ جاتے جاتے رُکی ۔

"جی بھابھی ۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسی ہیں؟؟ "

"میں بھی ٹھیک۔۔۔ بھئی کیا تیزیاں ہے تمہاری ۔۔ابھی رات کو ہی تو تمہیں اطلاع کی ہے اور تم صبح۔۔"

"آپ نے اطلاع کی ؟کب؟؟؟ "اس نے حیرانگی سے اسکی بات کو کاٹا۔

"رات کو۔۔بتایا نہیں تمہیں تمہارے میاں نے ؟؟ "اس نے ہنستے ہوئے سوال کیا۔اسکی بات سن کر وہ بے ضبط مسکرادی کہ اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔

"بھابھی آنے کا پلین تو پہلے ہی تھا میرا۔۔ اچھا یہ مہر کہاں ہے ؟ گھر واپس آگئے دونوں ؟؟ "اس نے بات کو ٹالتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں۔۔گھر آگئے۔۔ سب ٹھیک تو ہو گیا لیکن ۔۔اس سب میں مہر۔۔۔ "بات کرتے کرتے اسکی زبان رُک سی گئی ۔

جنت کی پیشانی پہ پریشانی کی شکنیں واضح ہوئیں۔" کیا ہوا مہر کو ؟؟ " اسکی جان ہاتھوں میں آگئی ۔وہ بناء دیر کیے ہی اسکے کمرے کی جانب بڑھی۔

وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیئے بیٹھا اس سے باتیں کررہا تھا۔ اسکے اردگرد نصب میڈیکل کے آلات دیکھ کر اسکے قدم ساکت رہ گئے تھے ۔

"تم جانتی ہو ؟جنت آئی ہے تم سے ملنے۔۔۔ "وہ اسے بتا رہا تھا۔" میں جانتا ہوں کہ اب تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤگی ۔۔ میری تو آج تک تم نے سنی ہی نہیں۔۔ ہے نا۔۔۔ "اب کے وہ ذرا خفگی سے بولا۔

اسی اثناء میں اسے جب اپنے پاس ایک سایہ محسوس ہوا تو اس نے فوراََ سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ جنت کی آنکھوں میں بے بسی اور لاچاری کے آنسو تھے ۔ اسکی زبان گنگ ہو کر رہ گئی ۔ وہ مہر جو ہر ایک سے بے خوف و خطر ہو کر زندگی کو جیا کرتی تھی ۔آج آکسیجن پمپ کے ذریعے سانس لے رہی ہے ۔" کیوں ؟؟"

"جنت۔۔ بیٹھو۔۔یہاں۔۔۔ "اس نے فوراََ سے کرسی آگے کو بڑھائی اور مہر کے قریب رکھی تاکہ جنت اس کے پاس آسانی سے بیٹھ سکے۔

تابینہ پوپھو اسکے کمرے میں آئیں ۔سوپ ایک سائیڈ پہ رکھا اور اسکا ہاتھ تھام کر اسے کرسی پہ بٹھانے لگیں۔

"خالہ۔۔ یہ سب ؟؟ کیا ہوگیا؟؟آپ سب نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ ۔۔مہر؟؟ "اس نے ایک نظر شاہ ویز پہ ڈالی اور پھر مہر کی طرف دیکھا۔ اسکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے ۔ ایک مریضہ دوسری مریضہ کا غم بانٹنے کے لیئے آئی تھی ۔ لیکن سب اس بات سے بے خبر تھے کہ جنت اپنے اندر کس مرض سے لڑ رہی ہے ؟

"شاہ ویز۔۔ میں نے تو اسے تمہارے ساتھ جانے کا اس لیئے بولا تھا کہ ۔۔تم اسکا خیال رکھو گے ۔۔لیکن اسے کیا ہو گیا ؟ تم نے کیا کیا یہ ؟؟ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ۔

علینہ فوراََ سے آگے بڑھی ۔ " تم غلط سمجھ رہی ہو جنت۔۔ " تبھی شاہ ویز نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں چپ رہنے کا کہا۔

"جنت۔۔ کاش میں اس کے لیئے کچھ کر سکتا۔۔ میری پرواہ کرتے کرتے۔۔یہ اس حال میں پہنچ گئی ۔۔ "اسکی ذومعنی باتیں کیا معنی بیان کر رہی تھیں وہ چاہ کر بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی ۔

"ہوا کیا ہے ؟؟مجھے بتائیں گے آپ لوگ؟؟ "اس نے ذرا تلخ لہجے میں دونوں سے پوچھا۔

"جنت۔۔۔ " علینہ نے تھوڑی سی ہمت جمع کرتے ہوئے اسے ایک ایک سچ سے آشنا کیا۔ اسکی کہی ایک ایک بات سن کر اسکی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اسکا منہ بھی کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اتنا کچھ ہو گیا ؟اور اسے ایک اس سب کے بارے میں لاعلم رکھا گیا۔ کیوں ؟؟

"پلیز جنت۔۔۔سنبھالو خود کو۔۔۔ مہر کو اس وقت تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے ۔۔ "اس نے تابینہ کی طرف دیکھا ۔ جس سچ سے اسے ابھی آگاہ کیا گیا تھا، اسے سن کر وہ تھک ہار کر رہ گئی تھی ۔

****

اسے اٹلی سے گئے تقریباً دو روز ہوچکے تھے ۔ جہانگیر کے باپ تک جب جہانگیر کے کیے گئے فیصلے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اسے خوب آڑے ہاتھوں لیا۔

"تم پاگل ہو گیا؟؟ کیسے مرد ہو تم ؟ بیوی ہے وہ تمہاری اور تم اسکا رشتہ کسی اور کے ساتھ جوڑنے میں لگے ہو؟؟ بہت مایوس کیا ہے تم نے مجھے ۔۔بہت۔۔۔ میں نواز سے نظریں نہیں ملا پارہا۔۔ "ان کی ویڈیو کال ریسیو کرتے ہی ،انہوں نے اسے خوب دانٹ پلائی ۔

"ڈیڈ۔۔۔میری بات تو سنیئے۔۔۔ "اس نے بات کرنے کی جسارت کی ۔

"کیا سنوں؟ سب جانتا ہوں میں ۔۔سب ۔۔۔ اسکی کزن کومہ میں ہے تو تم نے اسے وہاں جانے دیا۔۔ لیکن کیا صورتحال کریئیٹ کر کے تم نے اسے وہاں بھیجا ؟اسکا اندازہ ہے تمہیں ؟؟؟ "ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ وہ اس سے اس انداز میں بات کررہے تھے ۔

ویڈیو کال پہ اسے جوں ہی اپنی ماں کا چہرہ دکھائی دیا تو وہ بولا۔" مام ! پلیز۔۔سمجھایئے انہیں۔۔کم از کم مجھے بات کرنے کا موقع تو دیں۔۔ "وہ منمنایا۔

اب کے اسے کوسنے کی باری انکی تھی ۔ انہوں نے ہارون صاحب کے ہاتھ سے فون لیا اور پھر اس سے بولیں۔" تمہیں موقع دے کر دیکھ چکے ہیں ہم۔۔ بے وقوفی کی حد ختم ہے تم پہ۔۔۔" ان دونوں کی طرف سے اسے شدید سخت غصیلے لہجے کا سامنا تھا۔" مام ۔۔ڈیڈ ۔۔پلیز۔۔۔لیٹ می کلیئر یو۔۔۔ "اب کے اس نے التجائی انداز میں ذرا زور دے کر کہا۔" میں مانتا ہوں کہ میں

نے گناہ کیا ہے ۔۔ بہت بڑا گناہ ۔۔۔ جس کا مجھے پورا پورا احساس ہے ۔۔میں تو بس یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے دل کی آواز سنے ۔۔۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے منہ سے نکلا لفظ میرے لیئے ہی آزمائش بن جائے گا۔۔ "وہ تھک ہار کر بولا۔

"جانی۔۔ تم نے بہت غلط کیا اس بچی کے ساتھ۔۔بہت غلط۔۔ جبکہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسکی حالت ایسی نہیں کہ ۔۔۔ "وہ لب کاٹ کر بولیں۔" مجھے تو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ میں کیسے اسکے گھر جاؤں؟ میں کیسے اسکا سامنا کروں گی؟"

"ممی پلیز۔۔۔ آپ جایئے گا وہاں۔۔ایک دفعہ اسے کہیں کہ مجھ سے بات کر لے ۔۔پلیز ممی۔۔۔"

اسکے الفاظ انکے کانوں میں پڑے تو انہوں نے اسکے ہاتھ سے فون لے کر کال منقطع کرنے میں ذرا دیر بھی نہ لگائی ۔

"مذاق سمجھتا ہے یہ لڑکا۔۔" انہوں نے فون کو ایک سائیڈ پہ پھینکا۔ " کسی گوری سے شادی کی ہے اس نے ؟ جو اتنی ذلت کے بعد بھی اس سے بات کرے گی۔۔"

"ہارون۔ پلیز کام ڈاؤن۔۔کچھ تو کرنا پڑے گا نا۔۔۔ "انہوں نے ذرا ٹھنڈے دماغ سے کام لیا اور انہیں بھی اشارۃََ اپنی بات سمجھائی۔

"کچھ نہیں کریں گے ہم۔۔۔اسے کہو خود آئے پاکستان۔۔خود سنبھالے اپنا مسئلہ ۔۔ "انہوں نے اسے اپنا فیصلہ سنایا اور وہاں سے نکل گئے۔

"یا اللہ " ! انکے غصہ کے پیشِ نظر وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

****

وہ جب سے آئی تھی ۔ چوبیس گھنٹے مہر کی دیکھ بھال میں ہی لگی رہتی تھی ۔ اسکی اپنی حالت کیا ہے ؟ وہ مہر کی پرواہ میں تقریباََ خود کو تو بھول ہی گئی تھی ۔ کبھی کبھار جب اسکے سر کا درد شدت اختیار کرتا تو وہ اپنے بیگ میں موجود ادوایات سے مدد لیتی اور خود کو پر سکون کر لیتی ۔

"یہ کون سی دوا ہے ؟؟ "وہ جوں ہی کمرے میں آیا تو اسے دوا کھاتے ہوئے دیکھ کر سوالیہ بولا۔

اس نے فوراََ سے پانی کا گلاس منہ کو لگایا اور پانی پیتے ہی ،میز پہ موجود اپنی دوا کو بیگ میں ڈالا۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں؟ "اس نے مکرر سوال کیا۔

"اب تمہیں بتانا ضروری تو نہیں۔۔ "اس نے ذرا لاپرواہی سے کہا۔

"جنت۔۔ کم از کم ۔۔ مجھے تو بتا سکتی ہو ۔۔ "وہ مہر کے پاس آ بیٹھا ۔

"ٹیومر ہے مجھے۔۔ دماغ کا کینسر۔۔۔ "اس نے نارمل انداز میں کہا جیسے یہ بات اسکے لیئے ارزاں ہو۔اور پھر مہر کی الماری میں کپڑوں کو بالترتیب جوڑنے میں مصروف ہو گئی ۔

"کیا؟؟؟ "شاہ ویز کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ وہ فوراََ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکے قریب آیا جہاں وہ مہر کے دھلے ہوئے کپڑوں کو تہہ کر کے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"ادھر آؤ۔۔۔ بیٹھو یہاں۔۔ "اس نے اسکے ہاتھ سے کپڑوں کو پکڑ کر اسے کرسی پہ بیٹھنے کے لیئے کہا۔

"خیر اتنی بھی بڑی بات نہیں ہے یہ۔۔ اپنے پاؤں پہ کھڑی ہو سکتی ہوں میں۔۔ "وہ بچگانہ انداز میں ہنسی۔

"جنت۔۔۔پلیز۔۔۔ مذاق کررہی ہو نا تم ؟؟ " اس نے یقین کی غرض سے سوال کیا۔

"مذاق۔۔اور وہ بھی تم سے۔۔اور وہ بھی ایسا۔۔ "اب کے وہ ذرا تلخی سے مسکرائی تھی۔

"طنز کررہی ہو؟ "

"نہیں۔۔ تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ مذاق میں کوئی اپنی جان کو جان لیوا بیماری میں مبتلا کیونکر کرے گا؟؟"

"جنت۔۔۔ "وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔ اسکی آنکھیں اسکی آنکھوں سے عیاں ہوتا دکھ دیکھ کر بھر آئیں۔

"مجھے معاف کردو۔۔جنت۔۔"

اس نے الماری بند کی اور اسکے سامنے موجود کرسی پہ بیٹھی ۔" تم کس بات کی معافی مانگ رہے ہو ؟؟ "اس نے اسکی بات کو سمجھنا چاہا۔

"میں جہانگیر کے سامنے بھی اپنا گناہ قبول کر چکا ہوں کہ میں نے ہی اسے انجان نمبر سے ۔۔۔ "وہ کہتے کہتے رُکا تھا۔

اس نے پلکیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔"نہیں۔۔۔پلیز۔۔۔ یہ مت کہنا کہ تم نے انہیں ۔۔۔ "اسکا دل دہل کر رہ گیا۔ وہ اپنا دل اسکے لیئے صاف کر چکی تھی ۔لیکن اسکا یہ اعتراف اسے وحشت دلانے لگا تھا۔

"ایم سوری ۔۔جنت۔۔۔ میری لاپرواہی تم دونوں کو کس دوراہے پہ لے آئے گی ۔۔مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔۔۔ میں تو۔۔"

"پلیز۔۔۔شاہ ویز۔۔۔پلیز۔۔ بس کرو۔۔۔ "اس نے اپنے بالوں کو پیچھے کی جانب کرتے ہوئے اپنے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے مزید بات کرنے سے منع کیا۔

"جنت۔۔۔ "وہ بولتے بولتے رُکا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے خود کو اس سے بات کرنے سے باز ہی کیے رکھا۔

"یہ بات یہیں دفن کردو۔۔ اب تم اپنے اس گناہ کی تشہیر نہ کرو تو زیادہ بہتر ہو گا۔۔کیونکہ۔۔ تمہاری ہر غلطی اور کوتاہی کو جنت نے معاف کیا۔۔ "اس نے دل پہ پتھر رکھتے ہوئے ذرا صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

وہ اسکے سامنے سے اٹھی اور بالکنی میں آگئی ۔

مجھے پانے سے پہلے کھونے سے وہ ڈرتا تھا۔۔

اپنی زندگی سے کہیں زیادہ عزیز مجھے وہ رکھتا تھا۔۔

اسکی محبت کی آغوش میں سب غم بھول گئے

میری قسمت میں کیا خوب ستارہ چمکتا تھا

دور رہ کر بھی اتنی چاہت تھی تو بھول کیوں گیاوہ؟

جس کے لبوں پہ کبھی میرا نام ہمیشہ رہتا تھا

کتنا آسان ہوگیا ہے اسکے لیے کہیں اور گھر بسا لینا

جو میرے دل کے آنگن میں بسیرا رکھتا تھا

مجھے پانے سے پہلے کھونے سے وہ ڈرتا تھا۔۔

اپنی زندگی سے کہیں زیادہ عزیز مجھے وہ رکھتا تھا۔۔

"یااللہ !میں یہاں کیسے کسی کو فیس کروں گی ؟؟ کیسے ؟؟ جہانگیر آپکو مجھ پہ نہ صحیح لیکن اپنے ان لفظوں پہ تو یقین ہونا چاہیئے تھا ،جو آپ نے شادی کی رات مجھ سے کہے تھے۔۔ "اس نے خود سے سرگوشی کرتے ہوئے آسمان پہ گہری نگاہ ڈالی ۔ آسمان پہ کالے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ سیاہ بادل کسی وقت بھی برس سکتے ہیں۔ ہوا میں سردی کی لہر نے اسکے ہونٹوں پہ کپکپی طاری کر دی تھی ۔

"شاہ ویز سے کہوں بھی تو کیا کہوں ؟ اسکی غلطی کا احساس میری زندگی پہ لگے سوالیہ نشان کو تو دور نہیں کر سکے گا نا۔۔ کاش ! شاہ ویز تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔۔۔کاش۔۔ "

ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ اگلے ہی لمحے اسکے ضمیر نے اسے ہی کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔

"تمہیں چاہیئے تھا کہ تم جہانگیر کو سب بتادیتی ۔۔ تمہیں اس سے کچھ چھپانا ہی نہیں چاہیئے تھا۔۔وہ بھی تو ایک انسان ہے ۔۔ محبت میں حصہ داری کہاں برداشت ہوتی ہے۔۔"

"لیکن محبت میں شک بھی تو نہیں ہوتا۔۔۔ "اس نے خود کو گویا خود ہی جواب دیا۔

"شک تو تھا ہی نہیں۔۔ سب باتیں حقیقت بیان کررہی تھیں۔ "اس کے ضمیر نے اسے سمجھایا۔

"تو پھر یہ کہاں کی محبت ہوئی ؟ ساری دنیا بھی آپ کی محبت کے خلاف ہو جائے ۔۔لیکن آپ کا دل کبھی بھی آپکی محبت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ "

ابھی وہ اپنے اور اپنے ضمیر کے مابین ہونے والی سرگوشی میں ہی الجھی ہوئی تھی کہ اسے کمرے میں سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی ۔ وہ فوراً بھاگی بھاگی کمرے میں آئی ۔

محبت پانے کا نہیں دینے کا نام ہے۔

جوں ہی وہ کمرے میں آئی تو ہر چیز اپنی جگہ پہ تھی ۔ مہر بستر پہ آنکھیں کھولے لیٹی تھی ۔ وہ فوراً سے بھاگی بھاگی اس کے پاس آئی جو بے حس و حرکت بیڈ پہ موجود تھی ۔ اس نے چاروں اطراف میں نگاہ دوڑائی مگر ہر چیز اپنی جگہ پہ موجود تھی ۔ جوں ہی اسکا دھیان زمین پہ پڑا تو سائیڈ ٹیبل سے غائب شیشے کا گلدان زمین پہ ٹوٹا پڑا تھا۔

"یہ کیسے گرا؟؟ "اس نے زیرِ لب خود سے سرگوشی کی ۔ اب کے اس نے مہر کے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔اسکے ہاتھوں کی انگلیاں ذرا آہستگی سے حرکت کررہی تھیں۔" مہر؟؟ تم ٹھیک ہو؟ تم مجھے سن سکتی ہو؟؟؟ کیا یہ گلدان تم نے گرایا؟؟

اسکا مطلب تم حرکت کر سکتی ہو؟؟ "وہ اسکے قریب جا کر بولی تو اس نے اپنا ہاتھ پوری قوت سے اوپر کی طرف اٹھایا مگر اگلے ہی لمحے اسکا ہاتھ اتنی ہی تیزی سے بیڈ پہ جا لگا۔

اسکی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں تھی ۔ وہ فوراً سے بھاگی بھاگی باہر آئی ۔

"ماموں۔۔۔ ممانی ۔۔ شماز بھائی ۔۔علینہ بھابھی۔۔۔ شاہ ویز؟؟؟ "اس نے سبھی کو یکبارگی سے آواز دی ۔

"کیا ہوا؟؟ کیا ہوا؟؟ "سب اپنے کاموں کو چھوڑ کر لاؤنج میں آئے اور باری باری سوال کرنے لگے ۔

"مہر۔۔۔مہر نے گلدان توڑ دیا۔۔۔ میرا مطلب۔۔ اسکا ہاتھ حرکت کررہا ہے ۔۔ " خوشی کے مارے اسکا سانس پھول گیا تھا۔

"کیا؟؟؟ "نعیم صاحب فوراََ سے آگے بڑھے ۔" میری بیٹی۔۔۔ "سبھی اسکے کمرے میں آموجود ہوئے ۔" مہر۔۔۔ میری بچی ؟؟ "

اب کی بار اسکے ہاتھوں کی حرکت رک سی گئی تھی ۔ سب نے مایوس کن نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ،اس کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ابھی تو اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ "

"اللہ کرے تمہارا وہم ٹھیک ثابت ہو۔۔ "زیبا ممانی نے اسکے قریب آکر کہا۔

"ممانی جان !وہم نہیں ہے ۔۔آپ دیکھیئے نا ۔۔وہ گلدان۔۔میں بالکنی میں تھی ، تبھی مجھے کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز آئی ۔۔ یہاں آکر دیکھاتو۔۔۔ "

وہ بناء سانس بحال کیے ان کو ساری تفصیل بتا رہی تھی ، تبھی انہوں نے آہستہ سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے گالوں پہ تھپکی دی۔

"جتنا تم اسکا خیال رکھ رہی ہو۔۔بہت جلد وہ ٹھیک ہو جائے گی ۔۔لیکن اپنا خیال بھی رکھو۔۔"

زیبا کی آنکھوں میں کدورت کی جگہ محبت تھی ۔ اس محبت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی ۔

باری باری سب وہاں سے چلے گئے ، تبھی شاہ ویز کمرے میں داخل ہوا۔" کیا ہوا؟؟ تم ٹھیک تو ہو؟؟ تمہاری آواز سنی ابھی میں نے ۔۔۔"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔ مہر نے ابھی ہاتھ ہلایا شاہ ویز۔۔لیکن کوئی مان نہیں رہا۔۔ اور اسے دیکھو اب۔۔سب کو دیکھ کر ڈرامے کررہی ہے۔۔ "وہ مہر کا ہاتھ غصہ سے ہلا کر بولی تو وہ آگے بڑھا۔

"جنت۔۔ تمہارا وہم بھی تو ہو سکتا ہے؟"

اب کے وہ دل پسیج کر رہ گئی ۔" وہم اور یقین کا فرق اچھے سے جانتی ہوں میں۔۔۔ کوئی میری بات کا یقین نہیں کررہا۔۔ "اب کے وہ رونی صورت بنا کر بولی ۔

"جنت۔۔ ہو سکتا ہے تمہیں ۔۔میرا مطلب۔۔ "وہ بات کرنے کے لیئے مناسب الفاظ تلاش کررہا تھا۔

"کیا؟؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔میرا ٹیومر مجھے وہم میں مبتلا کر رہا ہے ؟؟ "اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسکا منہ نوچ لے۔

اسکا لہجہ دیکھ کر وہ کھلکھلا کر ہنسا۔" ایسے ہنسنے کی وجہ جان سکتی ہوں میں ؟؟؟ "اس نے خوب گھیرے غور سے اس کو دیکھا تو وہ مزید مسکرایا۔

"صبر کر جاؤ۔۔ہو لینے دو اسکو ٹھیک ۔۔۔ بتاؤں گی اسے۔۔کہ کیسے تم میرا مذاق بنا رہے ہو؟؟ "افسردگی اسکے چہرے پہ واضح تھی ۔

"نہیں۔۔۔ ایک عرصے بعد تم نے مجھ سے ایسے بات کی ہے ۔۔جیسے پہلے بات کرتی تھی ۔۔ "وہ ہنستے ہنستے یکدم سنجیدا ہوا۔

"ظاہر سی بات ہے ۔۔زندگی ہی کتنی ہے میرے پاس۔۔ اور میں نہیں چاہتی کہ اپنے اس دل میں کسی کے لیئے نفرت رکھوں۔۔ "اس نے اتنا کہا اور زمین پہ گرے ٹوٹے ہوئے گلدان کے ٹکڑوں کو اکٹھا کرنے لگی ۔

"تو جہانگیر کے لیئے نفرت کیوں ؟؟ "اس نے بلا تاخیر سوال داغا۔

شیشے کے بکھرے ٹکڑوں کو اکٹھا کرتے وہ رُکی تھی ۔ اس نے پلٹ کر اسکے چہرے پہ نگاہ ڈالی ۔

"کیا جانتے ہو تم ؟؟ "

"سب۔۔۔ "اس نے ایک ہی لفظ میں جواب دیتے ہوئے اسکا تجسس دور کیا۔

کچھ دیر کے لیئے دونوں کے مابین گہری خاموشی تھی ۔

"شاہ ویز۔۔۔ مجھے یقین آنے لگا تھا کہ محبت بھیک نہیں ہے۔۔ محبت دعا ہے ۔۔ لیکن جہانگیر نے تو ایک ہی لمحے میں میرے محبت پہ یقین کے معنی ہی بدل دیئے۔۔ مجھے نہیں پتہ کہ میں کیا کروں ؟؟ سچ میں ۔۔میں نہیں جانتی ۔۔۔ مجھے لگا کہ میں یہاں آجاؤں۔۔مہر سے مل کر اپنی ہر الجھن شئیر کروں جیسے میں پہلے کیا کرتی تھی ۔۔ لیکن یہاں آکر پتہ چلا کہ میری الجھن کو سلجھانے والی خود ہی الجھ چکی ہے ۔۔"

اس نے اسکی بات قدرے غور سے سنی اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔

"وہ نہ صحیح ۔۔لیکن شاہ ویز تو ہے نا۔۔جانتی ہو ۔۔میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ یہ محبت بھیک ہوتی ہے ۔۔ لیکن۔۔ مہر کے ساتھ گزارے گئے رمضان نے تو میری زندگی کو یکسر ہی بدل دیا۔۔ میں جو لاپرواہ ساتھا۔۔ذمہ دار بن گیا۔۔ مجھے سمجھ آگیا کہ جو آپ چاہتے ہیں ۔۔اس سے بھی بہتر آپکے لیئے لکھا جا چکا ہوتا ہے ۔۔ لیکن آپ صرف اسی کو اہمیت دیتے ہیں جو آپکو اچھا لگتا ہے ۔۔ اللہ سے ضد لگائیں تو آزمائش اور سخت ہو جاتی ہے ۔۔اورایسا ہی ہمارے ساتھ ہوا ۔۔تمہیں لگتا ہے کہ جہانگیر نے تمہیں چوائس بنا دیا؟ تو یہ غلط ہے ۔۔۔ وہ بس یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا کا ظالم مرد نہ بنے ۔۔کہ جس کے نکاح میں اگر ایک دفعہ عورت آگئی تو اسے آخری دم تک اسے اپنے ساتھ باندھ کر رکھے۔۔چاہے وہ دل سے خوش ہو یا نہیں۔۔ ہاں۔۔اسکا طریقہ

غلط تھا۔۔ جس کا اسے پورا پورا احساس ہے۔۔ "وہ بولتا گیا اور وہ سنتی گئی۔ایسے لگ رہا تھا جیسے زبان تو اسکی ہے مگر الفاظ مہر کے۔

"تو کیا کروں ؟؟؟ "اسکی آواز حلق میں پھنس گئی۔ وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھی۔

"کچھ زیادہ نہیں۔۔۔کل تم روٹین چیک اپ کے لیئے جاؤ گی ۔۔ سمجھی ۔۔ شماز بھائی تمہیں لے جائیں گے ۔۔۔"

"انہیں بھی پتہ ہے ؟؟؟ "اس نے آنکھیں پھاڑ کر سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔ "اس نے نفی میں سر ہلایا۔" اب ضروری نہیں کہ ہر بات کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔۔اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔۔ البتہ۔۔تمہاری بیماری کا سب کو پتہ ہے۔۔ "اس نے وضاحتی انداز میں جواب دیا۔

اسکی بات سن کر اسکے ذہن میں زیبا ممانی کا چہرہ آیا۔ اب کے اسکی سمجھ میں آنے لگا تھا کہ کیوں وہ اسکی اتنی پرواہ کررہی تھیں؟

"اور یہ تم اب نہ کہنا کہ زندگی کتنی ہے تمہارے پاس۔۔ سمجھی۔۔۔یہاں بات کی ہے ایک ڈاکٹر سے۔۔ لندن سے آئے ہیں وہ۔۔ انکا کہنا ہے اگر تم چاہو تو تم بہت جلد صحتیاب ہو سکتی ہو۔۔ اپنے ذہن کو ریلیکس رکھنا مریض کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔۔ سمجھی۔۔۔ "اس نے کسی لیکچرار کی طرح لیکچر دیا تو وہ مسکرادی۔

بستر پہ لیٹی مہر ان دونوں کی باتوں کو سنتے ہوئے نیم انداز میں مسکرا رہی تھی ۔ انکا کہا ایک ایک لفظ اسکی سماعت سے ٹکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اسکی آنکھ سے جوں ہی آنسو کا ایک قطرہ بہا تو شاہ ویز کا فوراََ دھیان اس پہ گیا۔ "

مہر۔۔۔مہر۔۔۔ "اس نے اسکی آنکھوں کو صاف کیا۔ جنت بھی تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اسکے قریب پہنچی ۔

"میں تم سے کہہ رہی تھی نا ۔۔یہ ڈرامے کررہی ہے ڈرامے باز۔۔یہ سب سن رہی ہے ۔۔ " اس نے ذرا زور دے کر کہا۔

شاہ ویز نے مہر کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور خود بھی رو دیا۔" تنگ کر رہی ہو ہمیں۔۔۔ مہر؟؟ مہر؟؟ "اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع تھا۔

****

اگلی صبح وہ اٹلی سے پاکستان آچکا تھا۔ اب کی بار وہ اکیلا نہیں آیا تھا۔ کبیر نواز اسکے ساتھ تھے۔ جوں ہی وہ گھر پہنچے تو اسے ہارون صاحب کی طرف سے سخت شدید ردِ عمل کا سامنا تھا۔

"نواز تم آسکتے ہو۔۔اور تم۔۔میری بہو کے بغیر تمہاری اس گھر میں جگہ نہیں۔۔۔ "ان کا اشارہ صاف جہانگیر کی طرف تھا جو گھر کے داخلی دروازے سے نواز کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ انکی بات سن کر اسکے قدم وہیں رک گئے۔

"ہارون۔۔لالے کی جان ! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔ابھی تو اسے اندر آنے دو۔۔ "انہوں نے اسکی حمایت کرنا چاہی۔

"نہیں۔۔۔آج اگر اسے اندر آنے دیا تو یہ اسے یہاں لانے میں دیر لگا دے گا۔۔تم چاہو تو آسکتے ہو۔۔ورنہ تم بھی جا سکتے ہو۔۔ "انکی بات سن کر انہوں نے اپنی آنکھوں کو قدرے کھول کر حیرانگی سے دیکھا۔

"نہیں۔۔۔میں چلتا ہوں۔۔۔ "اس نے اتنا کہا اور الٹے قدموں واپس ہو لیا۔

انکے اس فیصلے میں مسز ہارون انکے ساتھ تھیں ، تبھی وہ بھرپور حوصلے سے اسے گھر کی دہلیز پار کرنے سے منع کر پائے تھے۔

"یہ کیا کیا تم نے ؟؟ "ہارون صاحب کو پورچ سے لاؤنج کی طرف جاتے دیکھ کر وہ انکے پیچھے پیچھے آئے۔

"بھابھی۔۔آپ ہی سمجھایئے اسے۔۔کیا ہو گیا ہے اسے؟؟ "اب کے وہ ان سے بولے جو میز پہ کھانے کے تمام لوازمات رکھ رہی تھیں۔

"نواز بھائی !فریش ہو آیئے۔۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔۔ پھر بات کرتے ہیں۔۔۔ "انہوں نے ایسے کہا جیسے کوئی عام سی بات ہو۔

"حد ہے بھئی ۔۔تم دونوں کو کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا؟؟ "انہوں نے یکے بعد دیگرے دونوں کو دیکھا جو بے انتہاء سکون کی کیفیت میں تھے ۔

"کھانا کھالو تم ۔۔شاید تمہارا دماغ بھی کام کر جائے۔۔ "ہارون کے الفاظ انکے کان میں پڑے ہی تھے کہ انہوں نے منہ بسور کر اسے کھاجائے والی نظروں سے دیکھا ۔

"بھائی صاحب !فریش ہو آیئے۔۔۔ "مسز ہارون نے دوبارہ اپنی بات دہرائی ۔

دوسری طرف وہ گاڑی میں بیٹھاایک الگ سوچ میں ہی محو تھا۔" کیسے سامنا کروں گا اس کا؟ "اس نے خود سے سوال کیا۔" شماز سے بات کروں ؟؟نہیں۔۔نہیں۔۔۔ "اس نے خود ہی اپنے سوال کی نفی میں تردید کردی۔

یہاں وہ خود کے ساتھ الجھ رہا تھا تو وہاں شماز اس سے سوالات کر کے اکتا چکا تھا۔

"بیٹا۔تم ہمیں پوری بات نہیں بتاؤ گی ؟ آخر کیوں ؟؟جب تک تم ہمیں پوری بات نہیں بتاؤ گی ،تب تک ہم کیسے جہانگیر سے کوئی بات کریں گے ؟؟"

"بھائی ۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔آپ لوگ پتہ نہیں کیوں ایک ہی بات کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں۔۔ "وہ خاصی اکتائی ہوئی تھی ۔

"تو کیا نہیں پوچھنا چاہیئے تم سے ؟ جانتی ہو؟ ابا اور چچا نے مجھے کہا ہے کہ میں تم سے پوچھو کہ جہانگیر کب آئے گا تمہیں لینے ۔۔۔ "اس نے بات کی مزید وضاحت دی تو وہ سر پکڑ کر رہ گئی ۔

"جنت۔۔۔تم ٹھیک ہو ؟؟ "علینہ فوراََ سے آگے بڑھی۔" شماز۔۔ پلیز دومنٹ کے لیئے چپ کر جائیں۔۔ "اس نے التجائی انداز میں کہا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔لیکن آپ لوگوں کے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتی میں۔۔۔ "وہ نیم لہجے میں بولی۔

"کیوں نہیں دے سکتی جواب؟ یہ جو بیماری تم نے خود کو لگا رکھی ہے اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ تم اپنا دکھ اپنے اندر ہی رکھ کر گھُٹ گھُٹ کر جی رہی ہو۔ "وہ شدید غصہ میں بولا مگر پھر بعد ازاں خود کو پرسکون کرتے ہوئے التجائی انداز میں بولا۔ "دیکھو بیٹا !مجھ سے نہ سہی ۔۔کم از کم ! اپنی بھابھی سے تو کہہ سکتی ہو نا؟"

"شماز۔۔آپ جایئے۔۔پلیز۔۔ میں بات کرتی ہوں اس سے۔۔۔ "علینہ نے اسے وہاں سے جانے کے لیئے کہا۔

"آج پانچ بجے کی اپوانٹمینٹ ہے اسکی ۔۔ اسے بولو آدھے گھنٹے تک آجائے ۔۔میں انتظار کر رہا ہوں اسکا باہر۔۔۔ "اس نے اتنا کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

اب کے دونوں کمرے میں اکیلی تھیں۔ " جنت۔۔میری جان !کیا بات ہے ؟"

"بھابھی !پلیز۔۔ میرے پاس آپ لوگوں کے کسی سوال کا جواب نہیں۔۔ "وہ رونے والے انداز میں بولی ۔

"وہ وہاں کیوں آیا تھا؟؟ " اس نے بناء کوئی تمہید باندھے سوال کیا۔

"کون؟؟ "اس کے ماتھے پہ پریشانی کی شکنیں واضح تھیں۔

"سجیل کی بات کررہی ہوں۔۔"

"آپ کو کیسے۔۔۔ "

اسکا سوال ادھورا رہ گیا تبھی علینہ بولی ۔" شماز اسے ائیر پورٹ پہ دیکھ چکے ہیں۔۔تم دونوں کی باتیں بھی وہ سن چکے ہیں۔۔ اگر تو تمہیں لگتا ہے کہ اسکی وجہ سے جہانگیر تم پہ شک کررہا ہے تو بتاؤ؟ہم جہانگیر سے بات کرتے ہیں۔۔۔دیکھو اس نے سب جانتے پہچانتے ہوئے تمہارا ہاتھ تھاما تھا۔اب وہ ایسے کیسے کر سکتا ہے ؟"

"یہی تو میں نہیں سمجھ پارہی ۔۔ میں کیسے اپنے ماضی کو درست کروں بھابھی ؟؟ کیسے ؟؟ "وہ بے ضبط رودی۔

"تمہارے ماضی میں کچھ غلط نہیں ہے جنت۔۔ البتہ تمہارا حال ۔۔ یہ ضرور غلط ہے ۔۔ اس نے اگر تمہیں وہاں سے آنے کو بول ہی دیا تھا تو تم وہاں سے آئی کیوں؟؟ اصولاَ تمہیں کہنا چاہیئے تھا کہ تم وہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔۔"

"انہوں نے مجھے جانے کے لیئے نہیں کہا۔۔"

اسکی بات سن کر وہ ششدر رہ گئی ۔" کیا ؟؟ نہیں کہا؟؟؟تو پھر تم آئی کیوں؟؟ "

"بھابھی۔۔میں نہیں بتا سکتی آپ کو۔۔ " اس نے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے گھڑی پہ نگاہ ڈالی ،جس پہ ساڑھے چار بج چکے تھے ۔

اس نے اپنی چادر ٹھیک سے اوڑھی اور کمرے سے باہر آنے لگی۔" اسکی عزت رکھ رہی ہو؟؟ "علینہ کے سوال پہ وہ جاتے جاتے رُکی۔

" اگر اسکی عزت رکھ رہی ہو ۔۔تو ایک بات یاد رکھنا ۔۔عورت کی عزت اپنے شوہر کے ساتھ رہنے میں ہی ہے ۔۔ تمہیں اس سے جتنی مرضی شکایات ہوں۔۔ میٹر نہیں کرتا۔۔ میٹر اگر کرتا ہے تو یہ ۔۔کہ تم دونوں کے درمیان بونڈنگ کتنی سٹرانگ ہے ۔۔ "اس نے عام اور سادہ فہم میں اپنی بات مکمل کی ۔

اسکا کہا ہوا ایک ایک لفظ اسکے کانوں کے ساتھ ساتھ اسکے دل و دماغ اتر چکا تھا۔

****

شماز لان میں چکر لگاتے ہوئے سورج غروب ہونے کے منظر کو کافی غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسی اثناء میں اسکا موبائل بجا۔ اس نے اپنی قمیص کی جیب سے اپنا موبائل نکالا اور کال ریسیو کی ۔

"ہاں ۔۔کہو؟؟ آگئے تم ؟؟"

"ہاں۔۔۔ لیکن ڈیڈ نے گھر میں گھسنے ہی نہیں دیا۔۔۔ "وہ اداس چہرہ لیے ،گاڑی میں موجود شیشے سے اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہم۔ام۔ہم۔۔ تو پھر اب ؟؟؟"

"اب کیا؟؟ تمہاری بہن تو شاید میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرے گی۔۔شماز۔۔ "وہ الجھ کر بولا۔

"کم از کم بتاؤگے کہ ہوا کیا ہے ؟؟؟ "اسکا سوال اب بھی وہی تھا۔

"کیا اس نے کچھ نہیں بتایا؟؟؟ "وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"نہیں۔۔۔ لیکن میں کچھ ادھوری باتیں سن چکا ہوں۔۔جن کی وجہ سے میں بہت الجھا ہوا ہوں۔۔۔ "

"کیا؟ میں سمجھا نہیں؟؟ "اس نے موبائل کو کان کے ساتھ لگایا اور گاڑی چلانا شروع کی ۔

"بھروسہ رکھو مجھ پہ۔۔ مانا کہ میں نے تمہارا بھروسہ توڑا ہے ۔۔لیکن وہ بھروسہ بھائی اور بھابھی کو جوڑنے کے لیئے تھا۔۔ میں چاہ کر بھی تمہارا اور اسکا رشتہ توڑ نہیں سکتا۔۔ بھلے ہی تم دونوں کے رشتے کو بچانے کے لیئے مجھے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑجائے۔۔ " اس نے سحیل کے کہے ہوئے لفظ ،جو وہ سن چکا تھا اپنی منہ زبانی اسے بتائے ۔اور پھر مزید بولا۔

" دیکھو جہانگیر !اگر تمہیں لگتا ہے کہ میری بہن کے کردار میں کوئی ۔۔۔"

اسکی بات سن کر اسکے بے جان جسم کو جیسے کرنٹ چھو سا گیا۔" ن۔۔نن۔۔نہیں۔۔۔ شماز۔۔ایسی بات نہیں ہے ۔۔۔ "اس نے اسکی بات تیزی سے کاٹی ۔" میری بیوی ہے وہ۔۔ میں چاہ کر بھی ایسا نہیں سوچ سکتا۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ "

"تو پھر کیوں ہے وہ یہاں؟؟ "اس نے ذرا زور دے کر سوال کیا۔" گھر کا ہر فرد اسکے چہرے کی اداسی کو پرکھ رہا ہے ۔۔اس سے کوئی سوال کرو تو جواب دینے سے قاصر ہے ۔۔"

"شماز میں نے چاہا کہ میں اسے روک لوں۔۔لیکن دانش نے مجھے مشورہ دیا کہ اسے اسکے اپنے گھر والوں کی زیادہ ضرورت ہے ۔۔پھر اسی روز مہر کے بارے میں پتہ چلا۔۔ میں چاہ کر بھی اسے روک نہ پایا۔۔ " اس نے بات کی مزید وضاحت کی ۔

"خیر۔۔ ڈاکٹر کریم احمد کے کلینک پہ پانچ بجے کی بکنگ ہے اسکی ۔۔ لے کر جارہا ہوں اسے وہاں۔۔تم وہیں پہنچو۔۔اور اپنی امانت کو لے جاؤ۔۔۔ "

وہ لان میں آئی تو اس نے فوراََ سے کال منقطع کی ۔" چلیں؟؟؟ "اس نے اسکے چہرے کی طرف بغور دیکھا۔

"جی۔۔۔ "وہ نظریں جھکائے ہوئے تھی ۔

"بھابھی کہاں ہیں تمہاری ؟؟ "اس نے اردگرد نگاہ دوڑائی ۔

"وہ کمرے میں۔۔۔ "وہ ذرا آہستگی سے بولی۔

وہ فوراََ سے لاؤنج میں آیا اور علینہ کو آواز لگائی۔" انتظار کررہا ہوں تمہارا۔۔۔ آجاؤ۔۔۔"

"جی۔۔۔آرہی ہوں۔۔۔ "اس نے چادر اوڑھی اور کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اسکے ساتھ ہولی۔" میرا جانا ضروری ہے ؟؟ "اسکے سوال پہ وہ نیم انداز میں مسکرایا۔

"جی۔۔۔اسے جہانگیر وہاں سے لے جائے گا۔۔پھر ہم دونوں ذرا شاپنگ ہی کر آئیں گے۔۔۔ "اسکا رومانٹک انداز دیکھ کر علینہ مسکرادی ۔

دونوں کو دور سے مسکراتا ہوا دیکھ کر اسکے چہرے پہ بھی مسکان دوڑی تھی جو اگلے لمحے ہی اداسی میں تبدیل ہوگئی ۔ یقیناََ اسے اپنا ہمسفر یاد آرہا تھا۔

"کیا ہوا؟؟ "علینہ اسکے قریب آکر سوالیہ انداز میں بولی ۔

"نہیں ۔۔کچھ نہیں۔۔۔ "اس نے خود کو پرسکون کیا اور ہنسنے کی کوشش کی ۔

جوں ہی وہ اسپتال پہنچے تو وہ ہسپتال کے سامنے گاڑی کھڑی کیے ان کا بڑی شدت سے انتظار کررہا تھا۔اتنے دنوں بعد جنت کا چہرہ دیکھ لینے کا سکون اسکے دل کو راحت بخش رہا تھا۔

ڈاکٹر کی طرف سے تسلی دی گئی کہ وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی ۔ ڈاکٹر کی طرف سے دونوں کو باہر رکنے کے لیئے کہا گیا تو دونوں اٹھ کر باہر انتظار گاہ میں آگئیں۔

"دیکھیئے شماز صاحب۔۔انکا مرض ابھی پہلی سٹیج پہ ہے ۔۔ جسکا علاج کلیبو ریٹیو اور سپورٹیو تھیروپی سے ممکن ہے۔۔۔لیکن اس سب میں ہمیں مریض کا زیادہ سے زیادہ سپورٹ چاہیئے۔۔ مس جنت بہت مضبوط ہیں۔۔لیکن انہوں نے اپنے ذہن میں ان باتوں کو بھی سوار کر لیا ہے جو سرے سے ہے ہی نہیں۔۔ ان کو لگتا ہے جو وہ سوچ رہی ہیں وہی سچ ہے ۔۔ اور اسی بات کو سچ مان کر وہ اپنے سارے خیالات کو اسی کے تابع کر دیتی ہیں۔۔جو کہ سراسر غلط ہے اور خطرناک بھی ۔۔۔جانتے ہیں ۔انسانی دماغ کے لیئے۔اوور تھنکنگ سے زیادہ خطرناک چیز کوئی نہیں ہے ۔۔"

ڈاکٹر سے ضروری ہدایات لے کر اس نے جہانگیر کو ساری تفصیلات سے آگاہ کیا اور ہسپتال سے باہر آیا۔ وہ اپنے اور جہانگیر کے پلان کے متعلق علینہ کو بخوبی سمجھا چکا تھا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تو علینہ فوراََ سے اسکے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھی ۔ اس سے پہلے جنت گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھتی ،اس نے اسے روکا۔

"تمہاری جگہ یہاں نہیں ہے ۔۔۔"

اسکی بات سن کر وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے رُکی تھی ۔

اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس نے نظروں کے اشارے سے اسے دور کھڑی گاڑی کی طرف دیکھنے کو کہا۔ اسکی نظروں کی پیروی کرتے ہوئے اس نے اس جانب کو نگاہیں گھمائیں ،جہاں کوئی اسکا منتظر تھا۔

"جہانگیر۔۔۔ یہاں۔۔۔ "زیرِ لب اسکے منہ سے نکلا تھا۔

"او۔۔کے ۔۔ بائے ۔۔ ۔تم سے ملنے تمہارے گھر آئیں گے ۔۔ "اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو شماز نے گاڑی کو ریس دی اور وہاں سے نکل گیا۔

اب وہ سڑک پہ اکیلی کھڑی تھی ۔ تبھی وہ گاڑی کو آہستہ آہستہ بڑھاتے ہوئے اسکے قریب لے آیا۔ اسکی نظریں اسکی نظروں سے ٹکرائی ہی تھیں کہ اس نے فوراََ سے اپنا دھیان اس پر سے ہٹایا۔ تبھی اس نے گاڑی کے ہارن کا سہارا لیا۔

"ڈرائیور ۔۔منتظر ہے میڈم۔۔۔ " اس نے گاڑی میں سے جھانکتے ہوئے سر کو ذرا خم دے کر کہا۔

اس نے غصیلی نگاہ اسکے چہرے پہ ڈالی ۔ چارو ناچار اسے بیٹھنا ہی پڑا۔

"شکر ہے ۔۔ "اس نے ذرا آہستہ سے کہا، جسے وہ سن چکی تھی ۔

"زیادہ شکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔سمجھے آپ۔۔۔ناراض ہوں میں آپ سے۔۔۔ "اس نے اسکے ذہن میں آئی خوش فہمی کو دور کرنے میں ذرا تاخیر نہ کی ۔

"کوئی بات نہیں۔۔ناراض ہونا بنتا بھی ہے ۔۔ بس مجھ سے دور نہ ہونا۔۔ "اس نے گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور اسکی طرف دیکھ کر بولا۔" جانتی ہو۔۔آج ہی آیاہوں۔۔۔اور ڈیڈ نے مجھے گھر میں گھسنے تک نہیں دیا۔۔ بولے ۔۔ میری بہو کے بغیر تمہاری اس گھر میں جگہ نہیں۔۔۔ "اس نے

ہارون صاحب کے غصے کی خوب نقالی کی ،جس پہ اسے ہنسی تو آئی مگر اس نے کسی قسم کے ردِ عمل کا اظہار نہ کیا۔

"تو آپ ۔۔اس وجہ سے مجھے لے کر جا رہے ہیں؟؟"

"نہیں۔۔۔ تمہیں منانے کے لیئے تو مجھے آنا ہی تھا۔۔۔"

اب کے اس نے آنکھوں کو سکیڑ کر اسے دیکھا۔" کتنا آسان ہے آپ کے لیئے یہ کہنا۔۔۔ آپ کو لگتا ہے کہ آپ مجھے منائیں گے اور میں مان جاؤں گی ؟؟"

"ہاں۔۔۔ "وہ پرخلوص انداز میں بولا تو اسکی زبان گنگ ہو کر رہ گئی ۔ اسکا یقین دیکھ کر وہ اس سے کہہ بھی کیا سکتی تھی ؟

شام ڈھلتے ہی دونوں گھر پہنچے تھے ۔ گھر میں قدم رکھتے ہی دونوں کے کانوں میں نواز اور ہارون صاحب کی آواز پڑی ۔

"ہارون۔۔دیکھ لالے کی جان !اتنی جلدی یہ سب ٹھیک نہیں ہو سکتا۔۔اس سب میں جہانگیر کو تو۔۔۔"

"ایک تو تم۔۔۔ معاملے کی نزاکت کو سمجھو۔۔اب اگر اس مسئلے کو عام سمجھ لیا تو کبھی بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔۔" انہوں نے انکی بات فوراََ کاٹی ۔

"بالکل۔۔۔ جہانگیر کو اگر لگتا ہے کہ اسکے ماں باپ اسے اسپورٹ کریں گے تو ناممکن ہے یہ۔۔۔ بات تو صاف اور سیدھی سی ہے نواز بھائی۔۔ میرے لیئے میری بہو زیادہ اہم ہے ۔۔۔ "انہوں نے چائے میز پہ رکھی اور انکے سامنے موجود کرسی پہ ،ہارون صاحب کے برابر میں آبیٹھیں۔

"بالکل۔۔۔ "انہوں نے بھی انکی حمایت کی ۔ " ہم اب اسٹار پلس کے ساس سسر تو ہے نہیں کہ بہو بیٹے سے ناراض ہو جائے تو بہو کو مزید کوسیں۔۔اور سازشیں کریں۔"

انکی بات پہ مسزہارون ہنس دیں۔ ہنستے ہنستے انکا دھیان لاؤنج کے مرکزی دروازے پہ کھڑے جہانگیر اور جنت پہ پڑا۔ وہ فوراََ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

" وہاٹ اے سرپرائز۔۔۔ اتنی جلدی لے آئے ؟؟ "

انکی بات سن کر ان دونوں نے بھی اپنی نگاہیں اسی سمت کیں جہاں وہ دونوں کھڑے تھے ۔

دونوں فوراََ سے اٹھے ۔

جوں ہی اسکا دھیان نواز صاحب پہ پڑا تو وہ بھاگی بھاگی انکے پاس آئی ۔ انہوں نے پیار سے اسے سینے سے لگایا اور اسکا ماتھا چوم کر رو دیئے۔ دونوں کو دیکھ کر وہاں موجود تینوں اشک بار ہو کر رہ گئے ۔

"اگر تم دونوں کا ہوگیا ہو تو ہماری بیٹی ہم سے مل لے ؟؟؟ "ہارون صاحب آگے بڑھ کر بولے ۔

اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور مسکراتے ہوئے ان سے ملی۔

"کیسی ہے میری بیٹی ؟؟ "

"جی ۔۔۔ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسے ہیں؟؟ "اب کے وہ مسز ہارون سے ملی ۔

"ہم تم سے شرمندہ ہیں بیٹی ۔۔ ہمارے بیٹے نے ۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ آپکو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ میں یہاں آگئی ہوں تو اسکا مطلب ہے کہ میرے دل میں کوئی بات نہیں ہے ۔۔ " اس نے صاف دلی کا مظاہرہ کیا۔ اسکی بات سن کر سب کے دل کو جیسے قرار مل گیا۔

"بابا۔کرسٹی آنٹی اور زلیخا نہیں آئے ؟؟"اس نے متلاشی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"نہیں۔۔۔کچھ روز تک آئیں گے۔۔اور ہاں۔۔زلیخا نے تمہارے لیئے کچھ بھیجا ہے۔۔"کبیر نواز نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک نفیس قسم کا چاندی کا بریسلیٹ اسکی جانب بڑھایا۔

"واؤ۔۔بہت پیارا ہے۔۔۔"وہ خوشی سے جھلملادی۔

"وہ بھی ایسے ہی خوش ہے۔۔جب سے اسے پتہ چلا ہے کہ تم اسکی بہن ہو۔۔۔خوشی سے پھولے نہیں سمارہی۔۔۔"

"اچھا۔۔اب ہمیں بھی ہماری بیٹی سے بات کر لینے دو۔۔"ہارون صاحب عاجز آکر بولے تو سبھی کھکھلا کر ہنس دیئے۔

"تو اور کیا؟؟" اب کے ہارون صاحب خود بھی اپنے لہجے پہ مسکرا دیئے۔

******

"میں تم لوگوں کی زندگی سے ہمیشہ کے لیئے جارہا ہوں۔ میرے نصیب میں شاید پاکستان کا سفر ختم ہو گیا ہے ۔۔پی ۔ایچ۔ڈی کے لیئے کینیڈا جارہا ہوں۔۔۔ جاتے جاتے صرف اتنا کہوں گا کہ اپنی انا کو اتنا طویل نہ ہونے دینا کہ تم سے تمہارا سب سے پیارا رشتہ ہی چھِن جائے۔ اور ہاں۔۔میں محبت میں منکر ضرور رہا ہوں۔۔ لیکن کسی حلال رشتے کے تقدس کو پامال کرنے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔ "

یہ اسکی طرف سے آخری میسج تھا۔وہ کمرے میں موجود لیمپ کی مدھم روشنی میں اپنی آنکھیں بند کیے اپنی زندگی میں ہونے والی ایک ایک ہلچل کو سوچ رہی تھی ۔ اس نے دروازے کو کھولا اور اندر آیا مگر اسکی آنکھیں جوں کی توں بند ہی تھیں۔ معلوم ہو تا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں محو ہے۔ اس نے چاہا کہ وہ اس سے بات کرے لیکن کیا بات کرے ؟؟ وہ بات کرنے کے لیئے منا سب الفاظ کی تلاش میں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا تا ہوا اسکے قریب آیا اور اسکے پاس بیٹھ گیا۔

"جنت۔۔مجھے معاف کردو پلیز۔۔۔"

اس نے فوراَ َ سے اپنی آنکھیں کھولیں اور ذرا سمٹ کر اس سے پیچھے کو ہٹ کر بیٹھی ۔" کس بات کی معافی ؟؟ "طنز واضح تھا۔

"جانتا ہوں۔۔تم ابھی بھی مجھ سے ناراض ہو۔۔ " وہ دکھ بھرے لہجے میں مسکرایا۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور کہہ پاتا وہ بولی ۔

"جب جانتے ہیں تو پھر کیوں مجھے راضی کرنے کی کوشش میں ہیں؟؟ "سوال قدرے سوچ سمجھ کر پوچھا گیا تھا۔

"کیوں کہ تم میری شریک ِ حیات ہو۔۔ میرا سکون تم سے ہے ۔۔۔"

اسکی بات سن کر وہ ہنس دی ۔" تو فلمی باتیں کرکے آپ میرا دل جیتنا چاہتے ہیں ؟؟ "

"کونسی فلمی بات؟؟ "اس نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"یہی ۔۔۔ تم میری شریکِ حیات ہو ۔۔میرا سکون تم سے ہے ۔۔ "وہ دبے لہجے میں مسکرائی تھی مگر پھر اگلے لمحے کی یکدم سنجیدہ ہوئی ۔" دیکھیں جہانگیر۔۔آپ کو لگا کہ میں آپ کے ساتھ کمپرومائزکررہی ہوں تو میں اپنی مرضی سے اپنا فیصلہ لے لوں۔۔ آپ نے یہ کیوں نہ سوچا کہ میاں بیوی میں کمپرومائز کی جگہ محبت بھی تو ہوسکتی ہے ؟ آپ تو کہتے تھے ناکہ جیسے مام ڈیڈ کا کپل ہے ۔۔ویساہی آئیڈیل کپل ہماراہو؟؟؟ تو پھر کیوں آپ بھول گئے کہ میں وہی جنت ہوں

۔۔جسے آپ نے سب جانتے ہوئے اپنایا تھا۔۔اور بڑے حق سے اپنایا تھا۔۔ کیسے بھول گئے آپ؟؟؟ "اسکی آواز بھِرا سی گئی تھی اور سانس پھول سا گیا تھا۔

اس نے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور اپنا سر اسکے گھٹنوں میں رکھ کر مارے ندامت کے رو دیا۔"

جنت۔۔ بہت رویا ہوں میں ۔۔اپنی جنت کو پانے کے لیئے۔۔۔صرف اللہ سے تمہیں مانگا ہے۔۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں ٹپیکل پاکستانی مردوں کی طرح کسی عورت کو اپنی جاگیر سمجھ لوں۔۔"

"تو کیا جاگیر نہیں ہوتی عورت ایک مرد کی ؟؟؟ اس نے سوال کیا۔ اور اسکا جھکا ہوا سر اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی ۔ اسکی بات وہ سمجھ نہ پایا۔

"دیکھیں جہانگیر۔۔۔ آپ ان الفاظ کو پازیٹو کیوں نہیں لیتے ؟ عورت کو مارنا پیٹنا یا اسکے حقوق کی نفی کرنا ہی تو جاگیر داری میں نہیں آتا۔۔ عورت کو تحفظ دینا۔۔اسے مان دینا۔۔ محبت دینا۔۔با لکل ایسے ہی جیسے آپ اپنی جاگیر کی حفاظت کرتے ہیں۔۔ یہ پہلو کیوں نہیں سوچا آپ نے ؟؟ اگر آپ مجھے ۔۔اپنا بھروسہ ،یقین۔۔محبت دیں گے ۔۔تو میں خوشی خوشی اس رتبے کو قبول کروں گی کہ میں آپ کی جاگیر ہوں۔۔اور آپ میرے حاکم۔۔۔اور جانتے ہیں۔۔حاکم کبھی بھی اپنی جاگیر کسی اور کے حوالے نہیں کرتے۔۔"

اسکی بات سن کر اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے۔

"اچھا بس۔۔۔ میں نہیں ہوں ناراض۔۔ میں نے تو بس اللہ سے یہی دعا کی تھی کہ جہانگیر مجھے لینے آجائیں۔۔ تو بس۔۔آپ لینے آگئے۔۔۔اب کوئی گلہ نہیں ہے ۔۔ " اس نے اسکے آنسو صاف کیے اور صاف دلی کا مظاہرہ کیاتو اس کے چہرے پہ طمانیت کی لہر دوڑی ۔

******

" زیتون ہاؤس " کی خوشیاں ایک عرصے بعد واپس لوٹی تھیں۔ سب نے ایک دوسرے کو سچے دل سے معاف کیا اور اپنی زندگی میں آگے بڑھ گئے ۔ مہر کی حالت میں بھی آہستہ آہستہ بہتری آرہی تھی ۔ شاہ ویز نے اپنے پیار و توجہ سے اسکی اتنی دیکھ بھال کی کہ وہ کچھ ہی دنوں میں زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی ۔

وہ بیڈ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھوں کو کھولے کسی گہری سوچ میں محو تھی۔" کیا سوچ رہی ہو؟؟"

وہ اسکے قریب بیٹھا سوالیہ انداز میں بولا۔

اس نے اپنی پلکیں جھپکائیں اور ذرا سیدھا ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو اس نے اسے سہارا دے کر بٹھایا۔" جنت کا سوچ رہی ہوں۔۔۔"

"ہاں۔۔وہ ٹھیک ہے ۔۔خوش ہے ۔۔۔ "وہ اسکے قریب بیٹھا۔

"جانتی ہوں۔۔ "اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور پھر کچھ دیر توقف کے بعد اسکی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"اس مسکراہٹ کی وجہ جان سکتا ہوں ؟؟ "

"شکریہ شاہ ویز۔۔اسے سمجھانے کے لیئے۔۔۔ ابھی اس سے کال پہ بات ہوئی ۔۔۔مجھے بتارہی تھی کہ تم نے اسے میری طرح سمجھایا۔۔ اسکے ذہن کی ہر الجھن کو تم نے سلجھا دیا۔۔بالکل ایسے ہی جیسے میں اسے مشورہ دیا کرتی تھی ۔۔ مجھے پہلے تو حیرت ہوئی ۔۔اسکے تمہارے متعلق خیالات بدلتا دیکھ کر ۔۔"

اسکی بات سن کر شاہ ویز نے شکایتی نظروں سے اسے گھورا تو وہ ہنستے ہوئے دوبارہ بولی ۔ " پھر میں نے سوچا۔۔جو شخص مہر کی زیرِ نگرانی رہا ہو۔۔اسکا سلجھنا تو بنتا ہی ہے ۔۔ "اس نے سارا کریڈٹ خود کو ہی دے دیا۔

"ہم تابعدار ہیں آپکے جناب۔۔۔ "وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر عاجزانہ انداز میں مسکرایا۔

تبھی کمرے کی لائٹ آف ہوئی تو دونوں ششدر رہ گئے ۔" یہ کیا۔۔ لائٹ ۔۔ جنریٹر آن تو کیا تھا میں نے ۔۔۔ "وہ کرسی پر سے اٹھا ۔ تاریکی کے سبب وہ بمشکل ہی کمرے کے دروازے تک پہنچا تھا۔

اس سے پہلے وہ کمرے کا دروازہ کھول پاتا کسی نے اسکے ہاتھ کے اوپر ہاتھ رکھ کر اسے دروازہ کھولنے سے منع کیا۔" کون ہے ؟؟ "وہ سمجھ چکا تھا کہ کوئی اسے دروازہ کھولنے سے روک رہا ہے ۔

"مہر۔۔۔تم اٹھنا نہیں اپنی جگہ سے۔۔مجھے لگتا ہے ۔۔گھر میں چور گھُس آیا ہے ۔۔ اپنے موبائل کی ٹارچ آن کرو پلیز۔۔۔ "اسکا سانس پھول سا گیا تھا تبھی وہ قہقہہ لگا کر ہنسی ۔

اسکے قہقہے کی آواز اسے ذرا قریب سے آئی تھی ۔ اس نے اسکے سینے پہ اپنا ہاتھ رکھا اور اسکے سینے سے جا لگی ۔" چور گھر میں نہیں۔۔تمہارے دل میں گھُس آیا ہے ۔۔۔ اب تمہاری مرضی ۔۔ تم چور کو بھگا دو ۔۔یا ۔۔پھر اسے۔۔۔ "وہ بولتے بولتے رُکی تھی کیونکہ اس نے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔

"تو تم چل سکتی ہو؟؟ ہے نا؟؟؟ "اسکا پہلا سوال ہی یہی تھا۔" اور تم ڈرامہ کررہی تھی ؟؟"

"تو ؟ تمہیں کیا لگتا ہے ؟ اتنی آسانی سے میں تمہیں بتادوں کہ میں ٹھیک ہو گئی ہوں ؟؟ "اسکے سانسوں کی حرارت کو وہ اپنے بہت قریب محسوس کررہا تھا۔

تبھی دروازے پہ دستک ہوئی ۔" اجازت ہو تو مین سوئچ آن کردوں بھابھی ؟؟؟ "ایمل نے ذرا اونچی آاواز سے دریافت کیا تو دونوں ایک دوسرے سے دور ہو لیئے۔

اس نے دروازہ کھولا تو دونوں باہر آئے۔ گھر کا مین سوئچ آن کیا گیا۔ گھر کو خوبصورت گلاب اور ٹمٹماتی روشنیوں سے سجایا گیا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔ "تالیوں کی گونج سے اسے برتھ ڈے وش کیا گیا۔

"تمہارے لیئے برتھ ڈے کا بہترین سرپرائز۔۔۔ "علینہ نے مہر کی طرف اشارہ کیا جو اپنے پاؤں پہ کھڑی اسکی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"دوسرا سرپرائز۔۔میری طرف سے۔۔۔وہ بھی سب کے لیئے۔۔۔ "جنت گھر کے مرکزی دروازے سے داخل ہوئی۔ اسکے ساتھ کبیر نواز کو دیکھ کر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے کبیر نواز کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ کون؟؟ "شاہ ویز نے پوچھنے میں ذرا سی بھی دیر نہ کی۔

"کبیر۔۔تم ۔۔۔ تم یہاں۔۔۔ "ندیم ماموں اور نعیم ماموں کے منہ سے یکے بعد دیگرے نکلا تھا۔ تابینہ بھی ہکی بکی تھی اور راحت صاحب کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔انکا کبیر کہنا ہی کافی تھا۔ سب کا تجسس ایک لمحے میں ہی ختم ہو گیا تھا۔

لیکن سب کے چہرے پہ ایک سے بڑھ کر ایک سوال تھا جسے وہ بخوبی سمجھ رہی تھی ۔" سب بتاؤں گی ۔۔۔ابھی پلیز۔۔۔کیک کاٹ لیجیئے۔۔۔ بہت بھوک لگی ہے ۔۔ قسم سے۔۔۔ "جنت پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

"کیک بھی کاٹ لیں گے ۔۔ تم بتاؤ؟ یہ مسٹر جہانگیر کہاں ہیں ؟؟ "مہر نے سوال کیا۔

"ہم یہاں ہیں۔۔جناب۔۔ "وہ پھولوں سے سجا گلدستہ لیئے ان دونوں کے قریب آیا۔" نئ زندگی بہت بہت مبارک ہو بہنا۔۔۔ "اس نے شفقت بھرا ہاتھ اسکے سر پہ رکھا تو وہ مسکرادی۔

"آپ کو بھی ۔۔۔ "وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی تو وہ ہنس دیا۔

کیک کاٹا گیا اور اس دن کی خوشی کو خوب اچھے سے منایا گیا۔ سب کو خوش دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے راحت کے ذہن میں سحیل کا خیال آیا جسے اس نے اگلے لمحے اپنا سر جھٹک کر دور کردیا۔

"شاید اسکا یہاں سے جانا ہی ٹھیک تھا۔۔ "اس نے خود کو سمجھایا اور پھر سے ان سب کی خوشی میں شامل ہو گیا۔

تابینہ نے ایک نظر اسے چہرے پہ نگاہ ڈالی ۔وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے کیا دکھ ہے۔بھلے ہی وہ ہنس رہے تھے لیکن انکی آنکھوں کے بھیگے کنارے انہیں صاف بتا رہے تھے کہ انہیں اپنے بھائی کی اپنی خاطر دی ہوئی قربانی کا دکھ ستائے جارہا ہے ۔ اس نے آنکھوں کے اشارے سے انہیں پرسکون ہونے کے لیئے کہا تو وہ ہولے انداز میں مسکرادیئے۔

****

ایک عرصے بعد دونوں مل بیٹھی تھیں۔" کیسی ہے تمہاری طبعیت ؟؟ "

"کافی بہتر ہوں اب۔۔۔ "وہ لان میں بیٹھی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرتے ہوئے بولی ۔" مہر۔

کیا سوچنے لگی تم؟؟"

"نہیں ۔۔کچھ نہیں۔۔۔ "اس نے اپنی آنکھیں جھپکاتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"ام ۔م ۔۔م ۔۔ خالہ سے بات ہوئی تمہاری ؟؟ "اس نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں۔۔بتارہی تھیں کہ سجیل کینیڈا چلا گیا ہے ۔۔۔"

"جانتی ہوں۔۔۔ "اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

اسکی بات سن کر مہر کو خاصی تشویش ہوئی ۔ اس سے پہلے وہ کوئی سوال کرتی جنت خود ہی بولی ۔

"میسج کیا تھا اس نے مجھے۔۔۔ کہنے لگا۔۔"میں تم لوگوں کی زندگی سے ہمیشہ کے لیئے جارہا ہوں۔ میرے نصیب میں شاید پاکستان کا سفر ختم ہو گیا ہے ۔۔پی ۔ایچ۔ڈی کے لیئے کینیڈا جارہا ہوں۔۔۔ جاتے جاتے صرف اتنا کہوں گا کہ اپنی انا کو اتنا طویل نہ ہونے دینا کہ تم سے تمہارا سب سے پیارا رشتہ ہی چھِن جائے۔ اور ہاں۔۔میں محبت میں منکر ضرور رہا

ہوں۔۔ لیکن کسی حلال رشتے کے تقدس کو پامال کرنے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔ " اس نے اسکا میسج اسے ازبر سنایا۔

"جنت۔۔۔ اسکا ہماری زندگی میں آنا۔۔شاید خالہ کے لیئے ہی تھا۔۔ بھلے ہی اسکے پاس کچھ نہیں رہا۔۔لیکن نہ پا کر بھی اس نے سب کچھ پا لیا ہے۔۔ جب جب اسکا ذکر آئے گا۔۔سب کے دل سے اسکے لیئے دعا ضرور نکلے گی۔۔ "وہ کچھ سوچتے ہوئے اس سے بولی تھی۔ "ہماری زندگی میں کچھ لوگ ہمیں صرف دینے ہی آتے ہیں۔۔ اس سب میں ان کے ہاتھ بے شک خالی ہی رہ جائیں لیکن انہیں بدلے میں صرف اللہ سے اجر کی ہی امید ہوتی ہے۔ سجیل بھی انہی میں سے ایک ہے۔۔"

مہر نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ سو فیصد سچ تھا۔۔ تابینہ اور راحت کا ایک ہونا۔ جنت کا جہانگیر سے نکاح کرنا۔اسکا مہر کو آدھی رات کو گھر واپس لے کر آنا۔ سب اسی کی مدد سے ہی ممکن ہو اتھا۔ اس سب میں اسکی ذات کو کیا نقصان ہو گا؟ یہ اس نے سوچا تک نہیں تھا۔

"ہاں محبت پانے کا ہی نہیں۔۔ دینے کا نام بھی ہے۔"

"اگر آپ دونوں کی باتیں ختم ہو گئی ہوں تو ایک فیملی پکچر کلک کر لی جائے؟؟ "شاہ ویز اپنے موبائل کا کیمرہ لیئے ان دونوں کے پاس آکھڑا ہوا اور نہایت عاجزانہ انداز میں بولا۔

"ہاں۔۔کیوں نہیں؟؟ضرور۔۔۔ "دونوں فوراََ سے اٹھیں۔

گھر کے تمام افراد لاؤنج سے لان میں آئے ۔ سب ایک ساتھ کھڑے ہوئے تو اس نے سب کی تصویر کلک کی ۔ اب کے فیملی پوٹریٹ میں اپنے آپ کو شامل کرنے کے لیئے اس نے ٹائمر لگایا اور کیمرے کو سیٹ کرتے ہوئے خود بھی سب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"آج اماں بی ہوتیں تو ہمیں ایک ساتھ دیکھ کر کتنا خوش ہوتیں۔۔۔ "ندیم صاحب آبدیدہ ہوئے تو سامعیہ نے انکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دی ۔ انکے الفاظ سن کر ہر کوئی اشک بار ہو اٹھا۔

"چلیں ایک تصویر ہو جائے ۔۔۔ جسٹ سے ۔۔چیز۔۔۔۔۔۔ "شماز نے ذرا اونچی آواز سے کہا تو سب نے اپنی آنکھوں کے کناروں کو صاف کیا اور چیز کہا ،جس سے سبھی کے چہروں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی ۔

آپکی رائے کاانتظار رہے گا

ازقلم عظمٰی ضیاء

ختم شد